اصول عقائد

(چالیس اسباق میں)

مولف: شیخ علی اصغر قائمی

مترجم: سید مبین حیدر رضوی

یہ کتاب برقی شکل میں نشرہوئی ہے اور شبکہ الامامین الحسنین (علیہما السلام) کے گروہ علمی کی نگرانی میں تنظیم ہوئی ہے

نام کتاب: اصول عقائد (چالیس اسباق میں)
مولف: شیخ علی اصغر قائمی
مترجم: سید مبین حیدر رضوی
نظر ثانی: مرغوب عالم عسکری
پیشکش: معاونت فرہنگی، ادارۂ ترجمہ
کمپوزنگ: سید مظہر علی رضوی
ناشر: مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام
طبع اول: 1427ھ 2006ء
تعداد: 3000
مطبع: اعتماد

حرف اول

جب آفتاب عالم تاب افق پر نمودار ہوتا ہے کائنات کی ہر چیز اپنی صلاحیت و ظرفیت کے مطابق اس سے فیضیاب ہوتی ہے حتی ننھے ننھے پودے اس کی کرنوں سے سبزی حاصل کرتے اور غنچہ وکلیاں رنگ ونکھار پیدا کرلیتی ہیں تاریکیاں کافور اور کوچہ وراہ اجالوں سے پرنور ہوجاتے ہیں ، چنانچہ متمدن دنیا سے دور عرب کی سنگلاخ وادیوں میں قدرت کی فیاضیوں سے جس وقت اسلام کا سورج طلوع ہوا، دنیا کی ہر فرد اور ہر قوم نے قوت وقابلیت کے اعتبار سے فیض اٹھایا۔

اسلام کے مبلغ وموسس سرورکائنات حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار حراء سے مشعل حق لے کر آئے اور علم وآگہی کی پیاسی اس دنیا کو چشمہء و حق و حقیقت سے سیراب کردیا ،آپ کے تمام الٰہی پیغامات ایک ایک عقیدہ اور ایک ایک عمل فطرت انسانی سے ہم آہنگ ارتقائے بشریت کی ضرورت تھا ، اس لئے 23 برس کے مختصر عرصے میں ہی اسلام کی عالمتاب شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں اور اس وقت دنیا پر حکمراں ایران وروم کی قدیم تہذیبیںاًسلامی قدروں کے سامنے ماند پڑ گئیں ، وہ تہذیبی اصنام جو صرف دیکھنے میں اچھے لگتے ہیں اگر حرکت و عمل سے عاری ہوں اور انسانیت کو سمت دینے کا حوصلہ ، ولولہ اور شعور نہ رکھتے تو مذہب عقل وآگہی سے روبرو

ہونے کی توانائی کھو دیتے ہیں ۔یہی وجہ ہے کہ ایک چھوتھائی صدی سے بھی کم مدت میں اسلام نے تمام ادیان ومذاہب اور تہذیب وروایات پر غلبہ حاصل کرلیا۔

اگرچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ گرانبہامیراث کہ جس کی اہل بیت اور ان کے پیروں نے خود کو طوفانی خطرات سے گزار کر حفاظت وپاسبانی کی ہے وقت کے ہاتھوں خود فرزندان اسلام کی بے توجہی اور ناقدری کے سبب ایک طویل عرصے کے لئے تنگنائیوںکا شکار ہوکر اپنی عمومی افادیت کو عام کرنے سے محروم کردی گئی تھی ،پھر بھی حکومت وسیاست کے عتاب کی پرواکئے بغیر مکتب اہل بیت نے اپنا چشمہ فیض جاری رکھا اورچودہ سو سال کے عرصے میں بہت سے ایسے جلیل القدر علماء ودانشور دنیائے اسلام کو تقدیم کئے جنہوں نے بیرونی افکار ونظریات سے متاثر اسلام وقرآن مخالف فکری ونظری موجوں کی زدپر اپنی حق آگین تحریروںاور تقریروں سے مکتب اسلام کی پشت پناہی کی ہے اور ہر دوراور ہر زمانے میں ہر قسم کے شکوک وشبہات کا ازالہ کیاہے ،خاص طورپر عصرحاضر میں اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد ساری دنیا کی نگاہیں ایک بارپھر اسلام و قرآن اور مکتب اہل بیت علیہم السلام کی طرف اٹھی اور گڑی ہوئی ہیں ،دشمنان اسلام اس فکری ومعنوی قوت واقتدار کو توڑنے کے لئے اور دوستداران اسلام اس مذہبی اورثقافتی موج کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑنے اور کامیاب وکامراں زندگی حاصل کرنے کے لئے بے چین وبے تاب ہیں یہ زمانہ علمی اور فکری مقابلے کا زمانہ ہے اور جو مکتب بھی تبلیغ اور نشرواشاعت کے بہتر طریقوں سے فائدہ اٹھاکر انسانی عقل وشعور کو جذب کرنے والے افکار ونظریات دنیاتک پہنچائے گا ،وہ اس میدان میں آگے نکل جائے گا۔

(عالمی اہل بیت کونسل) مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام نے بھی مسلمانوں خاص طورپر اہل بیت عصمت وطہارت کے پیرووں کے درمیان ہم فکری ویکجہتی کو فروغ دینا وقت کی ایک اہم ضرورت قرار دیتے ہوئے اس راہ میں قدم اٹھایا ہے کہ اس نورانی تحریک میں حصہ لے کر بہتر انداز سے اپنا فریضہ ادا کرے ،تاکہ موجودہ دنیائے بشریت جو قرآن وعترت کے صاف وشفاف معارف کی پیاسی ہے زیادہ سے زیادہ عشق ومعنویت سے سرشار اسلام کے اس مکتب عرفان وولایت سے سیراب ہو سکے ،ہمیں یقین ہے عقل وخردپر استوار ماہرانہ انداز میں اگر اہل بیت عصمت وطہارت کی ثقافت کو عام کیاجائے اور حریت وبیداری کے علمبردار خاندان نبوت ورسالت کی جاوداں میراث اپنے صحیح خدوخال میں دنیاتک پہنچادی جائے تو اخلاق وانسانیت کے دشمن ،انانیت کے شکار ،سامراجی خوں خواروں کی نام نہاد تہذیب وثقافت اور عصرحاضر کی ترقی یافتہ جہالت سے تھکی ماندی آدمیت کو امن ونجات کی دعوتوں کے ذریعہ امام عصر(عج) کی عالمی حکومت کے استقبال کے لئے تیار کیا جاسکتا ہے ۔

ہم اس راہ میں تمام علمی و تحقیقی کوششوں کے لئے محققین و مصنفین کے شکر گزار ہیں اور خود کو مؤلفین و مترجمین کا ادنی خدمتگار تصور کرتے ہیں ، زیر نظر کتاب مکتب اہل بیت کے ترویج و اشاعت کے اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے ،فاضل علام آقای شیخ علی اصغر قائمی کی گرانقدر کتاب" اصول عقائد" کو جناب مولانا سید مبین حیدر رضوی نے اردو زبان میں اپنے ترجمہ سے آراستہ کیا ہے جس کے لئے ہم دونوں کے شکر گزار ہیں اور مزید توفیقات کے آرزومند ہیں ،اسی منزل میں ہم اپنے تمام دوستوں اور معاونین کا بھی صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جنہوں نے اس کتاب کے منظر عام تک آنے میں کسی بھی عنوان سے زحمت اٹھائی ہے ،خدا کرے کہ ثقافتی میدان میں یہ ادنیٰ جہاد رضائے مولیٰ کا باعث قرار پائے ۔

والسلام مع الاکرام

مدیر امور ثقافت ، مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

انتساب

میں اپنی اس ادنیٰ کوشش کو تکمِلِ مقصد حسینی، بطلۂ کربلا
ثانی زہرا، حضرت زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا کی پاک
بارگاہ میں پیش کر کے شرف قبولیت کا متمنی ہوں۔

سید مبین حیدر رضوی

مقدمہ

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

وَبِهِ نَستعين الحمدُ للهِ رَبِّ العالمينَ و صلىٰ الله علىٰ سيّدنا وآله الطيبين الطاهرين لا سيّما بقية الله فى الأرضين و لعنة الله علىٰ أعدائهم و مخالفيهم أجمعين من الان الىٰ قيام يوم الدّين

اصول عقائد دین اسلام کی اساس اور بنیاد ہے ، ہر مسلمان کے عقیدہ کو دلیل و برہان پر مبنی ہونا چاہیئے ۔ اسی لئے اسلام کی عظیم دانشمند ہستیوں نے صدیوں پہلے سے ہی عقیدتی مسائل کی تبیین و تشریح کی ہے اور آج بھی ان کے قیمتی آثار و خدمات ہمارے درمیان موجود ہیں ۔

تقریباً دس سال کا عرصہ گذر چکا ہے کہ حقیر ،مدیریت حوزہ علمیہ قم کے پروگراموں کے تحت اصول عقائد کے تدریسی فرائض کو انجام دے رہا ہے۔ اسی دوران ایک کتابچہ تیار کیا جو (توحید تا معاد)عقائد پر مشتمل تھا اور طلاب کی خدمت میں پیش کیا ، اس کتابچہ کی تیاری کے لئے میں نے عقائد کی متعدد جدید و قدیم کتب کا بغور مطالعہ کیا اور وہ مسائل جو جوان طلاب کے لئے مفید و موثر تھے ان کا انتخاب کیا۔

اس کتابچہ پہ میں نے بارہا تجدید نظر کی اور حد امکان اس کی خامیوں کو دور کیا، بات یہاں تک آپہنچی کہ بعض مسئولین و اساتید و طلاب نے اس بات کی رائے دی کہ یہ چھپ جائے تو بہتر ہوگا ، خدا کا شکر ہے کہ ان کے آراء نے عملی جامہ پہنا اور یہ کتاب جو چالیس اسباق پر مشتمل ہے حسب ذیل خصوصیات کے ساتھ آپ کے ہاتھوں میں ہے ،ہم اس بات کی امید کرتے ہیںکہ یہ خدمت حضرت بقیۃ اللہ الاعظم عجل اللہ فرجہ..کی تائید سے شرفیاب ہوسکے ۔

1۔چونکہ اس کتاب کی تدوین کے لئے دسیوں جدید و قدیم عقائدی کتب کا مطالعہ کیا گیا ہے اور ان سے خاطر خواہ استفادہ کیا گیا ہے نیزاس بات کی سعی پیہم کی گئی ہے کہ ہر کتاب کی خصوصیت کا خیال کرتے ہوئے اس کے پیچیدہ مسائل اور مشکل عبارتوں سے پرہیز کیا جائے ۔

2۔باوجودیکہ اس کتاب کے اسباق نہایت سادہ و سلیس اور عام فہم زبان میں عام لوگوں کے لئے مرتب کئے ہیں ، اس میں عقلی و نقلی دلائل کا بھرپور سہارا لیا گیا ہے نیز وہ نوجوان و جوان جو عقیدتی مسائل کو تقلید سے ہٹ کر تحقیق کی رو سے ماننا اور سمجھنا چاہتے ہیں ان کے لئے نہایت تسلی بخش اسلوب کو اپنایا گیا ہے اور ثقل و سنگینی سے قطعی پرہیز کیا گیا ہے ۔

3۔یہ کتاب جوان طلاب کے درمیان کئی برسوں کے تجربہ کے بعد وجود میں آئی ہے لہذا ایّام تبلیغ میں مبلغین کے لئے کلاس داری نیز دیگر امور میں نفع بخش ثابت ہوگی ۔

4۔اس کتاب میں اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ عقیدتی پنجگانہ اصولوں سے متعلق جو سوال پیدا ہوتے ہیں ان کا مدلّل جواب دیا جا سکے ۔

5۔ آخر میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس کتاب میں متعدد کتب سے استفادہ کیا گیا ہے جن کا تذکرہ حسب ضرورت کیا گیا ہے ،بعض مواقع پر ان کتابوں کی عین عبارت کو بھی نقل کیا گیا ہے ہم ان مؤلفین کی زحمات و خدمات کے مرہون و مدیون ہیں۔

اساتید و علم دوست افراد سے اس بات کی توقع ہے کہ اپنے مفید مشوروں سے ہم کو ضرور آگاہ فرمائیں گے تاکہ آئندہ طباعت میں اس کی اصلاح ہو سکے ۔

وما توفیقی الّا باللہ توکلت علیه وألیه أنیب

اصغر قائمی حوزہ علمیہ قم

کچھ اپنی بات

تمام تعریف اس خدا کے لئے جس نے ہادیوں کو خلق کیا تاکہ لوگ صراط مستقیم پر گامزن رہ سکیں ،درود پاک رسول وآل رسول پر جو امت وسطیٰ ، خیر البریۃ، ائمہ ہدیٰ اور کائنات کے لئے مایۂ رحمت اور سبب ہدایت ہیں ، جن کی کرم فرمائیوں کے سبب آج دنیا میں خدا کادین باقی ہے دنیاکے کسی گوشہ وکنار کارہنے والاہو کسی طبقہ سے اس کا تعلق ہو ، ایک چیز جوبلا تفریق ہر انسان میں پائی جاتی ہے وہ ہے فطرت اور فطری تقاضے ،جس کا پہلا قدم ،ضرورت مذہب ہے ۔ اس کو کئی ناموں سے یاد کیا جاتاہے مذہب در حقیقت انسانی کامیاب زندگی کے لائحہ عمل کا نام ہے ۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ دین ،یا دھرم یا مذہب ،خدا ساختہ ہے یا خود ساختہ مسئلہ کی وضاحت لفظوں سے واضح ہے :

آج کی ترقی یافتہ دنیا میں ،نظریہ وعقیدہ کی جنگ ہے اب جنگ اسلحوں کی کم، نظریات وعقائد کی زیادہ ہے ،اس جنگ میں ہر شخص اپنے حریف پر اپنے عقائد کی تبیین نہیں تحمیل چاہتاہے ، لیکن عدل وانصاف کاتقاضایہ ہے کہ اگر آپ کے نظریات صحیح اور معقول ہیں تو اس کو دلیل وبرہان کے ذریعہ پیش کریں نہ کہ سر تھوپیں...

اور یہ حقیقت ہے کہ حق کا جادو ہمیشہ سرچڑھ کر بولتاہے کہا جاتاہے کہ "انسان کے عمل میں اس کاعقیدہ دخیل ہوتاہے "۔اگر انسان کا عقیدہ اس کے جذبات اور احساسات وذہنی اپج کی بنا پر ہے تو اس کے اعمال کا رنگ ڈھنگ دوسرا ہوگا ، لیکن اگر اس کے عقائد آسمانی تائیدات کے تحت ہونگے تواس کے اعمال ورفتار وکردار میں الٰہی رنگ جلوہ نما ہوگا ،اس دورمیں تو ہر شخص یہ کہہ کر اپنا قد اونچا کرنا چاہتاہے کہ " صاحب !ہم تو کتاب ،حدیث اور مجتہد کچھ نہیں جانتے ہمارا عقیدہ یہ کہتا ہے!! "،"ایسا ہے جناب، میں روایت وتاریخ کی بات نہیں جانتا ،میری نظرمیں اور میرے عقیدہ کے حساب سے تویوں ہے!! "۔

ظاہر سی بات ہے جہاں الٰہی نظام میں ، میں ،ہم ،کا دخل ہوجائے گا وہاں للہیت کتنی باقی رہے گی اس کا فیصلہ تو صاحبان عقل ہی کر سکتے ہیں، ضروری ہے کہ دین میں "میں اور ہم "نہ آئے اور خالص رہے ،تو خالص دین کہا ں تلاش کریں؟۔

خالص دین، انبیاء ومرسلین واوصیاء الٰہی سے لیں، خدا نے اپنے دین اسلام کو صاحبان کتاب وشریعت رسولوں کے ذریعہ ہم تک پہنچایا ہے اماموں نے اس کو بچایا ، اور اس کی مکمل تشریح وتفسیر کی ہے ، اور زمانہ غیبت میں ، علماء کرام نہایت ہی جانفشانی سے اس کو نسلاًبعد نسلٍ منتقل کرتے رہے ہیں ،خدا ان کی ارواح طیبہ پر نزول رحمت فرمائے آمین۔

یہ کتاب جو آپ کے ہاتھوں میں ہے اس کو حجۃالاسلام والمسلمین جناب اصغر قائمی استاد حوزہ علمیہ قم نے مرتب فرمایا ہے جس کانام (اصول عقائدہے) ہم نے بھی اس کا اردو ترجمہ "اصول عقائد "ہی کیاہے ۔

عقائد کے عنوان سے سر دست متعدد علماء کی کتابیں موجود و مقبول ہیںلیکن جو بات اس کتاب کو دیگر کتب سے ممتاز کر دیتی ہے وہ اس کی سلاست و عام فہم دلیل اور طرز بیان ہے، جس کو ہر طبقہ اور ہر فکر کا انسان پڑھ اور سمجھ سکتا ہے۔

اس کتاب میں نہ ہی پیچیدہ فلسفی اصطلاحیں استعمال کی گئیں ہیں اور نہ ہی بے جا غرب اور غرب زدہ افراد کے نظریات کا کھوکھلا سہارا لے کر خود کو بہت ہی روشن فکر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ عقیدئہ، معاد، برزخ، حقیقت روح، جیسے پیچیدہ مسائل کو نہایت ہی خوش اسلوبی سے دلیلوں کے ساتھ پیش کیا ہے۔ نیز اختلافی عقائد کو بہت برملا بیان کیا ہے اس کی افادیت کا علم تو اس کے مطالعہ کے بعد ہی ہوگا۔

میں عزیز القلب حجۃ الاسلام والمسلمین جناب مولانا سید مظہر علی رضوی کا تہہ دل سے شکر گذار ہوں کہ جنہوں نے میری عدیم الفرصتی کے سبب اس کتاب کے ترجمہ میں مدد کی، خدا ان کے قلم و زبان میں استحکام اور اثر پیدا کرے تاکہ دین آل محمد ﷺ کے مدافع و وکیل بن سکیں، آمین۔

صاحبان علم و ادب سے مفید مشوروں کا متمنی

خاکپائے اولاد زہرا

سید مبین حیدر رضوی (پپروی)

پہلا سبق

اعتقادی مباحث کی اہمیت

علم عقائد

ہر علم کی اہمیت اور قدر و قیمت کا دار و مدار اس کے موضوع پہ ہوتا ہے اور تمام علوم کے درمیان علم عقائد کا موضوع سب سے بہتر اور بیش قیمت ہے ۔

ہر انسان کی جملہ مادی ومعنوی افکار و افعال کی بنیاددر اصل اس کے عقائدہیں ، اگر وہ صحیح و سالم، قوی اور بے عیب ہو ں تو اس کے اعمال و افکار اور مختلف نظریات سبھی صحیح اور شائستہ ہو ں گے ،اسی بنیادپر فروع دین (جو کہ اسلام کے عملی احکام ہیں)کی جانب ہر انسان کی کمی و کیفی توجہ اس بات پر موقوف ہوتی ہے کہ اصول دین کے سلسلہ میں اس کا عقیدہ کس معیار پر کھرا اترتا ہے ۔

دوسرے یہ کہ اعتقادی مسائل میں خدا شناسی (معرفت خدا) کا ایک خاص مقام ہے کیونکہ ایک موحد انسان کے تمام عقائد اور دنیا پر طرز نگاہ کی اصل بنیاد اور نقطۂ مرکزی اس کی خدا شناسی ہے !

قال الصادق علیه السلا م: لو یعلم الناس ما فی فضل معرفة اللّٰه ما مدوا أعینهم الیٰ ما متع به الأعداء من زهرة الحیاة الدنیا و نعیمها وکا نت دنیاهم ،أقل عندهم مما یطئونه بأرجلهم(1)

اگر لوگ معرفت خدا کی حقیقت سے آگاہ ہوجا تے تو دنیاجس سے دشمنان خدا نے زیادہ استفادہ کیا ہے اس کی رنگینیوں کی جانب کبھی آنکھ اٹھا کر نہ دیکھتے اور دنیا ان کی نگا ہوں میں پیروں سے روندی ہوئی خاک سے بھی زیادہ کم قیمت ہوتی ۔

اس چھوٹے سے مقدمہ کے بعد اصول عقائد کی بحث، خاص طور توحید الٰہی کی اہمیت بالکل روشن اور واضح ہو جا تی ہے، لیکن اس سے پہلے کہ توحید کی بحث شروع کی جائے بہتر یہ ہو گا کہ دین پر اعتقاد رکھنے کے جو فوائد اور نتائج ہیں ان کو بیان کردیا جائے ۔

---

(1)وافی جلد10،ص 42

دینی عقیدے کے آثار

1۔ دین، زندگی کو وزنی بناتا ہے ،اگر دین کو زندگی سے جدا کرلیں تو کھوکھلاپن اور حیرانی کے سوا کچھ بھی نہیں رہ جائے گا ۔

2۔ دین حیرت و استعجاب کو دور کرتا ہے .یعنی اس حیرانی کو دور کرتا ہے کہ کہاں تھے؟ کہاں ہیں ؟کس لئے ہیں اور کہاں جائیں گے ؟

مولا امیرالمومنین ں فرماتے ہیں:"رحم اللہ امرء علم من أین وفی أین و الی أین"خدا رحمت نازل کرے اس شخص پر جو یہ جانتاہے کہ کہاں سے آیا ہے ،کہاں ہے اور کہاں جانا ہے!

3۔ انسان ذاتی طور پر ترقی اور کمال کا تشنہ اور اس کا فدائی ہوتا ہے اور صرف دین وہ شئ ہے جو انسان کو حقیقی کمال کی جانب ہدایت کر سکتا ہے۔

امام باقرۜفرماتے ہیں :"الکمال کل الکمال التفقه فی الدین والصبر علی النائبة و تقدیر المعیشة"تمام کے تمام کمالات کا خلاصہ دین میں بصیرت ،مشکلات میں صبر اور زندگی میں میانہ روی اختیار کرنا ہے۔[1]

4۔ فکری سکون صرف آغوش دین میں ہے ،بے دین ہمیشہ مضطرب خائف اورپریشان رہتا ہے ، اگر دنیا کی فیصدی آبادی کو ملاحظہ کیا جائے تو ذہنی اور اعصابی نیز نفسانی بیماریاں ان معاشروں میں زیادہ ہیں جہاں دین نام کی کسی چیز کا وجود نہیں ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے :(الّذینَ آمَنُوا ولم یَلبسُوا ایمانهِم بظلمٍ اُولئِکَ لَهُم الأمنُ وَ هُم مُهتَدُونَ)[2]

"جو لوگ ایمان لائے اور ایمان کو ظلم سے آلودہ نہیں کیا وہ وہی لوگ ہیں جن کے لئے امن و سکون ہے اور وہ سالکین راہ ہدایت ہیں "۔

5۔ کوشش اور امید صرف دامن دین میں ہے جب کبھی حوادث روزگار اور زندگی کے پیچیدہ مسائل انسان کی زندگی میں سر اٹھاتے ہیں اور اس کو تمام راہیں مسدود نظر آتی ہیں اور وہ ان مشکلات کے سامنے اپنے آپ کو بے بس ، مجبور و کمزور محسوس کرتاہے تو ایسے وقت میں صرف مبداء و معاد، توحید و قیامت پر ایمان ہی وہ

---

(1) منتھی الامال ،کلمات امام باقر

(2) انعام آیۃ: 82

مرکز ہے جو بے تکان اس کی مدد کو دوڑتا ہے اور اس کو قوت عطا کرتا ہے، ایسے وقت میں وہ اپنے آپ کو تنہا محسوس نہیں کرتا بلکہ اس بات کا احساس کرتا ہے کہ ایک بہت بڑی طاقت اس کی پشت پناہی کر رہی ہے ۔

پھر امید اور حوصلہ کے ساتھ اپنی محنت اور کوشش کو جاری رکھتا ہے اور سختیوں کا گلا گھونٹ دیتا ہے لہٰذا توحید اور قیامت پر ایمان رکھنا انسان کے لئے پشت پناہ نیز استقامت و جواں مردی کا سرچشمہ ہے ۔

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:"المؤمنُ کالجبلِ الراسخِ لا تحرّکه العواصف"

"مومن اس پہاڑ کی مانند ہے جس کو آندھیاں ہلا بھی نہیں سکتی ہیں"

دین کے فوائد کے بارے میں حضرت علی کے چند اقوال :

1۔الدین أقویٰ عماد" دین سب سے مستحکم پایگاہ ہے"۔

2۔صیانة المرء علی قدر دیانته"انسان کی حفاظت اس کی دیانت داری کی مطابق ہوتی ہے"۔

3۔الدّین أفضل مطلوب"دین بہترین مطلوب و مقصود ہے"۔

4۔اجعل دینک کهفک" دین کو اپنی پناہ گاہ قرار دو"۔

5۔الدّین یصدّ عن المحارم "انسان کو گناہوں سے بچائے رکھتا ہے"۔

6۔سبب الورع صحة الدین دین کی سلامتی پرہیزگاری کا سبب ہے ۔

7۔یسیر الدّین خیر من کثیر الدنیا" تھوڑا سا دین بہت ساری دنیا سے بہتر ہے"۔

8۔من رزق الدّین فقد رزق خیر الدنیا و الاخرة"جو کوئی بھی دیندار ہو گیا گو یا خیر دنیا و آخرت اس کو عطا کر دی گئی"۔

9۔الدّین نور"دین نور ہے"۔

10۔نعم القرین الدّین"بہترین ساتھی او ردوست دین ہے"۔ [1]

دین او رمعاشرتی عدالت کی حفاظت

کسی نے امام رضاؑسے سوال کیا کہ خدا ، رسول اور امام پر ایمان لانے کا فلسفہ کیا ہے؟تو آپ نے فرمایا : لعلل کثیرة منها ان من لم یقرّ باللّٰہ عزّو جلّ لم یجتنب معاصیه ولم ینته عن ارتکاب الکبائر ولم یراقب أحداً فیما یشتهی و یستلذّ مِن الفساد والظلم [2]

"ممکن ہے اس کی بہت ساری علتیں ہوں جن میں سے ایک یہ ہے کہ جو شخص خدا پر ایمان نہیں رکھتا وہ گناہوں سے پرہیز نہیں کرتا . اور گناہان کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے او روہ فساد و ظلم جو اس کے لئے باعث لذت ہے اس کو انجام دینے میں کسی بات کی پرواہ نہیں کرتا "۔

یہ بالکل عام سی بات ہے کہ جو شخص خدا و قیامت پر یقین نہیں رکھتا اسی کے

(1)تمام احادیث ،غرر ودرر جلد 7، باب دین،

(2) میزان الحکمة، باب معرفت ۔

لئے عدالت مساوات ، ایثار، عفو ودرگذشت بلکہ تمام اخلاقی مسائل بالکل کھوکھلے بے معنی اور بے قیمت ہیں ۔

اور ایسے شخص کی نظر میں عادل ، ظالم ، صالح اور مجرم کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ اس کی نظر میں مرنے کے بعد سب ایک مساوی نقطہ پر پہنچیں گے۔

لہٰذا پھر کونسی ایسی چیز ہے جو اس انسان کو فتنہ و فساد اور ہوس رانی سے روک سکے ۔

نتیجۃًخدا اور قیامت پر ایمان اس بات کا باعث ہوتا ہے کہ انسان اپنے ہر فعل پر خود کو خدا کے سامنے جو اب دہ و ذمہ دار قرار دے ۔

ایک متدین انسان اس بات کا یقین رکھتا ہے کہ اس کا معمولی سا عمل چاہے نیک ہو یا بد اس کا حساب ضرور ہوگا ۔

(فَمَنْ يَعمل مِثقالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعمل مِثقالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ)[1]"جو کوئی بھی ذرہ برابرنیک عمل کرے گا اس کو (روز محشر) دیکھے گا اور جو ذرہ برابر برا عمل انجام دے گا اس کو (روز محشر) دیکھے گا "۔

بیشمار مسلمان دین کے والا مقام تک کیوں نہیں پہونچ سکے؟

گذشتہ بحثوں میں دین پر اعتقادرکھنے کے جو نتائج و فوائد بیان کئے گئے ہیں ان کی روشنی میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر دین زندگی کو قیمتی اور بھاری بھرکم بناتا

---

(1) سورہ زلزال 7۔8

انسان کو حیرانی و سرگردانی سے نکالتانیز انسان کے لئے کمال و سعادت کا باعث ہوتا اور اگردین سکون قلب کا سبب او رقوم وملت میں عدل وانصاف کے پھیلنے کا باعث ہوتا تو مسلمانوں کی اکثریت ان مقامات کو کیوں نہ پاسکی ؟اس سوال کا جواب امیرالمومنین کے کلام کی روشنی میں ملا حظہ فرمائیں ۔

قال علی "الیمانُ اِقرار باللسان ومعرفة بالقلبِ و عمل بالجو ارح "

"ایمان زبان سے اقرار،دل سے معرفت اور اعضاء و جوارح سے عمل کرنے کا نام ہے"۔ اوریہ بات بالکل روز روشن کی مانند واضح ہے کہ مسلمانوں کی اکثر تعداد پہلے مرحلہ سے آگے نہ بڑھ سکی"۔[1]

نتیجہ یہ ہوا کہ معرفت و عمل کے بغیر صرف زبانی ایمان کا کوئی اثراور فائدہ نہیں ہوا ۔

قال الصادق علیه السلام : لا معرفة الاّ بالعمل فَمَنْ عرف دلته المعرفة علیٰ العمل و من لم یعمل فلا معرفة له[2]

"معرفت، عمل کے سوا کچھ بھی نہیں اور جس نے بھی معرفت حاصل کی معرفت نے اسی کو عمل کی راہ پر گامزن کردیا لہذا جو شخص باعمل نہیں وہ با معرفت بھی نہیں"۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کے اس نورانی قول کی روشنی میں یہ بات ثابت

---

(1) بحارالانوار جلد69، ص68 (2)اول کافی .باب جو نادانستہ عمل کرے (حدیث دوم)

ہو جاتی ہے کہ ایمان کے آثار و فوائد اس وقت ظاہر ہوتے ہیں جب ایمان دل کی تہوں میں اترجائے اور دل کے توسط سے اعضاء و جوارح کے ذریعہ عمل ظہور پذیر ہو جائے ۔

سوالات

1۔ اصول دین میں بحث کیوں اہمیت رکھتی ہے ؟

2۔دین پر اعتقاد رکھنے کے آثار خلاصہ کے طور پر بیان کیجئے ؟

3۔ خدا اور رسول و امام پر عقیدہ رکھنے کا فلسفہ کیا ہے ؟

4۔ مذہبی معاشرہ ،دین کے فوائد اور اس کے آثار سے کیوں بہرمند نہیں ہوسکا ؟

دوسرا سبق

توحید فطری

فطرت کے لغوی معنی سرشت و طبیعت سے عبارت ہے اور اصطلاح میں ہر انسان کے معنوی جذبہ اور خواہش کو فطرت کہا جاتا ہے، انسان کے اندر دو طرح کے خواہشات پائے جاتے ہیں ۔

1۔مادی خواہشات :جو مادی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے انسانی وجود میں پوشیدہ ہوتی ہیں. جیسے حب ذات ،بھوک ،پیاس ، خوف، امید وغیرہ۔

2۔ معنوی خواہشات : جیسے ترقی ،دوستی ، ایثارو قربانی ، احسان و شفقت اور اخلاقی ضمیر ،یہ خواہشات انسانی وجود میں اس لئے رکھی گئی ہیں تاکہ وہ حیوانیت کے حدود سے نکل کر واقعی اور حقیقی کمالات تک پہونچ سکے ۔

فطرت یا معنوی خواہشات

معنوی خواہشات یا فطرت اسے کہتے ہیں کہ جس کو انسان خود بخودپا لیتا ہے اور اس کو سیکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی فطرت ،معرفت و شناخت کے سرچشموں میں سے ایک سرچشمہ ہے، کبھی اس سرچشمہ شناخت کو قلب سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور عقل جوکہ تفکرو ادراکات نظری کا مرکز ہے اس سے بہت جدا ہے اور یہ سب کے سب انسانی روح کے ایک ہی درخت کے پھل اور اس کی شاخیں ہیں یہ معنوی معرفت ہر انسان کے اندر موجود ہے۔

البتہ کبھی کبھی سیاہ پردے بیچ میں حائل ہو جاتے ہیں اور یہ فطرت آشکار نہیں ہو پاتی. انبیاء کی بعثت نیز اماموں کا سلسلہ انہیں پردوں کو ہٹانے اور فطرت الٰہی کے رشد کے لئے تھا انسان فطرت توحید کے ساتھ دنیا میں آتا ہے ۔

جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے (: فَأَقِم وَجھکَ للدّین حَنِیفًا فِطرَتَ اللہِ التِی فَطرَ النّاسَ عَلَیھا لا تَبدِیلَ لِخَلقِ اللہ ذلک الدّینُ القَیّمُ ولَکنّ أَکثَرُ النّاسِ لَا یَعلَمُونَ)[1]"آپ اپنے رخ کو دین کی طرف رکھیں اور باطل سے کنارہ کش رہیں کہ یہ دین فطرت الٰہی ہے جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا ہے اور خلقت الٰہی میں کوئی تبدیلی نہیں آسکتی ،یقینا یہی سیدھا اور مستحکم دین ہے مگر لوگوں کی اکثریت اس بات سے بالکل بے خبر ہے"۔

فطرت، روایات کی روشنی میں

قال رسول اللہ ﷺ :"کُلُّ مولودٍ یُولدُ علیٰ الفِطرۃِ حتیٰ یکون أبواہ یھّودانه أوینصّرانه"[2]ہر بچہ فطرت (توحید و اسلام) پر پیدا ہوتا ہے مگر یہ کہ اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا عیسائی بنا دیتے ہیں ۔

---

(1)سورہ روم آیت :30 (2) بحارالانوار جلد3،ص281

عن زراره سالت أبا عبد اللهِ علیه السلام عن قول الله عزَّ ّوجلَّ فطرةُ اللهِ التی فطرالنّاس علیها قال: فطرهم جمیعاً علیٰ التوحید [1]

جناب زرارہ کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق سے خدا کے اس قول (فطرة اللہ) کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: کہ خدا نے سب کو فطرت توحید پر پیدا کیا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آیت کریمہ میں فطرت سے کیا مراد ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا: اسلام مراد ہے کیونکہ خدا نے جب انسانوں سے توحید اور معرفت خدا کا عہد لیا تھا اسی وقت ضرورت دین کو بھی ان کے وجود میں جا گزیں کر دیا تھا [2]

عن علیّ ابن مو سی الرِّضا صلوات الله علیه عن أبیه عن جده محمّد بن علیِّ بن الحسین علیهم السلام فی قوله فطرة الله التیِ فطر النّاس علیها:قال هولاأله اِلّا الله مُحمّد رسول الله علیِّ امیرالمومنین الیٰ هٰهنا التوحید [3]

امام رضاؑ نے اپنے والد بزرگوار سے انہوں نے اپنے جد امام باقرؑ سے نقل کیا (فطرة اللہ) کے معنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

---

(1) بحارالانوار جلد3، ص،278

(2) بحارالانوار جلد3، ص278

(3) بحارالانوار جلد3، ص277

علی امیر المومنین نہیں یعنی خدا کی وحدانیت کے اقرار میں رسالت محمدی کا یقین اور ولایت امیر المومنین کا اقرار بھی شامل ہے ۔

ابو بصیر نے امام محمد باقرؑ سے نقل کیا ہے کہ (فَأَقِم وَجهک للدِّینِ حَنیفًا) سے مراد ولایت ہے۔ [1] حقیقت امر یہ ہے کہ ہر انسان اپنے آپ میں ایک پیدا کرنے والے کا احساس کرتا ہے اور یہ وہ کیفیت ہے جس کو خدا نے انسانوں کی سرشت و فطرت میں ودیعت کردیا ہے ۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کو غیر مسلم دانشوروں نے بھی قبول کیا ہے جن کے چند نمونوں کی جانب ہم اشارہ کریں گے

مذہبی فطرت اور دانشوروں کے نظریات !

بغیر کسی استثنا کے عقیدہ او رمذہب سب میں پایا جاتا ہے اور میں اس کو پیدائشی مذہبی احساس کا نام دیتا ہوں، اس مذہب میں انسان آرزوں اور مقاصد کے کم ہونے اور عظمت وجلال جو ان امور کے ماوراء اور مخلوقات میں پوشیدہ ہوتے ہیں انکا احساس کرتا ہے۔ [2] "انسٹن"

"دل کے پاس کچھ ایسی دلیلیں ہیں کہ جہاں تک عقل کی رسائی نہیں ہے"[3]

"پاسکال"

میں بالکل کھلے دل سے اس بات کا اعتراف کرتا ہونکہ مذہبی زندگی کا سرچشمہ دل ہے۔[4] "ویلیم جیمز"

---

(1)بحارالانوار جلد3، ص277

(2)دنیا ی کہ من می بینم ص53

(3)سیر حکمت دراروپاص،14

(4)سیر حکمت دراروپاص 321

ہمارے اسلاف نے بارگاہ خداوندی میں اس وقت سر کو جھکا دیا تھا جب وہ خدا کو کوئی نام بھی نہ دے سکے تھے ۔ [1] "ماکس مولر"

جو حقیقت کھل کر ہمارے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ عرفانی احساس ایک ایسی لہر ہے جو ہماری فطرت تو نکے تہہ سے اٹھتی ہے اور در حقیقت وہی اصل فطرت ہے جس طرح انسان پانی اور آکسیجن کا محتاج ہے اسی طرح خدا کی ضرورت بھی ہے۔ [2]
"الکس کارل"

انسان اس بات کا احساس کرتا ہے کہ اسے آب و دانہ کی ضرورت ہے اسی طرح ہماری روح کو بھی بہترین روحانی غذائوں کی ضرورت ہے ۔ اسی احساس کا نام ہے دین، جس کی جانب پہلے ہی انسان کی ہدایت کر دی گئی تھی ، گویا یہ کہ اگر دنیا کی وحشی ترین قوم سے ایک بچہ کو لے لیں اور اس کو آزاد چھوڑ دیں کہ وہ جیسے چاہے ویسے زندگی گزارے اور اس کو کسی بھی دین سے آشنا نہ کرائیں وہ جس وقت بڑا ہوگا اور جس قدر اس کا شعور و ادراک کامل ہوگا ہم اس بات کو محسوس کریں گے کہ وہ کسی گمشدہ شی کی تلاش میں ہے اور ہر دم اور ہمیشہ اصل فطرت و سرشت کی بنا پر ادھر ادھر ہاتھ پیر مارے گا تاکہ اپنے دماغ میں کسی چیز کا تصور کر سکے او رہم اس کی اس تگ ودو اور فکر کو دین کہتے ہیں۔ "سقراط حکیم"

---

(1) مقدمہ نیایش ص 31

(2) نیایش ص 16،24

امیدوں کا ٹوٹنا اور ظہور فطرت

ہر انسان اضطراب اور غیر خدا سے قطع تعلقات کے وقت اللہ سے لو لگاتا ہے اور فطرتاً اپنے کو اس بے نیاز کا محتاج محسوس کرتا ہے۔ اگر ہر وقت یہی کیفیت برقرار رہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا اس کے معبود سے ناتہ ٹوٹا نہیں ہے [1]

امیر المومنین ں کلمہ(اللہ) کی تفسیر یوں فرماتے ہیں کہ..هوالّذی یتألہ الیه عند الحوائج والشّدائد کل مخلوق عند انقطاع الرجاء من جمیع من هودونه وتقطع الاسباب من کل من سواه[2] خدا اس ذات کا نام ہے کہ سختی اور حاجات کے وقت جب دنیا کی ہر مخلوق کے ناتے ٹوٹ جاتے ہیں اور امیدیں غیر خدا سے منقطع ہوجاتی ہیں تو اس کی پناہ میں آتے ہیں۔

ایک شخص نے امام جعفر صادق سے عرض کیا یا بن رسول اللہ! خدا کی معرفت عطا کریں کیونکہ اہل مجادلہ (بحث کرنے والوں) نے ہم سے بہت ساری باتیںکی ہیں اور ہمیں پریشان کر کے رکھ دیا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ: کیا تم کبھی کشتی پر سوار ہوئے ہو؟ اس نے کہا ہا ں۔ آپ نے فرمایا: کیا کبھی ایسا نہیں ہو اکہ تمہاری کشتی بھنور میں پھنس گئی ہو اور اس وقت نہ کوئی دوسری کشتی اور نہ ہی کوئی شناگر (تیراک) ہو جو تم کو نجات دے سکے. اس نے عرض کی جی ہاں۔

آپ نے فرمایا: کیا اس وقت تم نے اس بات کا احساس نہیں کیا کہ اب بھی کوئی ایسی طاقت ہے جو تم کو اس خطرناک موجوںسے نجات دلا سکتی ہے. اس نے

---

(1) آیات قران بہ ترتیب 12،8،65،33،32، سورہ یونس، زمر، عنکبوت، روم، لقمان،

(2) میزان الحکمۃج ا، ص782 باب صانع

کہا: ہاں ۔ آپ نے فرمایا : وہی خدا ہے جو تم کو اس جگہ نجات دے سکتا ہے جس جگہ کوئی نجات دینے والا نہیں اور نہ ہی کوئی فریاد رس ہے [1]

گویا یہ خدا شناسی کی فطرت وجود انسان کے بنیادی سرمایہ میں سے ہے جو کہ آئین ساز حقیقت کی رہنمائی کرتی ہے ۔مگر بسا اوقات دنیا سے بہت زیادہ وابستگی فاسد ماحول بلکہ ایک لفظ میں یوں کہا جائے کہ گناہ، فطرت کی حقیقت نمائی سے روک دیتا ہے اور صاف و شفاف آئینہ کو دھندھلا اور غبار آلود کردیتا ہے۔

(ثُمَّ کَا نَ عَاقبَةَ الَّذینَ أَسآؤا السُّوایٰ أَن کَذَّبوا بآیاتِ اللهِ وَکَانُوا بِها یَستهزؤنَ) [2] جن افراد نے بہت زیادہ گناہ کیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے آیات الٰہی کو جھٹلایا اور مسخرہ بنایا ۔

---

(1) بحار الانوار ج 3، ص ،41

(2) سورۂ روم 10۔

سوالات

1۔ لغت اور اصطلاح میں فطرت کے کیا معنی ہیں ؟

2۔ آیت میں (فطرة الله التی فطرالناس علیها) آیا ہے اس سے مراد کیا ہے ؟

3۔ سقراط نے فطرت توحیدی کے بارے میں کیا کہا ہے ؟

4۔ امام جعفر صادق نے اس کو کیا جواب دیا جو خدا کی معرفت چاہتا تھا ؟

تیسرا سبق

وجود انسان میں خدا کی نشانیاں

(سَنُرِيهِم آياتِنَا فيِ الافاقِ وَ فِی أَنفُسِهم حتیٰ يَتبيَّن لَهُم أَنَّهُ الحَقُّ)[1] ہم اپنی نشانیو ں کو دنیامیں اورانسان کے وجود میں لوگوں کو دکھلائیں گے تا کہ وہ جا ن لیں کہ خدا حق ہے ۔

(وَفِی خَلقِكُم وَمَا يَبُثُّ مِن دَا بّةٍ آيا تُ لقومٍ يُوقنُونَ)[2] اور خو د تمہا ری خلقت میں بھی اور جن جانوروں کو وہ پیداکرتا رہتا ہے ، ان میں بھی صاحبان یقین کے لئے بہت ساری نشانیاں ہیں ۔ (وَمِن آياتِه أَن خَلقَلكُم مِّن تُرابٍ ثُمّ اِذا أَنتُم بَشَرُ تَنتَشِرُون)[3] اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمہیں خاک سے پیدا کیا اور انسان بنایاپھر تم زمین پر پھیل گئے ۔

جب کہ دنیا کے چوٹی کے دانشورا ور مفکرین ، مختلف النوع اشیاء کا مختلف انداز میں معائنہ کر رہے ہیں لیکن خود وجود انسان ایک نا شناختہ وجو د بنا ہو ا ہے اور برسوں درکا رہیں اس بات کے لئے کہ دنیا کے دانشور حضرات دنیا کے اس سب سے بڑے معمہ کی گتھی کو سلجھا سکیں اور اسکے زاویئے کو آشکا ر کر سکیں اور شاید یہ حل نہ ہونے والی پہیلی ہے۔

---

(1) سورہ فصلت آیہ:53

(2) سو رہ جاثیہ آیہ:4

(3) سورہ روم آیۃ: 20

انسان کا جسم

اصحاب امام صادق میں سے ایک کہتے ہیں کہ میں نے ہشام بن حکم (امام جعفر صادق کے شاگرد) سے پوچھا کہ اگر کوئی مجھ سے یہ سوال کرلے کہ تم نے خدا کو کیسے پہچانا تو اس کا کیا جواب ہوگا؟ ہشام کہتے ہیں ہم اس کے جواب میں یہ کہیں گے کہ خدا کو ہم نے اپنی ہی ذات کے ذریعہ پہچانا اس لئے کہ وہ تمام چیزوں میں سب سے زیادہ نزدیک ہے، میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ میرے جسم کی اتنی عظیم عمارت مختلف اجزاء پر مشتمل ہے اور ہر کوئی اپنے مخصوص انداز و مقام پر رواں دواں ہے ان اجزاء کا نظم و ضبط اس بات کا غماز ہے کہ ان کا خالق بہت ہی متین اور دقیق ہے۔ اور (یہ جسم) مختلف اقسام کے رنگ و روغن سے آراستہ ہے ،میں اس بات کا قطعی مشاہدہ کر رہا ہوں کہ میرے مختلف النوع حواس ،طرح طرح کے اعضاء و جوارح جیسے آنکھ کان ، شامہ ، ذائقہ ، لامسہ ، خلق کئے ، اور تمام عقلاء کی عقل اس بات کو محال جانتی ہے کہ ایک منظم پروگرام کسی ناظم کے بغیر یا کوئی اچھوتی اور نفیس تصویر کسی ماہر نقاش کے بغیر وجود میں آجائے لہٰذا میں نے اس سے اس بات کا پتہ لگایا کہ میرے جسم کا نظام میرے بدن کی نقاشی اس قانون سے مستثنیٰ (جدا) نہیں ہے بلکہ کسی خالق کی محتاج ہے۔ [1]

ایک شخص نے امام رضاؑ سے وجود خدا پر دلیل طلب کی تو آپنے فرمایا :

---

(1) بحار الانوار ج3، ص،50

"علَمتُ اَنَّ لهذا البنيان بانياً فأقررتُ به"

میں نے اپنے وجود ہستی پر نظر کی تو اس بات کا انکشاف کیا کہ کوئی اس کا خالق ہے لہٰذا میں نے اس کے وجود کا اقرار کرلیا۔ (1)

صادق آل محمد فرماتے ہیں: مجھے اس شخص پر تعجب ہوتا ہے جو یہ تصور کرتا ہے کہ خدا بندوں کی نظروں سے پوشیدہ ہے جبکہ اس کی خلقت کے آثار خود اپنے آپ میں دیکھتا ہے اور وہ ایسے آثار ہیں جو عقلوں کو مبہوت اور غلط افکار کو باطل کردیتے ہیں۔

میرے جان کی قسم! اگر نظام خلقت میں غور کرلیتے تو یقینا خالق کائنات کی جانب مدلل ثبوتوں کے ذریعہ پہنچ جاتے۔ (2)

جسم انسان ایک پر اسرار عمارت

دانشور و مفکرین حضرات نے خصوصیات انسان کو جاننے کے لئے کچھ علوم کی بنیا د رکھی ہے اور اس کے توسط سے کچھ رازوں کو جان سکے ہیں۔

کیونکہ انسان کے اعضاء میں سے ہر عضو اسرار توحید کی ایک دنیا چھپائے ہوئے ہے، ان اسرار کو حسب ذیل امور میں تلاش کیا جا سکتا ہے۔

1۔جسم انسان کے پر اسرار انگ: انسان کا بدن ایک عمارت کی مانند مختلف خلیوں سے مل کر بنتا ہے جس کا ہر ایک خلیہ مستقل زندہ وجود ہے اور دیگر جاندار کی طرح ہضم ،جذب ، دفع ، اور تولید مثل رکھتا ہے انسان کے جسم میں معمولا وہ خلیہ جو

---

(1) اصول کافی کتاب التوحید۔ باب :1 حدیث۔3

(2)بحار الانوار ج3، ص 152

مستقل دل کی مدد سے خون کے سہارے غذا حاصل کرتے ہیں. کمروروں کی تعداد میں ہیں ان میں سے ہر ایک خلیہ خاص اندازمیں مرتب اور کارفرما ہیں ۔ کبھی گو شت کی صورت میں کبھی پو ست کی شکل میں کبھی دانت کے مثانے کبھی اشک چشم کی صورت میں متشکل ہوتے ہیں، یہ بالکل سامنے کی بات ہے کہ ان میں سے ہر ایک خاص غذا کا محتاج ہوتاہے جو خون کے ذریعہ دل کے فرمان کے تحت ان تک پہنچایاجاتا ہے ۔

2۔ مرکز ہضم، جسم کے باورچی خانہ کی حیثیت رکھتاہے ۔

3۔ مرکز گردش خو ن ،پورے بدن میں غذا رسانی کاکام کرتاہے۔

4۔ مرکز تنفس بدن انسانی میں تصفیۂ خون کا کام انجام دیتاہے۔

5۔ مرکز مغز و اعصاب تمام انسانی قوا کا فرمانروا ہے ۔

6۔ کان، آنکھ ، ناک، یہ سب مغز کے مواصلاتی مراکز ہیں ۔

7۔تمام اعضاء بدن مرکزی حیرت انگیز مشینری ہیئجو دانا او رتوانا خالق کی جانب راہنمائی کرتی ہیں ۔[1]

تمام اعضا ء بدن کی فعالیت اور ان کی فیزیکی نشوء ونما کے بارے میں ہزاروں دانشوروں نے مطالعہ کر کے ہزاروں کتابیں لکھی ہیں، کیا کوئی بھی اس بات پریقین کرے گا کہ ان اعضاء میں ہرایک کی شناخت کے لئے اتنے عقول ،ذکا وت و درایت کی ضرورت ہے لیکن اس کی تخلیق کے لئے کسی بھی علم و عقل کی قطعی ضرورت نہیں ہے !

---

(1) راہ خدا شنا سی ۔ استاد سبحانی

یہ کیسے ممکن ہے کہ اعضاء انسانی کی فعالیت اور کیفیت کار کے لئے برسوں مطالعہ کی ضرورت ہے، مگر ان کی خلقت بے شعور عوامل کے توسط سے ہوجائے آخر دنیا کی کون سی عقل اس بات کو قبول کرے گی ؟۔

دماغ کی حیرت انگیز خلقت

جسم انسان کا اہم ترین اور دقیق ترین مرکز انسان کا دماغ ہے دماغ تمام قوائے بدن کا فرمانروا اور وجود انسان کے تمام اعصابی مراکز کا اصلی مرکز ہے ،دماغ ضروری اطلاعات کی فراہمی ، اعضاء کے احتیاجات نیزبدن تک اپنے تمام فرامین کے پہچانے کے لئے جسم کے تمام باریک اجزاء جو جسم بھرمیں پھیلے ہوئے ہیں ان کا سہارا لیتا ہے اور ان اجزاء کو (سلسلۂ اعصاب) کہتے ہیں ۔

انسان کی چھوٹی سی کھوپڑی میں اتنا عظیم الشان مرکز کس طرح فعالیت کرتا ہے، اگر اس جانب توجہ کریں تو ہم کو اس کا ئنات کے خالق کی عظمت و قدرت و حکمت کی جانب راہنمائی کرتا ہے ۔

روح انسان مخلوقات عالم کی عجیب ترین شیٔ

وجو د انسان کے ابعاد میں سے ایک روح ہے، روح کا ئنات کی عجیب ترین اورپر اسرار موجودات میں شمار ہو تی ہے جبکہ تمام چیزوں سے زیادہ ہم سے نزدیک ہے پھر بھی اس کی معرفت سے قاصر ہیں ۔ ہر چند دانشمندوں نے اس کی شناخت کے لئے انتھک کوشش کر ڈالی ہے، مگر اب بھی روح کا اسرار آمیز وجود جوں کاتوں ہے اور اس کے رخ سے رموز کے پردے ہٹائے نہیں جا سکے ہیں ۔

قال اللہ: (یَسئلُونَک عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِن أَمرَ رَبّی وَما أُوتِیتُم مِنَ العِلمِ اِلاّ قلیلاً)[1] یہ تم سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہہ دوکہ روح فرمان الٰہی میں سے ہے اور تم کو تھوڑے سے علم کے سوا کچھ نہیں دیا گیا ہے یہ سر بمہر جواب اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ روح کائنات کے موجودات میں سے نہایت ہی سرّی وجود ہے اور اس سے لا علمی وعدم آگاہی کم تعجب کی بات نہیں ہے کہ اسرار روح سے آگاہ نہ ہو سکے ۔

یہ عجوبہ قادر ومتعال خدا کی عظیم نشانیوں میں سے ایک ہے ۔

روح انسان کی سرگرمیاں

ہم بے شمار روحی اور فکری سرگرمیاں رکھتے ہیں چاہے خود آگاہ طور پر یا ناخود آگاہ طور پر ، اور ہر ایک ان میں سے ایک مستقل موضوع بحث ہے نیز متعدد کتابوں میں اس کے بارے میں بحث ہو چکی ہے ان سرگرمیوں میں سے کچھ حسب ذیل ہیں ۔

1۔ تفکر: مجہولات کا حصول اور حل مشکلات ۔

2۔ تجدد: (نیاپن) ۔ متعدد حاجات کو پورا کرنا ، مختلف حوادث کا مقابلہ کرنا ایجادات وانکشافات ۔

---

(1) سورہ اسرار آیۃ:85

3۔ حافظہ ، ان معلومات کو محفوظ رکھنے کے لئے جو حس ، تفکر کے ذریعہ انسان کو حاصل ہو ئی ہے ،پھر ان کی درجہ بندی و حفاظت اور وقت ضرورت ان کی یا د آوری ۔

4۔ مسائل کا تجزیہ اور ان کی تحلیل :حادثات کے علل و اسباب کو معلوم کرنے کے لئے مفاہیم ذہنی کو ایک دوسرے سے جدا کرنا پھر انہیں مرتب کرنا تاکہ حادثہ کے علل و اسباب کو بخوبی معلوم کیاجاسکے ۔

5۔ تخیل: یعنی ذہنوں شکلوں کا ایجاد کرنا جو بسا اوقات خارج میں موجود نہیں ہوتیں اور وہ نئے مسائل کے سمجھنے کو مقدمہ ثابت ہوتی ہیں ۔

6۔ قصد و ارادہ : امور کی انجام دہی ، ان کو متوقف کرنا یا ان کو اتھل پتھل کرنا

7۔ محبت و دوستی ، دشمنی و نفرت: اور ان کے مانند دسیوں احساسات جو انسانی اعمال میں مثبت و منفی اثرات رکھتے ہیں۔ [1]

اپنی پہچان

خدا کی حکمت اور اس کی اہم ترین تدبیری نشانیوں میں سے ایک شیء خلقت انسان ہے اس کی شنا خت ، شنا خت خدا وند کامقدمہ ہے ۔

قال عليّ ں:مَن عرفَ نفسه فقد عرف ربّه[2]"جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے گویا خدا کو پہچان لیا" ۔

قال أميرُ المومنينَ عليه السلام: عَجبتُ لِمن يجهل نفسه

---

(1)پیام قرآن جلد2، بحث روح

(2) غرر ودرر ۔ باب معرفت

كيف يعرف ربّه [1]" میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر جو خود اپنے آپ سے جاہل ہے وہ خدا کو کیسے پہچانے گا ".

قال علی علیه السلام :مَن عرف نفسه فقد انتهیٰ الیٰ غایة کلّ معرفة و علم [2]"جن نے خدا کو پہچان لیا گویا اس نے ہر علم ودانش کو پا لیا "۔

قال علیّ علیه السلام : معرفة النفس أنفع المعارف [3] "نفس کی پہچان بہترین معرفت ہے "۔

قال امیر المومنین علیه السلام : عجبت لمن ینشد ضالته وقد أضلَّ نفسه فلا یطلبها[4]

"میں حیران اس شخص پر جو کسی گمشدہ شيء کو تلاش کر رہا ہے جبکہ وہ خود کو گم کر بیٹھا ہے اور اس کو تلاش نہیں کر رہا ہے"۔

---

(1) (2)(3)(4)غرر ودرر۔ باب معرفت

سوالات

1۔ معرفت نفس کے سلسلہ میں حضرت علی کی ایک حدیث بیان کریں ؟

2۔ شناخت خدا کے بارے میں ہشام کی کیا دلیل تھی ؟

3۔ بطور خلاصہ بیان فرمائیں کہ جسم انسان کن چیزوں سے بنا ہے ؟

4۔ روح کی سرگرمیوں کو بطور خلاصہ بیان کریں ؟

چوتھا سبق

آفاق میں خدا کی نشانیاں (فصل اول)

زمین:

(وَفِی الأرضِ آیاتُ لِلمُوقنینَ)[1] زمین ہی اہل یقین کے لئے نشانیاں ہیں۔قرآن میں تقریباً اسّی مقامات پر خلقت زمین کے سلسلہ میں بحث کی گئی ہے اور عشاق و فدائیان قران کو عظمت و خلقت زمین کی معرفت کی دعوت دی گئی ۔

امام جعفر صادق نے مفضل کو مخاطب کر کے فرمایا :اس زمین کی خصوصیات پر غور کرو ، اس کی خلقت کچھ یوں کی گئی ہے کہ مستحکم و استوار ہے اور مختلف النوع اشیاء کا مستقر و پناہ گاہ ہے او رتمام فرزندان آدم اپنی حاجات بر آنے کیلئے اس پر تلاش و کوشش کر سکتے ہیں سکون و آرام کے وقت اس پر بیٹھ سکتے ہیں اور لذت خو اب سے بہرہ امند بھی ہو سکتے ہیں .. لہٰذا عبرت حاصل کرو اس وقت سے جب زلزلہ کے جھٹکے لگتے ہیں اور زمین کو قرار نہیں رہتا اور لوگ ناچار ہو کر گھروں کو چھوڑ کر فرار کی راہ لیتے ہیں [2]

تعجب خیزبات تویہ ہے کہ یہ کشتی فضا ان تمام عظمتوں کے ہمراہ کروڑوں لوگوں کو اپنے دوش پر اٹھا ئے ہو ئے نہایت ہی سرعت کے ساتھ ایک گہوارے کی
مانند متمکن و مستقر۔

---

(1) سورہ ذاریات آیۃ: 20

(2) بحار الانوار ج3 ،ص 121

علی دعائے صباح میں فرماتے ہیں : يَا من أَرقَدنِي فِي مهاد أمنه و أمانه "اے وہ !جس نے امن وامان کے گہوارے میں لذت خو اب عطاکیا" زمین کے بہترین حصہ دریائوں او رسمندروں کی نذر ہو گئے اور ان میں ایسے ایسے عجائبات پائے جاتے ہیں جن کی تفصیل کے لئے مستقل بحث کی ضرورت ہے ، یا من فی البحار عجائبه ، اے وہ ذات! جس کے عجائبات کے مظہر دریائوں میں اٹے پڑے ہیں۔ [1]

مولائے متقیان کی دوسری مناجات میں آیا ہے : أنت الذيِ في السماءِ عظمتک و في الأرضِ قُدرتک وفيِ البحار عجائبک [2] تو خدا وہ ہے جس کی عظمت کے شاہکار آسمان میں ، قدرت کے نمونے زمین میں اور حیرت انگیز تخلیقات دریائوں میں بکھری پڑی ہیں ۔

امام جعفر صادق نے مفضل سے فرمایا : اگر تم خالق کی حکمتوں اور مخلوقات کی کم مائیگی علم کو جاننا چاہتے ہو تو پھر سمندروں کی مچھلیوں اور آبی جانوروں اور اصداف کو دیکھو یہ اتنی تعدادمیں ہیں کہ ان کا محاسبہ نہیں کیا جا سکتا اور ان کی منفعت کا علم بشریت پر دھیرے دھیرے روشن ہوگا ۔ [3]

---

(1)جوشن کبیر

(2) بحار الانوار ج97،ص

97(3) بحار الانوار ج3، ص 103

چاند اور سورج

(قال اللہ تعالیٰ :ومِن آیا تِہِ اللَّیلُ و النَّھارُ وَ الشَّمسُ والقَمَرُ)[1]اور خدا کی نشانیا ں میں سے دن ، رات ، اور چاند و سورج ہیں۔

سورہ یونس میں ارشاد ہوا کہ وہ خدا ہے جس نے سورج کو چمک عطا کی اور چاند کو چاندنی سے نوازا او ران کے مستقر کو معین کیا تاکہ برسوں اور صدیوں کے حساب کو جا ن سکو اور خدا نے ان سب کو بجز حق خلق نہیں کیا ہے. اور وہ اہل علم و فکر کے لئے اپنی نشانیوں کو بیان کرتا ہے ۔

سورج اپنی تا بنا کیو ں کے ذریعہ صرف بستر موجودات کا ئنات ہی کو گرم اور منور نہیں کرتا، بلکہ حیوانات و نباتات کو حیات عطا کرنے میں ایک اہم کردار ادا کرتاہے۔ آج دنیا کے سامنے یہ حقیقت کھل کر آگئی ہے کہ کرۂ زمین کی تمام حرکات خورشید کی ضیاء باریوں کا صدقہ ہے ، خورشید کا حجم دنیا کے حجم کے 13 تیرہ لاکھ ہزار کے برابر بڑا ہے برج آسمانی میں سورج کا منظم حرکت کرنا اس کا دقیق طلوع و غروب کرنے کے علا وہ مختلف فصلو ں کا تعین او رزمان کی تعیین انسانوں کی اجتما عی زندگی میں بہت ہی مفید اور بے حد معاون ہے ۔

چاند ہر گھنٹہ میں تین ہزار چھ سو کیلو میٹر زمین کے اطراف میں اپنی مسافت طے کرتا ہے اور قمری مہینوں میں چاند کم و بیش 29 روز کے اندر زمین کا مکمل چکر لگاتا ہے اور زمین کے ساتھ سال میں ایک بار سورج کا چکر لگا تا ہے چاند ، سورج ، ان میں سے ہر ایک کی گردش ایک خاص نہج پر ہے جس کو فکر بشر درک کرنے سے عاجز ہے ، جو کچھ ہم درک کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ یہ منظم و مرتب طریقہ سے گردش کرنا ،زمان کی

---

(1)سو رہ فصلت آیۃ: 37

ترتیب اور شب و روز اور ماہ و سال کی پیدائش کا سبب ہے ۔

امام صادقؑ نے مفضل سے روایت کردہ حدیث میں فرمایا: سورج کے طلوع اور غروب میں تدبر کرو خدا نے دن و رات کی حاکمیت کو سورج کے حوالے سے معین کیاہے اگر سورج طلوع نہ ہوتا تو نظام دنیا درہم برہم ہو جاتا ، اگر اس کا نور نہ ہوتا تو حیات کائنات بے نور ہوجاتی ، اور وہ غروب نہ ہوتا تو لوگوں کا چین حرام ہوجاتا کیونکہ روح و جسم کو آرام و سکون کی شدید ضرورت ہوتی ہے سورج کا نشیب و فراز میں جانا چار فصلوں کے وجود کا سبب ہے اور جو کچھ اس کے منافع و آثار ہیں، ان کے بارے میں غور و فکر کرو ،چاند کے ذریعہ خدا کو پہچانو کیونکہ لوگ اسی کے مخصوص نظام کے ذریعہ مہینوں کو پہچانتے ہیں اور سال کے حساب کو مرتب کرتے ہیں ، ذرا دیکھ تو سہی کہ کس طرح اندھیرے کے سینے کو چاک کرکے رات کو روشنی بخشتا ہے اور اس میں کتنے فوائدپوشیدہ ہیں۔ [1]

ستارے : قال اللہ: (اِنَّا زَيَّنَّا اَلسَّمَآءَ الدُّنيَا بِزِينَة الكَوَاكِبِ) [2] ہم نے دنیاوی آسمان کو ستاروں کی محفل سے سجایا ہے، مولائے کائنات فرماتے ہیں : آسمانوں میں بکھرے ہوئے ستارے زمینوں پر بسے ہوئے شہروں کے مانند ہیں اور ان میں سے ایک شہر دوسرے شہر سے نورانی ستون سے متصل ہیں ۔[3]

---

(1) بحارالانوارج، 55 ص175

(2) سورہ صافات آیۃ،

(3) بحا الانوارج55ص 916

سوالات

1۔ امام جعفر صادق نے خلقت زمین کے بارے میں کیا فرمایا ہے ؟

2۔ امام جعفر صادق نے سورج کے بارے میں کیا فرمایا ہے ؟

پانچواں سبق

آفاق میں خدا کی نشانیاں (فصل دوم)

آسمانوں کی خلقت میں غور وخوض

قال اللہ: (اِنَّ فِی السَّمٰوَاتِ والأَرضِ لأیاتٍ للمُؤمنِینَ)[1] بے شک زمین وآسمان میں اہل ایما ن کے لئے بے شمار نشانیاں ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ: (اِنَّ فِی خَلقِ السَّمٰواتِ والأَرضِ وَ اختِلافِ اللَّیلِ والنَّھارِ لآیاتٍ لأولِی الألبابِ)[2] بے شک زمین و آسمان کی مخلوق او ر روز و شب کی آمد ورفت میں صاحبان عقل کے لئے نشانیاں ہیں۔ (قَالَت رُسُلُھُم أَ فِی اللّٰہِ شکُ فَاطِرالسَّمواتِ والأرضِ)[3] ان کے رسولو ں نے کہا: کیا وجو د خدامیں شک ہے جو زمین و آسمان کا خالق ہے؟

آل عمران کی آیت190کی تفسیر کے سلسلے میں حدیث میں وارد ہو اہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک تھوڑی سی استراحت کے بعد اٹھے وضو فرمایا اور مشغول نماز ہوگئے اور اتناگریہ فرمایا کہ آپ کے لباس کا سامنے کاحصہ تر ہو گیا اس کے بعد سجدے میں جاکر

---

(1) سورہ جاثیہ آیۃ:3

(2) سورہ آل عمران آیۃ: 190

(3) سورہ ابراہیم آیۃ: 10

اتنا گریہ کیا کہ اشک سے زمین نم ہو گئی ، اور گریہ و ندبہ کی یہ کیفیت اذان صبح تک جاری رہی جب موذن رسول عربی بلا ل نے آپ کو نماز صبح کے لئے آواز دی تو کیا دیکھا کہ آپ کی آنکھیں گریا ں کنا ں ہیں بلا ل نے پوچھ ہی لیا یا رسول اللہ ! گریہ کا سبب کیا ہے ؟جبکہ الطاف و اکرام الٰہی آپ کے گرد حلقہ کئے ہوئے ہیں۔

آپ نے فرمایا : کہ کیا میں خدا کا شاکر بندہ نہ رہو ں ؟اور گریہ کیوں نہ کروں ؟آج رات مجھ پر دل ہلا دینے والی آیات کا نزول ہو اہے پھر مولا نے آل عمران کی مذکورہ آیت کے بعد کی چار آیتوں کی تلا وت فرمائی اور آخرمیں فرمایا : "وَیلٌ لِمَن قرأها ولم یتفکر فیها" ویل (جہنم کا ایک کنواں) ہے اس شخص کے لئے جو اس آیت کو پڑھے اور اس میں تفکر و تدبر نہ کرے ۔(1)

فضا کا تحقیقی مطالعہ کرنے کے بعد دائرہ حیرت میں جو چیز وسعت کا سبب بنتی ہے وہ یہ ہے کہ اگر گھٹا ٹوپ اندھیرا ہو اور آسمان پر چاند بھی نہ چمک رہا ہو ایسے میں آسمان کی جانب دیکھیں تو جو ایک طولانی علاقہ کمان کی مانند ایک افق سے دوسرے افق تک دیکھا ئی دے رہا ہے وہ سیا ہی زمین،میں ایک سفید نہر کے مانند دیکھائی دے گا وہی کہکشاں ہے ہر کہکشاں میں بے شمار ستارے ہوتے ہیں ہماری کہکشاں کی مسافت ایک (جو کہ ہمارا شمسی نظام اس میں پایا جاتا ہے)ہزار نوری سال ہے ، سورج جو کہ از حد سرعت کے ساتھ اس کہکشاں کا چکر لگا رہا ہے ڈھائی کروڑ سال میں اس کہکشاں کا مکمل چکر لگاتا ہے۔ (2)

---

(1)پیام قرآن ج2،ص 162(متعدد تفاسیر کے حوالے سے)

(2) راہ تکامل ج6،ص 103

آخری تحقیقات کے مطابق کم سے کم ایک کروڑ کہکشاں اس عالم میں ہیں اورصرف ہماری کہکشاں میں ایک ارب ستارے پائے جاتے ہیں۔ [1]

خدا وند متعال کی عظیم نشانیوں میں سے ایک نشانی خلقت آسمان ہے جس کو قرآن نے نہایت ہی اہتمام سے بیان کیا ہے ، اورتین سو تیرہ مرتبہ مفرد وجمع ملا کر آیات قرآنی میں لفظ آسمان کو ذکر کیا ہے، اور علی الاعلان بشریت کو خلقت آسمان میں تدبر کی دعوت دی ہے تاکہ اس کی معرفت میں اضافہ ہوسکے ۔

سورہ ق کی آیۃ6 میں ارشاد ہو ا ۔ (أَفَلَم یَنظُرُوا اِلیٰ السَّمائِ فَوقَهُم کَیفَ بَنیناَهَا وَ زَّینَّاها وَمَالَهَا مِن فُرُوجٍ) کیا انھوں نے اپنے سر پہ سایہ فگن آسمان کو نہیں دیکھا (اس میں تفکر نہیں کیا) کہ ہم نے اس کو کیسے بنایا اس کو (ستاروں) کے ذریعہ سجا یا سنوارا اور اس میں (بال برابر) شگاف نہیں ہے ۔

روایا ت میں آیا ہے کہ شب زندہ دار افراد جب سحر کے وقت نماز شب کے لئے اٹھیں تو پہلے آسمان کی جانب دیکھیں اور سورہ آل عمران کی آخری آیات کی تلاوت کریں ۔

---

(1) پیام قرآن ج2، ص 176

خلقت آسمان اور معصومین کے نظریات واقوال

نبی کریم ﷺ جب نماز شب کے لئے اٹھتے تھے، پہلے مسواک کرتے تھے پھر آسمان کی جانب دیکھتے تھے اور اس آیت (اِنَّ فِی خَلقِ السَّمٰواتِ وَ الأرضِ) [1] کی تلاوت کرتے تھے۔

مطالعہ آسمانی کے وقت امیر المومنین کی مناجات

امیر المومنین علیہ السلام کے ایک صحابی جن کا نام حبّہ عرنی ہے کہتے ہیں کہ ایک رات میں نوف کے ساتھ دارالامارہ میں سویا ہوا تھا، رات کے آخری حصہ میں کیا دیکھاکہ امیر المومنین دارالامارہ کے صحن میں ایک حیران اور مضطرب شخص کی طرح دیوار پر ہاتھ رکھ کر ان آیات کی تلاوت فرمارہے ہیں۔

(اِنَّ فِی خَلقِ السَّمواتِ والأَرضِ وَ اختِلَافِ اللَّیلِ والنَّهارِ لآیاتٍ لأولِی الأَلبابِ الَّذینَ یَذکرُونَ اللّهَ قِیامًا وَ قُعُوداً وعلیٰ جُنُوبِهِم وَ یتفَکَّرُونَ فِی خلقِ السَّمواتِ والأَرضِ رَبَّنا ماخَلقتَ هذا بَاطِلاً سُبحاَنک فَقِنا عَذَابَ النَّارِ رَبّنا اِنَّک مَنْ تُدخِلِ النَّارِ فَقَد أَخزَیتهُ وَما لِلظَّالِمِینَ مِن أنصارٍ رَبَّنا اِنّنَا سَمِعنا مُنادیًا یُنادِی للایمانِ أَنْ آمِنوا بِرَبِّکُم فأمَنَّا رَبَّنا فَاغفِرلَنَا ذُنُوبَنا وَ کَفِّر عَنا سَیئاتَنا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الأَبرارِ رَبَّنا وآتِنا مَا وَعَدتنا علیٰ رُسُلِک ولا تُخزِنَا یَومَ القِیَامةِ اِنَّک لَا تُخلِفُ المِیعَادَ) [2] بیشک زمین وآسمان کی خلقت لیل ونہار کی آمد ورفت میں صاحبان عقل کے لئے قدرت کی نشانیاں ہیں۔ جو لوگ اٹھتے بیٹھتے لیٹتے، خدا کو یاد کرتے ہیں اور آسمان وزمین کی خلقت میں غور وفکر کرتے ہیں کہ خدایا تونے یہ

---

(1) مجمع البیان۔ مذکورہ آیۃ کے ذیل میں

(2) سورہ آل عمران آیۃ 190 سے 194 تک۔

سب بیکار نہیں پیدا کیا، تو پاک و بے نیاز ہے ہمیں عذاب جہنم سے محفوظ فرما۔

پروردگار! تو جسے جہنم میں ڈالے گا گویا اس کو ذلیل و رسوا کردیا اور ظالمین کا کوئی مددگار نہیں ہے پروردگار! ہم نے اس منادی کو سنا جو ایمان کی آواز لگا رہا تھا کہ اپنے پروردگار پر ایمان لے آؤ تو ہم ایمان لے آئے، پروردگار! اب ہمارے گناہوں کو معاف فرما اور ہماری برائیوں کی پردہ پوشی فرما اور ہمیں نیک بندوں کے ساتھ محشور فرما، پروردگار! جو تو نے اپنے رسولوں کے ساتھ وعدہ کیا ہے اسے عطا فرما اور روز قیامت ہمیں رسوا نہ کرنا کہ تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔

حبہ کہتے ہیں کہ حضرت ان آیات کی بار بار تلاوت فرماتے تھے اور خوبصورت آسمان اور اس کے خوبصورت خالق کے تدبر میں کچھ یوں غرق تھے کہ جیسے آپ کھوئے ہوئے ہوں اور آہستہ آہستہ چلتے ہوئے میرے پاس آئے اور فرمایا: حبّہ جگ رہے ہو یا سو رہے ہو؟ میں نے کہا آقا، جگ رہا ہوں، لیکن میرے سید و سردار! آپ نے اتنے جہاد کئے اتنا روشن و تابناک آپ کا ماضی ہے اس قدر آپ کا زہد و تقوی ہے اور آپ گریہ فرمارہے ہیں، مولا نے آنکھوں کو جھکا لیا اور ہچکیاں لینے لگے پھر فرمایا: اے حبّہ! ہم سب پیش پروردگار حاضر ہیں، اور ہمارا کوئی عمل اس پر پوشیدہ نہیں ہے، حبہ یہ بات بالکل قطعی ہے کہ خدا ہماری اور تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اور کوئی چیز ہم کو اور تم کو خدا سے چھپا نہیں سکتی۔

اس کے بعد مولا ، میرے ساتھی نوف کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: نوف سو رہے ہو ؟ انھوں نے کہا : نہیں مولا آپ کی حیرت انگیز کیفیت کی وجہ سے آج کی رات بہت رویا ہوں ۔آپ نے فرمایا : اے نوف اگر آج رات خوف خدا سے گریہ کروگے تو کل پیش پروردگار تمہاری آنکھیں روشن و منور ہونگی ۔ اے نوف ! کسی کی آنکھ سے ایک قطرہ بھی آنسو کا نہیں گرتا مگر یہ کہ ایک آگ کے دریا کو بجھا دیتا ہے (نوف کہتے ہیں) آقا کا آخری جملہ یہ تھا کہ ترک ذمہ داری پر خدا سے ڈرو ، اور زمزمہ کرتے ہوئے ہمارے سامنے سے گذرے اور فرمایا : اے میرے پروردگار ! اے کاش میں یہ جان سکتا کہ جس وقت میں غافل ہوں تونے مجھ سے منھ موڑ لیا ہے یا میری جانب متوجہ ہے ! اے کاش میں جان سکتا کہ اتنی طویل ترین غفلت اور تیری شکرگزاری میں کوتاہیوں کے باوجود تیرے نزدیک میرا کیا وقار ہے نوف کہتے ہیں خدا کی قسم صبح تک آقا کی یہی کیفیت تھی ۔ [1]

امام سید سجادں نماز شب کے لئے اٹھے پانی میں ہاتھ ڈالا تاکہ وضو فرمالیں اس بیچ آسمان کی جانب دیکھا اور اس میں تفکر کرتے ہوئے اس قدر مشغول ہوگئے کہ صبح ہوگئی اور موذن نے اذان کہہ دی اور آپ کا دست مبارک ابھی تک وضو کے پانی میں ڈوبا ہوا تھا ۔

امیر المومنین ں فرماتے ہیں : سُبحانک ما اعظم ما نریٰ من خَلقک وما أصغر کلّ عظیمة فی جنب قدرتک وما اھول ما نریٰ

---

(1) سفینہ البحار ج۔1 ص 95 بحار الانوار ج،41 ص 22

مِن ملکو تک و ما احقر ذلک فیما غاب عنا من سلطانک وما أسبغ نعمک فی الدنیا وما أصغرھا فی نعم الآخرة [1]

اے پاک وپاکیزہ پروردگار تو کتنا عظیم ہے ان چیزوں سے جو تیری مخلوقات میں مشاہدہ کرتے ہیں تیری قدرت کے سامنے سارے بلند قامت کس قدر (بونے دکھائے دیتے ہیں اور) چھوٹے ہیں، ملکوت کتنا حیرت انگیز (شاہکار) ہے اور کتنی ایسی چھوٹی چیزیں ہیں جو تیری سلطنت میں ہماری نگاہوں سے اوجھل ہیں دنیا میں تیری نعمتیں کتنی بے شمار ہیں اور آخرت کی نعمتوں کے مقابل یہ کتنی تھوڑی سی معلوم ہوتی ہیں۔

---

(1) نہج البلاغہ

سوالات

1۔ پیغمبر کے گریہ کا سبب کیا تھا اور بلال سے کیا فرمایا ؟

2۔ کہکشاں کیا ہے ؟اور ہماری کہکشاں کا دائرہ کتنا ہے ؟

3۔ مناجات امیرالمومنین کے سلسلہ میں حبہ کی داستان کا خلاصہ بیان کریں؟

چھٹا سبق

برہان نظم

پچھلے سبق سے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ دنیا کی ہر چیز میں ایک خاص قسم کا نظام پایا جاتا ہے اور اس بات کا امکان بھی نہیں ہے کہ موجودات عالم میں پائے جانے والے نظم ونسوق کی تردید کوئی بھی عاقل انسان کر سکے، کائنات کے مادی ذرات میں سے سب سے چھوٹی شی (ایٹم) او ربڑی سے بڑی چیز، کہکشاں ہے سب جگہ اور ہر چیز میں ایک خاص نظم وضبط پایا جاتا ہے اور دقیق حساب کے تحت گردش کرتے ہیں۔

انسان، حیوان، نباتات وجمادات او رزمین وآسمان کی دوسری تمام موجودات ایک مقصد کے پیش نظر پیدا کی گئی ہیں اور ان پر ایک خاص قانون ہے جو حکمرانی کرتا ہے اور ان کی ہدایت کر رہا ہے یہ بات بالکل مسلّم ہے کہ اگر دنیا پر نظم و تنظیم کی حکمرانی نہ ہوتی تو دنیا کے بارے میں معلومات بھی حاصل نہ ہوتی، کیونکہ علم کے معنی ہی یہ ہیں کہ ان عمومی نظام و قوانین کی دریافت ہو جو دنیا پر حکم فرما ہیں۔

اگر جسم انسان کے خلیہ کی نقل و حرکت اور جسمانی نظم کی رد و بدل ایک خاص راہ و روش پر مشتمل نہ ہوتی تو فیزیو لوزی اور علم طب کا وجود کیسے آتا؟

اگر سیارات وکواکب ایک خاص نظام کے تحت گردش نہ کرتے ہوتے تو علم نجوم (ستارہ شناسی) کا وجود کیونکر ہوتا؟ اور اگر ان میں خاص نظم و ضبط نہ ہوتا تو ستارہ شناس افراد چاند گہن اور سورج گہن کو کیسے معین کرسکتے؟ اور سورج کے طلوع و غروب کو ہمیشہ کیسے معین کرسکتے؟

اوریہی نظم جو کائنات پر کار فرما ہے اسی بات کا سبب بنا ہے کہ دانشمند افراد ریاضی اور فیزیکی طریقہ سے اندازہ لگا کر بغیر کسی ذمہ دار (کنٹرولر) کے ایک خاص سفینہ تیار کرکے کواکب کی سیر کو بھیج دیتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ علم نظام، اشیاء کا مفسّر ہے جو دوسری چیزوں میں پایا جاتاہے اور علم و نظم کا رشتہ بالکل واضح و روشن ہے۔

قرآن مجیدنے خدا کو پہچاننے کے لئے برہان نظم سے بہت استفادہ کیا ہے اوراس جانب ہم پہلے ہی اشارہ کر چکے ہیں، یا یوں کہا جائے کہ قرانی نظرئے کے تحت خدا کو پہچاننے کا بہترین اور واضح راستہ نظام خلقت اورآثار موجودات کا مطالعہ ہے۔

برہان نظم کی بنیاد

یہ دلیل دو بنیادوں (صغری و کبری) اور ایک نتیجہ پر مشتمل ہے

1۔ یہ دنیا ایک خاص نظام او ر دقیق حساب کے تحت خلق ہوئی ہے اور موجودات کے ہر ذرے میں ایک خاص قسم کا قانون کار فرما ہے جس میں تبدیلی نا ممکن ہے۔

2۔ جہاں بھی نظم وتدبیر کا دقیق خیال رکھا گیا ہو وہاں اضافات و اتفاقات کا امکان نہیں ہے اور یہ کیفیت یقینا کسی علم و قدرت سے منسلک ہے۔

نتیجہ: اس دنیا کا نظم وضبط اور اس کی تدبیر بہ نحو احسن اس بات پر گواہ ہے کہ ایک علیم و خبیر خالق نے نہایت خوش اسلوبی سے اس کا نقشہ تیار کیا ہے اس کے بعد عالم ہستی کو انہیں بنیادوں پر قائم کیا۔

خلقت، خالق کا پتہ دیتی ہے

اگر ایک گاڑی کا وجود اس کے بنانے والے او ر ایک کتاب کا وجود اس کے لکھنے والے، ایک مکان کا وجود اس کے معمار کا پتہ دیتا ہے تو یہ عظیم خلقت یہ دقیق نظام ، حکیم و علیم ،قادر یعنی خدا وند متعال کے وجود کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

ایک سیٹ لائٹ بنا نے کے لئے سیکڑوں سائنس داں، دن رات سر جوڑ کر تحقیق کرتے ہیں اور دقیق ریاضی اور علم حساب کے تحت اس کو فضا میں چھوڑتے ہیں اور اس میں حرکت پیدا کرتے ہیں۔

کروڑوں کہکشائیں جس میں کروڑوں منظومۂ شمسی ہیں او ر ان میں سے ہر ایک میں کروڑوں سیارات و کو اکب پائے جا تے ہیں اور سب کے سب فضا میں بغیر کسی تھوڑی سی غلطی کے گردش کرتے ہیں کیاقادر مطلق خدا کے وجود پر دلیل نہیں ہیں ؟۔

نیوٹن اورایک مادی دانشمند کا دلچسپ مباحثہ

مشہور ستارہ شناس اور ریاضی داں نیوٹن نے ایک ماہر مکینک سے کہا کہ ایک چھوٹا سا سانچہ، منظومہ شمسی کے لئے تیار کرو اس منظومہ کے سیارات چھوٹے چھوٹے گیند تھے جو ایک تسمہ سے بندھے ہوئے تھے اوران کے لئے ایک ہینڈل بنایا گیا تھا جب اس کو چلاتے تھے تو نہایت ہی دلکش کیفیت میں وہ سارے گیند اپنے اپنے مدار پر گردش کرتے تھے اور اپنے مرکز کے ارد گرد چکر لگا تے تھے۔

ایک دن نیوٹن اپنے مطالعہ کی میز کے پاس بیٹھا تھا اور یہ سانچہ بھی وہیں رکھا تھا۔ اس کا ایک قریبی دوست جو میٹریالیزم کا مفکر ودانشمند تھا آیا جیسے ہی اس کی نگاہ اس خوبصورت سانچہ پر پڑی وہ ششدر رہ گیا اور جب نیوٹن نے اس ہینڈل کو گھمایا اور وہ سارے سیارات بہت ہی آہستہ اور دلکش انداز میں اپنے مرکز کے گرد چکر لگانے لگے تو اس کی حیرانی میں اور اضافہ ہوگیا اور چیخ پڑا ،ارے واہ، یہ تو بہت ہی حیرت انگیز چیز ہے اس کو کس نے بنایا ہے ،نیوٹن نے کہا کسی نے نہیں ،یہ یک بیک بن کر تیار ہوگیا ہے ،اس مادی مفکر نے کہا:نیوٹن صاحب آپ کیا سمجھتے ہیں کہ میں نرا پاگل ہوں۔یہ سانچہ خود بخود کیسے بن سکتا ہے کیا یہ ممکن ہے !۔ نہ صرف یہ کہ اس کا بنانے والا کوئی ہے بلکہ اس کا بنانے والا عصر حاضر کا نابغہ ہے نیوٹن آہستہ سے اٹھا اوراس مفکر کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر بولا میرے اچھے دوست جو تم دیکھ رہے ہو وہ صرف ایک سانچہ ہے جو ایک عظیم نظام شمسی کے تحت بنایا گیا ہے ! اور تم اس بات پر بالکل راضی نہیں ہوکہ یہ خود بخود بن گیا ہے تو تم اس بات کو کیسے مان لیتے ہو کہ خود نظام شمسی اپنی تمام تر وسعت و پیچیدگی کے ساتھ بغیر کسی عاقل وقادر کے وجود میں آگیا ؟!مادی مفکر بہت شرمندہ ہوا اور لاجواب ہو کر رہ گیا جی ہاں

یہ وہی برہان نظم ہے جو قادر و توانا خدا کے وجود پر دلیل ہے [1]

موحد وزیر کی دلیل منکر بادشاہ کے لئے

ایک خدا کے منکر بادشاہ کا ایک توحید پرست وزیر تھا وزیر جو بھی دلیل پیش کرتا وہ قبول نہ کرتا یہاں تک کہ وزیر نے بادشاہ کو اطلاع دئے بغیر ایک بہترین محل بنوایا، جو آب وہوا کے حساب سے بھی بہت مناسب تھا اور اس میں انواع و اقسام کے پھل اور پھول لگے ہوئے تھے ایک دن وزیر نے بادشاہ کو اس محل کے دیدار کی دعوت دی، بادشاہ کو وہ محل بہت پسند آیا اس نے پوچھا اس کا معمار و انجینئر کون تھا؟ وزیر نے فوراً جواب دیا بادشاہ سلامت نہ ہی اس کا کوئی انجینئر ہے اور نہ معمار، ہم نے دیکھا کہ اچانک ایک محل تیار ہو گیا. بادشاہ آگ بگولہ ہو گیا اور بولا کہ تم میرا مذاق اڑا رہے ہو کیا ایسا ممکن ہے کہ کوئی چیز خود بخود پیدا ہو جائے؟ وزیر نے کہا: بادشاہ سلامت اگر یہ چھوٹا سا قصر بغیر کسی بنانے والے کے نہیں بن سکتا تو اتنی بڑی دنیا اپنی تمام تر عظمتوں کے ساتھ یہ زمین وآسمان یہ دریا و سمندر اور اس کے تمام موجودات بغیر خالق کے کیسے وجود میں آگئے؟ بادشاہ سمجھ گیا اس نے وزیر کو سراہا اور خدا شناسی کی راہ پر آگیا۔

---

(1) ہستی بخش ص 149 شہید ھاشمی نژاد

برہان نظم کا خلاصہ اور نتیجہ

تمام مخلوقات منجملہ:

1 ۔ کہکشاں، سیارات و کواکب

2۔ انسان اور اس کے تمام رموز و اسرار جو اس کی خلقت میں پوشیدہ ہیں ۔

3۔ ایٹمس، خلیہ اور اعصاب

4۔ حیوانات اور ان کے مختلف اقسام

5۔ نباتات اور ان کے خواص

6۔ دریا، سمندر اور ان کے عجائبات و مخلوقات

7۔ جہان خلقت کا دقیق نظم وضبط

8۔ اس دنیا کی وہ ساری چیزیں جو ابھی عقل بشر میں نہیں آئی ہیں سب کی سب حکیم و دانا اور قادر خداوند عالم کے وجود پر دلیل ہے۔

سوالات

1۔ نظمِ جہان کے علم کی پیداوار کیسے ہوئی ؟

2۔ برہان نظم کی اساس و بنیاد کیا ہے ؟

3۔ نیوٹن اور مادی مفکر کے مباحثۃ کا خلاصہ بیان کریں ؟

4۔ موحد وزیر کی دلیل منکر بادشاہ کے لئے کیا تھی ؟

ساتواں سبق

توحید اور خدا کی یکتائی

قال اللہ تعالیٰ: (فَاِلٰهُكُم اِلهُ وَاحدُ فَلَهُ أَسلِمُوا)[1] تم سب کا خدا ایک ہے لہٰذا اس کے سامنے سر تسلیم خم کردو ۔ (لا تَجعل مَعَ اللهِ اِلهًا آخَر)[2] خدا کے ساتھ کوئی دوسرا معبود قرار نہ دو (لَوكانَ فِيهِماَ أَلِهةُ اِلّا اللهُ لَفَسَدَتاَ)[3] اگر زمین و آسمان میں دو خدا ہوتے تو زمین و آسمان ختم ہوجائے ۔

تمام الٰہی رسولوں کا اصلی نعرہ توحید تھا اور پیغمبر عربی کو وہ صرا سے"قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا" کہتے ہو ئے آئے اور آپ نے حدیث میں فرمایا کہ :افضل العبادۃ قول لااله الا الله بہترین عبادت لا الہ الا اللہ کہنا ہے ۔

توحید اوریکتائی پر دلیلیں

1۔ وہ خدا جوکما ل مطلق ہے اور اس کے لئے کوئی حد اور مقدار نہیں ہے وہ پروردگارجو ازلی و ابدی ہے، وہ پرور دگار کہ زمان و مکا ن جس کی پیدا کی ہوئی مخلوق

---

(1)سورہ حج آیہ: 34

(2) سورہ اسراء آیۃ: 22

(3) سورہ انبیاء آیۃ:22

ہے اور وہ ایک ہی ہے ۔ اگر خدا کے لا محدود و لا متناہی ہونے کے بارے میں غور و فکر کریں تو بات یہ کھل کر سامنے آئے گی کہ ایک کے علاوہ نہیں ہو سکتا اس لئے کہ تعدّد محدودیت کا سبب ہے ۔

2۔ دنیا میں ایک نظام کا بول بالا ہے اور ایک نظام کسی ایک ناظم کے وجود کا متقاضی ہے ستارہ شناس ،دانشور جن قوانین و نظام کا مشاہدہ کہکشاں وکرات میں کرتے ہیںٓاورایٹمی ماہرین بھی ایٹمی ذرات میں انہیں قوانین کامشاہدہ کرتے ہیںٓنیز یہی قوانین جسم انسان میں بھی کار فرما ہیں، او راگر ایک کے سوا دوسرا حاکم و ناظم ہوتا تو عالمی نظام درہم برہم ہو جاتا ، یہی معنی ہیں (لَو کَانَ فِیهِمَا آلِهةُ اِلاّ اللّٰهُ لَفَسدَتَا)[1] کے۔

3۔ وحدانیت خدا پر تمام انبیا ء کی خبریں اس کی وحدانیت پر ٹھوس دلیل ہیں وہ تمام انبیاء و مرسلین جو خدا کی جانب سے احکام الٰہی کو پہنچانے پر متعین تھے سب نے خدا کو واحد بتایا ہے. حضرت امیرالمومنین مام حسن سے وصیت کرتے وقت فرماتے ہیں :واعلمْ یا بُنی أنه لو کان لربک شریک لأتتک رسله و لرأت آثار ملکه و سلطانه و معرفة أفعاله وصفاته و لکنَّه اللّٰہ واحد کما وصف نفسه[2]میرے لا ل جان لو کہ اگر خداکاکوئی شریک ہوتا تو اس (شریک)کا کوئی رسول تم تک ضرور آتا اور اس کی قدرت و ملوکیت

---

(1) سورہ انبیا ء آیۃ: 22

(2) نہج البلاغہ مکتوب، 31۔امام حسن سے وصیت سے متعلق

کے آثار تم ضرور دیکھتے ، اس کے افعال و صفات سے ضرور آگاہ ہوتے لیکن وہ واحد ویکتا ہے جیسا کہ خود اس نے اپنی توصیف میں کہا ہے (وَمَا أَرسَلنا مِن قَبلِک مِنْ رَسُولٍ اِلّا نُوحِی اِلیه أنَّهُ لا اِله اِلّا أَنا فَاعبُدُون) [1] میرے حبیب ہم نے تم سے پہلے کسی نبی کو نہیں مبعوث کیا مگر یہ کہ ہم نے اس تک وحی کی کہ میرے علاوہ کوئی معبود نہیں ، لہٰذا میری عبادت کرو ۔

مسئلہ توحید تمام اوصاف الہیہ کی شناخت کا بنیادی مسئلہ ہے کیونکہ اس کی یکتائی اس کے لامحدود ہونے پر دلالت کرتی ہے اور یہی وجود (وحدانیت) ہے جو تمام کمالات کا مجموعہ ہے اور ہر طرح کے عیب سے پاک ومنزہ ہے خلاصہ کلام یہ کہ اگر ہم نے خدا کو حقیقی معنوں میں واحد ویکتا مان لیا تو گویا اس کے سارے صفات سے آشنا ہو گئے ۔

عَن أَبِي عبد اللّٰهِ قال : مَن قال لا اِله الّا الله مُخلِصاً دخل الجنَّة و اِخلاصه أن تحجزه لا اِله الّا الله عمّا حرّم الله عزّوجلّ [2]

امام صادق نے فرمایا:جو کوئی خلوص کے ساتھ لا اِلہ الّا اللہ کہے گا وہ داخل بہشت ہو گا اور اس کا خلوص اس بات کا متقاضی ہے کہ "لا اِلہ الّا اللہ" کو ہر اس چیز سے دور رکھے جس کو خدا نے حرام قرار دیا ہے ۔

---

(1) سورہ انبیاء آیۃ25

(2) توحید صدوق باب ثواب الموحدین حدیث 26

قال ابو عبد اللہ علیہ السلام : مَن قال لا الہ اِلاّ اللہ مائۃ مرّۃ کان أَفضل النّاس ذلک الیوم عملاً اِلّا من زاد۔

امام جعفر صادق نے فرمایا: جو شخص سو مرتبہ خلوص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہے تو روز محشر (اس) عمل کے باعث افضل ناس میں شمار ہو گا مگر یہ کہ کوئی اس سے زیادہ کہے ہو [1]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ: پیش پروردگار لا اِلہ اِلّا اللہ سے بہتر کوئی کلام نہیں ہے جو شخص لا اِلہ اِلّا اللہ کی تکرار کرے گا اس کے گناہ یوں ختم ہوں گے جیسے درخت سے سوکھے پتے جھڑ جاتے ہیں۔ [2]

مراتب توحید

1۔توحید ذاتی: یعنی ہر جہت سے بے نظیر اور تمام جہات سے کامل ہو۔ (لَیسَ کَمِثلہِ شَیئٌ وَھُوَ السَّمِیعُ البَصیرُ) [3] اس کی مانند کوئی شیٔ نہیں ہے وہ سننے اور دیکھنے والا ہے(ولَم یَکن لَہُ کُفواً أَحد) [4] اس کا کوئی ہمسرو ہم پلہ نہیں ہے۔

2۔ توحید صفاتی: یعنی اس کے تمام صفات کی بازگشت صرف ایک طرف ہے اس کے صفات اس کی عین ذات ہے یعنی وہی خدا ہے جو عالم، قادر، حی،.... ہے ایک

---

(1) توحید صدوق باب ثواب الموحدین ۔1 حدیث، 33

(2) سابق حوالہ حدیث، 15

(3) سورہ شوری آیۃ 11

(4) توحید4۔

شخص رسول خدا ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی بنیاد علم کیا ہے ؟ آپ نے فرمایا : معرفة الله حقُّ معرفته (خدا کے شایان شان اس کی معرفت حاصل کرنا ہے)اس نے عرض

کیا حق معرفت کیا ہے ؟آپ نے فرمایا :"اِن تعرفه بلا مثال ولا شبه وتعرفه اِلها واحداً خالقاً قادراً اوّلاً وآخراً وظاهراً وباطناً لا كفو له ولا مثل له فذاک معرفة الله حقّ معرفته"اس کو بلا شبیہ وبلا مثل جانو، اس کو ایسا خدا جانو جو واحد، خالق، قادر، اول، آخر، ظاہر وباطن ہے، نہ ہی اس کا کوئی ہم پلہ ہے اور نہ ہی اس کا کوئی مثل ہے، خدا کو اس طرح جاننا اور ماننا حق معرفت خداوندی ہے۔ [1]

3۔ توحید افعالی :توحید افعال کا مطلب دونوں عالم کے تمام امور فعل خداوند سے متعلق ہیںتمام موجودات جس خاصیت کے بھی حامل ہوںذات الٰہی کی مرہون منت ہیں،گلوں کی شگفتگی، سورج کی ضیاء باری، مشکلات کا حل، سب کا سب اس کی ذات سے متعلق ہے. یعنی کائنات ہستی کی کسی شئی میں استقلال نہیں، اس دنیا میں مستقل و موثر صرف ذات خداوندی ہے، دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ موجودات عالم جس طرح اپنے وجود میں ذات الٰہی سے وابستگی پر مجبور ہیں اپنے تاثیر و فعل میں بھی مجبور ہیں. البتہ اس کے معنی یہ ہرگزنہیں ہیں کہ قانون علیت وعالمِ اسباب کی نفی کردی جائے۔

امام صادق کے فرمان کے مطابق کہ :أبى الله أن يجرى الأشياء اِلّا بأَسبابٍ[2] خدااس بات سے پرہیز کرتا ہے کہ کوئی چیز حرکت نہ

---

(1) بحاالانوارج3ص14۔

(2)اصول کافی باب معرفۃالامام حدیث 7۔

کرے مگر اپنے اسباب کے تحت، توحید افعالی کا اعتقاد ہر گز انسان کے لئے جبرا ور سلب اختیار کا موجب نہیں ہو گا ؛انشاء اللہ آئندہ بحثوں میں اس بات کی جانب اشارہ کریں گے کہ انسان اپنے افعال میں خو د مختار ہے لیکن تمام قوت و قدرت حتی ارادہ انسا ن بھی خدا کے ہاتھوں ہے (قُلِ اللهُ خَالِقُ كُلِّ شَيئٍ وَهُوَ الوَاحدُ القَهّارُ)[1] اے نبی! کہہ دیجئے کے خدا تمام اشیاء کا خالق ہے وہ ایک او رقہار ہے.(ذَلكُمُ اللهُ رَبَّكُم لا اِله اِلّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيئٍ فَاعبُدوُهُ وَ هُو علىٰ كُلِّ شييئٍ وَكِيلٍ)[2] اللہ ہی تمہارا خدا ہے اس کے سو ا کوئی معبود نہیں وہ ہر شی کا خالق ہے لہٰذا اس کی عبادت کرو وہ ہر شی کا محافظ و مدبر ہے ۔

4۔ توحید در عبادت :توحید کی قسموںمیں حساس ترین قسم توحید در عبادت ہے وہ یہ ہے کہ اس کے سوا کسی کی پرستش نہ کریں او راس کے علاوہ کسی کے سامنے سر تسلیم خم نہ کریں ،توحید در عبادت ، توحید در ذات اور توحید در صفات کا لازمہ ہے جب یہ بات مسلم ہو گئی کہ وہ واجب الوجو د ہے او راس کے سو ا سبھی ممکن و محتاج ہیں لہٰذا عبادت صرف اسی سے مخصوص ہے اور وہ کمال مطلق ہے اس کے علا وہ کسی کمال مطلق کا وجو د نہیں ہے ۔عبادت کا مقصد بھی کمال طلبی ہے لہٰذا عبادت صرف ذات پروردگا ر سے مخصوص ہے تمام انبیاء و مرسلین کی تبلیغ کا عنوان کلی ،توحید در عبادت تھا آیات قرآنی بھی اس سلسلہ میں موجودہیں ۔

---

(1) سورہ رعد آیۃ 16

(2)انعام آیۃ102

قرآن اور توحید در عبادت

1۔ (وَ لَقَد بَعَثَنَا فِی کُلِّ أُمةٍ رَسُولاً أَن اعبُدُوا اللہ واجَتنِبوا الطَّاغُوتَ)[1] ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا تاکہ خدائے یکتا کی عبادت کریں اور طاغوت سے پرہیز کریں ۔

2۔ (وَماَ أَرسَلنَا مِنْ قَبلِک مِنْ رَسُولٍ اِلّا نُوحِی اِلیہ أَنّہُ لا اِلہ اِلَّا أَنَا فَاعبُدُونِ)[2] ہم نے آپ سے قبل کسی رسول کو مبعوث نہیں کیا مگر یہ کہ اس پر وحی کی کہ میرے علاوہ کوئی معبود نہیں لہٰذا میری عبادت کرو ۔

3۔ (وَ اِنَّ اللہَ رَبِّی وَ رَبُّکُم فَاعبُدُوہ ھذا صِراطُ مُستقِیمُ)[3] بیشک اللہ ہمارا اور تم سب کا پروردگار ہے لہٰذا اس کی عبادت کرو اوریہی سیدھا راستہ ہے۔

اس نکتہ کی جانب توجہ ضروری ہے کہ احترام، تواضع اور خشوع کے مراتب و درجات ہیں اور سب سے آخری اور اعلی درجہ پرستش و عبودیت ہے. اوریہ مرحلہ صرف ذات خداوند سے مخصوص ہے جس کا بین ثبوت سجدہ ہے ۔

اسی بناء پر غیر خداکا سجدہ کرنا جائز نہیں ہے. اور یہ بات مسلّم ہے کہ اگر انسان عبودیت کے اس مرحلہ پر پہنچ جائے اور پیش پروردگار اپنی پیشانی کو خاک پر رکھ دے تو گویا اس نے اطاعت خدا کی راہ اور اپنے تکامل میں بہت زیادہ پیش قدمی

---

(1) سورہ نحل آیۃ: 36

(2) سورہ انبیاء آیۃ: 25

(3) سورہ مریم آیۃ:36

کی ہے ایسی خالص عبادت، عشق محبوب سے مکمل لبریز ہے اور اس محبت کا اثر خدا کی جانب پیش قدمی کا بہت اہم سبب ہے، کمال مطلق کی جانب پیش قدمی گناہوں اور تمام آلودگیوں سے کنارہ کشی کا پیش خیمہ ہے ۔

حقیقی عبادت گذار اس بات کی سعی پیہم کرتا ہے کہ خود کو محبوب کے جیسا قرار دے اور اسی طرح سے خود کو صفات جمال و جلال الٰہیہ کا پرتو قرار دیتا ہے اور یہ امور انسان کے تربیت وتکامل میں بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں ۔

سوالات

1۔ خدا کی وحدانیت پر دلیل پیش کریں ؟

2۔ مراتب توحید کیا ہیں ؟

3۔ توحید افعال سے مراد کیا ہے ؟

4۔ توحید در عبادت کی وضاحت کیجئے ؟

آٹھواں سبق

صفات خدا (فصل اول)

جس طرح سے شناخت خدا وندمتعال اور اس کے اصل وجود کو جاننا آسان ہے اسی طرح اس کے صفات سے آگاہی چنداں آسان نہیں ہے.کیونکہ خدا کی شناخت کے لئے آسمان کے ستارے، درختوں کے پتے ،متنوع برگ وگیاہ، جاندار اشیاء بلکہ ایٹمی ذرات کی تعداد یہ سب اس کے وجودپر دلیل ہیں یہ سب کے سب اس کے عظمت کی نشانیاں ہیں، لیکن اس کی صفات کی پہچان کے لئے غور وخوض او ردقت نظر کی ضرورت ہے تاکہ تشبیہ اورقیاس آرائی سے دور رہیں صفات خدا کی شناخت کی پہلی شرط ،صفات مخلوقات کی خدا سے نفی کرنا او رخدا کاکسی مخلوق سے تشبیہ نہ دینا ہے. کیونکہ خدا کی کسی صفت کا مخلوقات کی صفت سے کسی طرح موازنہ ہو ہی نہیں سکتا ،مادی صفات میں سے کوئی صفت اس کی پاک ذات میں دخیل نہیں ہے کیونکہ مادی صفت محدودیت کا سبب ہے اور وہ لا محدود ہے اور تمام مراتب کمال کا مجموعہ ہے لہٰذا ہم اس کی ذات کوکماحقہ درک نہیں کر سکتے اور اس طرح کی کوئی امید بھی نہیں رکھنی چاہیئے ۔

یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ عقل، خدا کی حقیقت ذات اور اس کے صفات کو کیوں نہیں درک کر سکتی ؟تو اس کاجواب اس طرح دیا جا سکتا ہے کہ اس کی ذات اقدس ہررخ سے بے نظیر و لا محدود ہے ، علم ،قدرت اور اس کے تمام صفات اس کی ذات کی طرح لا محدودہیں ، اوردوسری طرف ہم او رجو کچھ ہم سے مربوط ہے ، علم ،قدرت ،حیات ،فرمان ،مکا ن، سب محدود ومتناہی ہے ۔تو ان تمام تر محدودیت کے ساتھ اس کی حقیقت ذات کو کہ جولامحدود ہے کیسے درک کر سکتے ہیں ؟!اس کی حقیقت ذات کو آخر کیسے درک کریں جس کی کوئی شبیہ وشیل نہیں ؟۔

صفات ثبوتیہ و سلبیہ :

صفات خدا کو دو قسموںمیں تقسیم کر سکتے ہیں ۔ ثبوتیہ و سلبیہ

صفات ثبوتیہ یا جمالیہ

"عالم ،قادر ، حی، مرید، مدرک ، سمیع ، بصیر، متکلم و صادق "۔ خدا وند کمال مطلق ہے جو کچھ صفات ثبوتیہ کے عنوان سے پیش کیا گیا ہے وہ اصول صفات ہیں نہ یہ کہ خدا ان میں منحصر و محدود ہے ۔

صفات سلبیہ یا جلالیہ

"وہ مرکب و مجسم نہیں ، قابل دید و محلول نہیں ، اس کا کوئی شریک نہیں "

صفات ذات و صفات فعل

صفات ثبوتیہ کی دو قسمیں ہیں ۔ صفات ذات و صفات فعل

صفات ذات: جو اس کی عین ذات ہیں انہیں کو ذات خدا وندی سے جدا نہیں کر سکتے جیسے علم ،قدرت، حیات ، اور جن کی بھی ان تینوں صفات کی طرف بازگشت ہو جیسے سمیع ، بصیر، قدیم، ازلی، ابدی، مدرک، حکیم، غنی، کریم ،عزیز و غیرہ ۔

صفات فعل : وہ صفات جو افعال خدا وند سے متعلق ہیں یعنی جب تک وہ افعال اس سے صادر نہ ہو ں وہ صفات اس سے متصف نہیں ہو نگے جیسے خالق رازق یا اس کے مانند دوسرے صفات اور کبھی اس سے یہ صفات سلب بھی ہو جا تے ہیں جیسے" کان اللّٰہُ ولمْ یُخلق شیئاً ثُم خَلَق ۔ أراد الله شیئاً ولم یرد شیئاً آخر شاء ولم یشاءُ"وہ خدا تھا جس نے خلق نہیں کیا تھا پھر اس نے خلق کیا، خدا نے ایک چیز کا ارادہ، کیا دوسری چیز کا ارادہ نہیں کیا ، چاہا اور نہیں چاہا ۔"تکلم مع موسیٰ ولم یتکلم مع فرعون یُحب مَن أطاعہُ ولا یُحب مَنْ عصاہ" حضرت موسی سے ہم کلام ہوا فرعون سے کلام نہیںکیا ،جو اس کی اطاعت کرتا ہے اس کو دوست رکھتا ہے اور جو اس کی نا فرمانی کرتا ہے اس کو دوست نہیں رکھتا ، اس کے صفات فعل میں "اذا " اور "اِن" کا لفظ داخل و شامل ہوتا ہے جیسے "اِذا أراد شیئاً و اِن شاءَ الله" اس کی صفات ذات میں "اِذا عَلِم الله "اور"اِن عَلِم "نہیں کہہ سکتے۔

علم خداوند

وہ واجب الوجود جو عالم علم کل ہے اس کی حیرت انگیز نظم و ہماہنگی پوری کائنات پر محیط ہے ،جو اس کے لا متناہی علم کا بیّن ثبوت ہے اس کے علم کے لئے ماضی حال ، مستقبل سب برابر ہے ، اس کا علم ازل و ابد پر محیط ہے کروڑوں سال قبل و بعد کا علم اس کے نزدیک آج کے علم کے برابر ہے جس طرح سے کل کا ئنا ت کا خالق ہے اسی طرح تمام ذرات کی تعداد اور ان کے اسرار مکنونہ کا مکمل عالم ہے. انسان کے نیک و بد اعمال نیز ان کی نیات ومقاصد سے آگاہ و باخبر ہے ،علم خداوند اس کی عین ذات ہے اور اس کی ذات سے جدا نہیں ۔

(وَ اعلموا أَنَّ اللهَ بِکلِّ شَيئٍ عَلِيمٌ)[1] جان لو کہ خدا ہر شی ٔسے آگا ہ ہے۔ (وَهَوَ اللهُ فيِ السَّمٰواتِ وَ فيِ الأَرضِ يَعلَمُ سرَّکُم وَجَهَرَکُم وَ يَعلمُ ما تَ َكسِبُونَ)[2]"وہ خدا وہ ہے جو زمینو ں و آسمانو ں میں تمہارے ظاہر و باطن کا عالم ہے او رجو کچھ تم انجام دیتے ہو اس کا عالم ہے"۔

---

(1) سورہ بقرہ آیۃ231

(2)سورہ انعام آیۃ،3

سوالات

1۔ عقل، خدا کی حقیقت ذات اور اس کے صفات تک کیوں نہیں پہنچ سکتی ؟

2۔ صفات ثبوتیہ و صفات سلبیہ کی تعریف کریں ؟

3۔ صفات ذات و صفات فعل میں کیا فرق ہے ؟

نواں سبق

صفات خدا وند (فصل دوم)

خدا وند متعال بے پناہ قوتوں کامالک ہے . اتنی بڑی کائنات اپنی تمام عظمتوں او روسعتوں کے ساتھ سیارات وکواکب ،کہکشائیں، بے کراں سمندر ، دریا اور ان میں مختلف النوع مخلوقات و موجودات سب کے سب اس کی قدرتوں کے کرشمہ ہیں ! خدا ہر چیز پر قادر ہے اور ہر شی پَر اس کی قدرت یکساں و مساوی ہے۔

(تَبَارَک الّذي بِيَدِهِ الملک وَهُوعلىٰ كُلِّ شَيئٍ قَديرُ)[1]"بابرکت ہے وہ ذات جس کے قبضۂ قدرت میں کائنات کی باگ ڈور ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے" ۔

(لِلّه مُلک السَّمٰواتِ والأَرضِ وَماَ فِيهنَّ وَ هُو علىٰ كُلِّ شَيئٍ قَديرُ) [2]"زمین وآسمان اور جو کچھ اس کے درمیان ہے ان سب کی حکومت خدا سے مخصوص ہے او روہ ہر چیز پر قادر ہے" ۔

(فلَا أُقسِمُ بِربِّ المِشَارقِ وَالمِغَارِبِ اِنَّا لَقَادِرُونَ)[3]میں

---

(1) سورہ ملک آیۃ1

(2) مائدہ آیۃ120

(3) معارج آیۃ40

تمام مشرق و مغرب کے پروردگار کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہم قدرت رکھنے والے ہیں۔

قران کی متعدد آیات جوقدرت خداوندعالم کو بیا ن کرتی ہیں اس سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ قدرت خدا کے لئے کوئی حدو قید نہیں ہے بلکہ جس وقت وہ چاہے انجام دے دیتا ہے اور جب کسی چیزکی نابودی کا ارادہ کرے تواس چیز کو مٹ ہی جا نا ہے ۔

خلا صہ یہ کہ کسی قسم کی ناتوانی او ر ضعف کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔آسمان، عظیم ترین سیارات اور ذرات سب اس کے لئے یکساںاور برابر ہیں ۔

عن عليٍّ عليه السلام :وما الجليل واللطيف والثقيل والخفيف والقوی والضعيف من خلقه اِلّا سواء

امیر المومنین فرماتے ہیں:" آشکا ر وپوشیدہ، وزنی او رہلکا ،قوی وضعیف یہ سب کے سب خلقت میں اس کے نزدیک برابر ہیں" (1)

امام جعفر صادق نے فرمایا : جس وقت حضرت موسیٰ طورپر تشریف لے گئے عرض کی ! خدا یا ! اپنے خزانے کا نظارہ کرادے تو خدا نے فرمایا : میراخزانہ یوں ہے کہ جس وقت میں کسی چیز کا ارادہ کرکے کسی چیز کو کہو ںکہ ہو جا تو وہ وجو د میں آجائے گی (2)

---

(1) نہج البلاغہ خ :80

(2)توحید صدوق باب 9 حدیث 17

قدرت خدا کے متعلق ایک سوال

کبھی کبھی یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ کیا خدا اپنا جیسا ایک خدا پیدا کر سکتا ہے؟

اگر یہ جواب دیا جائے کہ کیوں نہیں ؟تو دو خدا ہو جائیں گے ! اور اگر کہا جائے کہ نہیں کر سکتا تو ایسی صورت میں قدرت خدا محدود ہو جائے گی ۔ یا یہ کہ کیا خدا اتنی بڑی کائنات کو ایک مرغی کے انڈے کے اندر دنیا کو چھوٹی اور انڈے کو بڑا کئے بغیر سمو سکتا ہے ۔؟

اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ ایسے مواقع کے لئے (نہیں ہو سکتا) یا (نہیں کر سکتا) کی لفظیں استعمال نہیں کریں گے ،یا واضح لفظوں میں یہ کہا جائے کہ یہ سوال ہی نامعقول ہے کیونکہ جب ہم یہ کہیں گے کہ کیا خدا اپنے جیسا دوسرا بنا سکتا ہے تو خود لفظ (خلقت) کے یہ معنی ہیں کہ وہ شیء ممکن الوجود و مخلوق ہے اور جب ہم یہ کہیں گے (خداوند) کے معنی وہ شیٔ ہے جو واجب الوجود ہے ۔

تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ کیا خدا اس بات پر قادر ہے کہ ایسی چیز کو خلق کرے جو ایک ہی وقت میں واجب الوجود بھی ہو اور نہ بھی ہو، ممکن الوجود بھی ہو اور غیر ممکن الوجود بھی ، خالق بھی ہو اور مخلوق بھی یہ سوال غلط ہے خدا ہر چیز پر قادر ہے ۔

اسی طرح سے جب یہ کہا جائے کہ کیا خدا اس بات پر قادر ہے کہ کل کائنات کو ایک مرغی کے انڈے میں سمودے اس طرح سے کہ نہ دنیا چھوٹی ہو اور نہ انڈا بڑا تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ دنیا اپنی تمام تر وسعتوں کے ساتھ بڑی بھی ہے اور چھوٹی بھی اس سوال کے بے تکے ہونے کی وجہ سے جواب کی بالکل ضرورت نہیں ہے کیونکہ محال سے قدرت کا تعلق خود محال ہے ۔

اسی سوال کو ایک شخص نے حضرت امیرؑ سے پوچھا تھا آپ نے فرمایا:

---

(1) نہج البلاغہ خ :80

(2)توحید صدوق باب 9 حدیث 17

اِنَّ اللہ تبارک وتعالیٰ لا ینسب اِلیٰ العجز والّذیِ سألتنیِ لا یکون "خدا کی جانب عجز و ناتوانی کی نسبت نہیں دی جا سکتی ؛لیکن تم نے جو سوال کیا وہ انہونی ہے" (1)

ایک روایت میں آیا ہے کہ امام رضاؑنے (اس سوال کے جواب میں) فرمایا: ہاں کیوں نہیں انڈے سے بھی چھوٹی چیزمیں اس دنیا کو رکھ سکتا ہے خدا اس بات پر قادر ہے کہ دنیا کو تمہاری آنکھ کے اندر رکھ دے جو انڈے سے بھی چھوٹی ہے (در حقیقت یہ جواب مولا کا نقضی جواب تھا کیونکہ سوال کرنے والا ایسے مسائل کے تحلیل کی طاقت نہیں رکھتا تھا)۔(2)

خدا حی وقیوم ہے

خدا حیات جاوداں کا مالک ہے وہ ثابت و قائم ہے وہ اپنی ذات پر قائم ہے دوسری موجودات اس کی وجہ سے قائم ہیں حیات خدا اور حیات موجودات میں فرق ہے کیونکہ حیات ،خدا کی عین ذات ہے نہ عارضی ہے اور نہ ہی وقتی ۔

حیات خدا یعنی اس کا علم او راس کی قدرت ،خدا کی حیات ذاتی ،ازلی ،ابدی، نہ بدلنے والی اور ہر طرح کی محدودیت سے خالی ہے وہ قیوم ہے یعنی موجودات کے مختلف امور اس کے ہاتھ میں ہیں مخلوقات کی رزق ،عمر ،حیات اور موت اس کے حسن تدبیر کی وجہ سے ہے ۔

---

(1) توحید صدوق باب 9، حدیث 9

(2)پیام قرآن ج 4، ص 183

اسی لئے یا حی یا قیوم جامع اذکاریں سے ایک ہے اس لئے کہ (حی) اس کے بہترین صفات ذات یعنی علم وقدرت میں سے ہے اور (قیوم) اس کے صفات فعل میں سے ہے اس وجہ سے امیر المومنین سے نے ارشاد فرمایا: فلسنا نعلمُ کُنه عظمتکِ الّا انّا نعلم اِنَّک حیّ قیُّوم لا تاخذک سِنةٌ ولا نوم[1]

"ہم کبھی تیری حقیقت ذات کو درک نہیں کر سکتے ہم بس اتنا جانتے ہیں کہ حی و قیوم ہے اور کبھی بھی تجھے نینداور جھپکی نہیں آتی (اپنے بندوں کے حال سے بے خبر نہیں ہے)"

امیر المومنین سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن میں رسول اکرم ﷺ کے پاس گیا تو دیکھا کہ آپ سجدے میں سر رکھ کر"یا حی یا قیوم "کا ورد کر رہے ہیں کئی دفعہ گیا اور واپس آگیا آپ مستقل اسی ذکر کا ورد فرمارہے تھے یہاں تک جنگ بدر فتح ہو گئی ۔[2]

جو کچھ اب تک ذکر کیا گیا ہے وہ صفات خدا کے اصول تھے اور دوسری صفات بھی ہیں کہ جن کے صرف ترجمہ پر اکتفا کیا جائے گا ۔

قدیم و ابدی: یعنی ہمیشہ سے تھا اور ہمیشہ رہے گا اس کے لئے آغاز و انتہا نہیں ہے (هُوَ الأَوّلُ و الآخِرُ والظَّاهرُ والباطِنُ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيئٍ عَلِيمٌ)[3]"وہ اول و آخر ہے وہ ظاہر و باطن ہے وہ ہر شی کا جاننے والا ہے"۔

---

(1) نہج البلاغہ خ،160

(2) تفسیر روح البیان آیہ الکرسی کے بیان میں۔

(3) حدید آیۃ،3

مرید: یعنی وہ صاحب ارادہ ہے وہ اپنے کاموں میں مجبور نہیں ہے وہ جس کام کو بھی انجام دیتا ہے اس کا ہدف اور اس کی حکمت پیش نظر ہوتی ہے (وہ حکیم ہے)

مدرک: ساری چیزوں کو درک کرتا ہے. ساری چیزوں کو دیکھتا ہے اور ہر آواز کو سنتا ہے۔ (وہ سمیع و بصیر ہے)

متکلم: خدا ہوائوں میں آواز پیدا کر سکتا ہے وہ اپنے رسولوں سے گفتگو کرتا ہے اس کی گفتگو زبان و لب و حلق کی محتاج نہیں ۔

صادق: یعنی خدا جو کچھ کہتا ہے سچ کہتا ہے اور عین حقیقت ہے کیونکہ جھوٹ جھل ونادانی کے باعث یا کسی کمزوری کے سبب ہوتا ہے اور خدا ان سے پاک ومنزہ ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ خدا کمال مطلق ہے اور کسی قسم کا نقض و عیب اس کی ذات سے متصف نہیں اور ہم کو اس کی صفات کی شناخت میں بھی اپنے عجز کا اعتراف کرنا چاہئے ۔

ذات خدا میں تفکر منع ہے

صفات کے بارے میں جو مختصر بیا ن تھا اس کے بعد یہ جاننا ضروری ہے کہ صفات خدا عین ذات ہیں لہٰذا نہ اس کی ذات او ر نہ ہی اس کی صفات میں از حد تفکر کریں کیونکہ از حد تفکر حیرانی او ر سر گردانی کا سبب ہے صرف اس کی مخلوقات میں غور خوض کریں ۔

قال الاما مُ البا قر علیه السلام : "تکلموا فيِ خلق الله ولا تکلموا فيِ الله فأَنَّ الکلام فی اللهِ لا یزاد صاحبة الا تحیّراً"خلقت خداکے با رے میں گفتگو کرو.خدا کے با رے میں گفتگو نہ کرو اس لئے کہ خدا کے بارے میں گفتگو صاحب کلام کے حق میں تحیّر کے سوا کچھ اضا فہ نہ کرے گا۔

علامہ مجلسی او ردیگر علما ء نے کہا ہے کہ ذات و صفات خدا میں تفکر و تکلم سے منع کرنے کا مطلب کیفیت ذات خدا وندعالم ہے ۔

قال الامام الباقر علیه السلام: اِیاکم و التفکّر فی الله لکن اِذَا أردتم أن تَنظروا اِلیٰ عظمته فانظروا اِلیٰ عظیم خلقه"ذات خدا میں غور و خوض سے پرہیز کرو جب جب بھی اس کی عظمتوں کو دیکھنا چاہوتو اس کی عظیم خلقت (اس دنیا)کو دیکھو "۔[1]

---

(1) اصول کا فی باب نہی از کلام در کیفیت حدیث ،1۔7

سوالات

1۔ خدا کے قدرت کی نشانیا ں کیا ہیں ؟

2۔ قدیم ، ابدی ، متکلم ، صادق کے کیا معنی ہیں ؟

3۔ ذات خدا میں غور و خوض کیوں منع ہے ؟

دسواں سبق

صفات سلبیہ

ایک جملہ میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ صفات سلبیہ یعنی: خدا وند ہر طرح کے عیب و نقص ، عوارض نیز صفات ممکنات سے پاک ومنزہ ہے ۔ لیکن ان صفات میں بعض پر بحث کی گئی ہے جیسے وہ مرکب نہیں ہے ، جسم نہیں رکھتا ، قابل رئویت نہیں ، اس کے لئے زمان ومکان ، کوئی ٹھکانہ یا جہت معین نہیں کر سکتے .وہ ہر طرح کے نیاز و احتیاج سے دور ہے، اس کی ذات والا صفات محل حوادث نہیں اور عوارض وتغییر وتبدل کا شکار نہیں ہو سکتی ،صفات خدا وند اس کی عین ذات ہے اس کی ذات مقدس پر اضافہ نہیں ہے ۔

سید الاولیاء امیرالمومنین ایک خطبہ کی ابتدا میں یوں گویا ہیں"لا یشغله شأن ولا یغیره زمان ولا یحویه مکان ولایصفه لسان"کوئی چیز اس کو اپنے آپ میں مشغول نہیں کر سکتی، زمانہ کا تغییر وتبدل اس میں کوئی تبدیلی نہیں لا سکتا کوئی مکان اپنے میں سمو نہیں سکتا ،کوئی زبان اس کی مدح نہیں کر سکتی۔ [1]

---

(1) نہج البلاغہ خطبہ،178

دوسری حدیث میں امام جعفر صادق سے نقل ہے کہ"اِنَّ اللهَ تبارک و تعالیٰ لا یُوصف بزمان ولا مکان ولا حرکة ولا انتقال ولا سکون بل هو خالق الزمان والمکان والحرکة والانتقال تعالی الله عما یقول الظالمون علوًا کبیراً"خداوندتعالی کی تعریف وتوصیف زمان و مکان ،حرکت و انتقال مکان و سکون کے ذریعہ سے نہیں کی جا سکتی ، وہ زمان ومکان نیزحرکت ونقل مکان، ،اور سکون کا خالق ہے ،خدا اس سے کہیں زیادہ بلند و بالا ہے جو ظالم او ر ستمگر افراد تصور کرتے ہیں۔ [1]

صفات سلبی کی وضاحت

خدا مرکب نہیں ہے یعنی اجزاء ترکیبی نہیں رکھتا کیونکہ ہر مرکب اپنے اجزاء کا محتاج ہوتا ہے جبکہ خدا کسی شی کا محتاج نہیں ہے ، وحدانیت کی بحث میں ہم نے یہ بات کہی تھی کہ خدا کمال مطلق ہے ، اور اس کے لئے کوئی حد ومقدار نہیں ہیں ، لہٰذا اس بات کی جانب ہماری توجہ ضروری ہے کہ جو محدودیت یا احتیاج کا سبب ہے وہ ممکنات سے مخصوص ہے خدا ان سے پاک و منزہ ہے تعالی اللہ عنہ ذلک علواً کبیراً۔

خدا جسم نہیں رکھتا اور دکھائی نہیں دے گا

(لاَ تُدرِکُهُ الأبصَارُ و هُوَ یُدرِک الأبصارَ وَهو اللّطِیفُ الخَبِیر) [2] آنکھیں اس کو دیکھ نہیں سکتی وہ تمام آنکھوں کو دیکھتا ہے وہ لطیف وخبیر ہے

---

(1) کتاب بحارالانوار ج3 ،ص،309

(2) سورہ انعام آیۃ۔103

سوال: خدا کو دیکھنا کیوں ناممکن ہے؟

جواب: اس لئے کہ دیکھنے کے جو لوازمات ہیں، ان میں سے کوئی ایک بھی خدا کے لئے ممکن نہیں یعنی خدا کو اگر دیکھنا چاہیں تو ضروری ہے کہ وہ جسم رکھتا ہو جہت اور سمت رکھتا ہو، اجزاء رکھتا ہو اس لئے کہ ہر جسم اجزاء و عوارض جیسے رنگ، حجم اور ابعاد رکھتا ہے، نیز تمام اجسام تغیر وتبدل رکھتے ہیں اور مکان کے محتاج ہیں اور یہ سب ممکنات کی خصوصیات ہیں، اورنیاز واحتیاج کے شکار رہیں خدا ان سے پاک ومنزہ ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ نہ خدا جسم ہے اورنہ ہی دیکھا جاسکتا ہے (اہل سنت کے بعض فرقے اس بات کے قائل ہیں کہ خدا روز محشر مجسم ہوگا اور دکھائی دے گا اس کے ضمن میں ان کی جانب سے بہت ساری باتیں مضحکہ خیزہیں اورکسی عقل و منطق سے سروکار نہیں رکھتیں۔

امام علی رضا سے روایت ہے :أنّه لَيس مِنَّا مَن زعم أَنَّ اللہ عزَّوجلَّ جسم ونحن منه براء فی الدنيا والآخرة[1] جو شخص اس بات کا قائل ہے کہ خدا جسم و جسمانیت رکھتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے او رہم دنیا وآخرت میں ایسے شخص سے دور و بیزار ہیں۔

---

(1)توحید صدوق باب 6، حدیث، 20

وہ لا مکاں ہے او رہر جگہ ہے

مادہ سے خالی ایک شیٔ کی شناخت ان انسانوں کے لئے جو ہمیشہ مادی

قیدخانہ میں اسیر رہے اور اس کے عادی ہو گئے بہت ہی مشکل کام ہے شناخت خدا کا پہلا زینہ اس (خدا) کو صفات مخلوقات سے منزہ جاننا ہے ،جب تک ہم خدا کو لا مکان ولا زمان نہ جانیں گے در حقیقت اس کی معرفت ہی حاصل نہیںکر سکتے ۔ محل او رمکان رکھنا جسم و جسمانیت کا لازمہ ہے او رہم پہلے ہی عرض کر چکے ہیں کہ وہ جسم نہیں رکھتا وہ ہر جگہ ہے ۔

وہ ہر جگہ ہے

(وَلِلَّهِ المَشرِقُ والمَغرِبُ فَأَينَمَا تُولُوا فَثَمَّ وَجهُ اللَّهِ اِنَّ اللهَ واسِعُ عَليمُ)[1] مشرق ومغرب اللہ ہی کے لئے ہے اور تم جس جانب بھی رخ کروگے خدا وہاں موجود ہے خدا بے نیاز اور صاحب علم و حکمت ہے ۔

(وَهُوَ مَعَكُم أَينَ مَا كُنتُم وَاللهُ بِمَا تَعملُونَ بَصيرُ)[2] تم جس جگہ بھی ہو خدا تمہارے ہمراہ ہے اور جو کچھ تم انجام دیتے ہو اس پر ناظر ہے ۔

امام موسی کاظمؑ نے فرمایا :اِنَّ اللهَ تبارک وتعالیٰ کان لم ینزل بلا زمان ولا مکان وهو الآن کما کان لا یخلو منه مکان ولا یشغل به مکان ولا یحلّ فی مکان[3] خدا ہمیشہ سے زمان ومکان کے بغیر موجود تھا اور اب بھی ہے، کوئی جگہ اس سے خالی نہیں اوردرعین حال کسی جگہ میں قید نہیںاس نے کسی مکان میں حلول نہیںکیا۔

---

(1)سورہ بقرہ ص 115۔

(2) سورہ حدید آیۃ،4

(3) توحید صدوق باب 28، حدیث 12

ایک شخص نے حضرت امام علی سے سوال کیا کہ مولا ہمارا خدا زمین وآسمان کو پیدا کرنے سے پہلے کہاں تھا ؟آپ نے فرمایا :
کہاں کا لفظ مکان کے حوالے سے ہے جبکہ وہ اس وقت بھی تھا جب مکان نہیں تھا۔ [1]

---

(1) سابق حوالہ حدیث،4

خدا کہاں ہے؟

کتاب ارشاد و احتجاج میں ذکر ہے کہ ایک یہودی مفکر، خلفاء میں سے ایک کے پاس آیا اور سوال کیا کہ آپ جانشین رسول ہیں؟ انھوں نے جواب دیا ہاں اس نے کہا خدا کہاں ہے؟

انہوں نے جواب دیا آسمان میں عرش اعظم پر براجمان ہے اس نے کہا پھر تو زمین اس کے حیطۂ قدرت سے خالی ہے خلیفہ ناراض ہو گئے اور چیخ کر بولے فوراً یہاں سے دفع ہو جائو ورنہ قتل کرادونگا ،یہودی حیران ہوکر اسلام کا مذاق اڑاتا ہوا باہر نکل گیا۔

جب امیرالمومنین ؑکو اس بات کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اس کو طلب کیا اور فرمایا میں تمہارے سوال اور دیئے گئے جواب دونوںؔسے باخبر ہوں، لیکن میں بتاتا ہوں کہ اس نے مکان کو خلق کیا ہے لہٰذا اس کے لئے یہ ناممکن ہے کہ وہ خود صاحب مکان ہو اور کسی مکان میں مقید ہو۔

وہ اس سے کہیں بلند وبالا ہے کہ مکان اس کو اپنے آپ میں سمولے ،کیاتم

نے اپنی کتابوں میں نہیں پڑھا کہ ایک دن حضرت موسی بن عمران بیٹھے ہوئے تھے۔

ایک فرشتہ مشرق سے آیا آپ نے پوچھا کہاں سے آرہے ہو ؟اس نے جواب دیا خدا کے پاس تھا اس کے بعد ایک فرشتہ مغرب سے آیا آپ نے پوچھا کہاں سے آرہے ہو ؟اس نے جواب دیا خدا کے پاس تھا اس کے بعد ایک فرشتہ آیاآپ نے سوال کیاکہاں سے آرہے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ ساتویں آسمان میں خدا کے پاس تھا اس کے بعد ایک فرشتہ اور آیا اس سے سوال کیا کہاں تھے؟ اس نے کہازمین کے ساتویں طبق سے خدا کے پاس تھا ،اس کے بعد حضرت موسی نے کہاپاک ہے وہ ذات جس کے وجود سے کوئی جگہ خالی نہیں ہے اور اس کے نزدیک کوئی جگہ دوسری سے نزدیک نہیں ۔

یہودی نے کہا کہ : میں اس بات کی گواہی دیتا ہونکہ حق مبین یہی ہے اور آپ پوری کائنات میں سب سے زیادہ وصی رسول خدا ﷺ کی اہلیت رکھتے ہیں ۔[1]

ہم دعا کرتے وقت ہاتھ آسمان کی جانب کیوں بلند کرتے ہیں ؟

ہشام بن حکم کہتے ہیں کہ ایک کافر، حضرت امام جعفر صادق کی خدمت میں حاضر ہوا اور" الرحمن علی العرش استوی "کی تفسیر جاننی چاہی امام نے دوران تفسیر وضاحت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا : خدا کسی مخلوق ومکان کا محتاج نہیں بلکہ تمام مخلوقات اس کی محتاج ہیں ، اس نے عرض کی تو پھر دعا کرتے وقت

---

(1) پیام قرآن نقل جلد4 ، ص 274

چاہے ہاتھ آسمان کی جانب رکھیں یا زمین کی طرف اس میں کوئی حرج نہیں ہے ،آپ نے فرمایا : یہ موضوع اس کے علم اور احاطہ قدرت میں برابر ہے لیکن خدانے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ دعا کرتے وقت ہاتھوں کو آسمان کی جانب عرش کی طرف بلند کریں کیونکہ معد ن رزق وہاں ہے ۔جو کچھ قرآن اور فرمان رسول ہے ہم اس کو پہچاتے ہیں ، اس کے بعد فرمایا : اپنے ہاتھوں کو خدا کی طرف بلند کرو اوریہ وہ موضوع ہے جس پر تمام امتوں کا اتفاق ہے ۔[1]

حضرت امیر المومنین ٴنے فرمایا : کہ تم میں سے کوئی بھی جب نماز تمام کرے تو دعا کے لئے ہاتھوں کوآسمان کی جانب بلند کرے پھر دعا کرے ، ایک شخص نے سوال کیا کہ کیا خدا ہر جگہ نہیں ہے ؟ آپ نے فرمایا : ہا ں ہے ۔ اس نے کہاپھرہا تھو ں کو آسمان کی طرف کیوں اٹھاتے ہیں ،آپ نے فرمایا :تم نے (قرآن مجیدمیں) نہیں پڑھا آسمان میں تمہاری روزی ہے اورجو کچھ تم سے وعدہ کیاگیا ہے۔ انسان محل رزق کے علاوہ کہا ںسے رزق طلب کرے گا محل رزق اور وعدہ الٰہی آسمان ہے ۔[2]

(1) پیام قرآن از بحار الانوار ج3، ص 330

(2) پیام قرآن نقل از بحار الانوار ج 90، ص 308

سوالات

1۔ صفات سلبیہ سے مراد کیا ہے ؟

2 ۔ خدا کو دیکھنا کیوں ناممکن ہے ؟

3 ۔ یہودی دانشمند جس نے سوال کیا تھا کہ خدا کہاں ہے حضرت امیر نے اس کو کیا جواب دیا ؟

4۔ دعا کے وقت ہاتھ آسمان کی جانب کیوں اٹھاتے ہیں ؟

گیارھواں سبق

عدل الٰہی

اصول دین کی دوسری قسم عدل سے متعلق ہے ،عدل ،خدا کے صفات جمالیہ میں سے ایک ہے عدالت الٰہی ایک طرف تو ایمان بہ خدا سے مربوط ہے تو دوسری طرف معاد سے، ایک طرف مسئلہ نبوت و امامت سے تو دوسری طرف سے فلسفۂ احکام سے کبھی ثواب و عقاب تو کبھی جبر و تفویض سے اسی بناپر اصل عدالت کا اقرار یا انکار ممکن ہے کہ تمام اعتقاد اور معرفت کے چہرے کو بدل دے اس کے علا وہ اجتماعی ، اخلاقی اور تربیتی مسائل میں بھی عدل الٰہی سے انکار نہیںکیا جاسکتا انہیں خصوصیات کی وجہ سے عدل الٰہی کو اصول دین میں شمار کیا گیا ہے ۔

مولائے کائنات نے ایک مختصر اور مفید عبارت کے ذریعہ توحید اور عدل کو ایک جگہ رکھ کر فرمایا :"التوحید ان لا تتوھمہ والعدل ان لا تتھمہ" توحید وہ ہے جو تمہاری واہمہ سے دور رہے (کیونکہ جو واہمہ میں سماجائے وہ محدود ہے)اور عدل اس چیز کا نام ہے جسے تم متہم نہ کرو (برے کام جو تم انجام دے رہے ہو اسے خدا کی طرف نسبت نہ دو)[1]

---

(1) کلمات قصار نہج البلاغہ حکمت 470

عدل الٰہی پر عقلی دلیل

ظلم قبیح (ناپسند) ہے او رصاحب حکمت خدا کبھی قبیح فعل انجام نہیںدیتا کیونکہ ظلم کے کچھ اسباب ہیں اور خدا ان چیزوں سے منزہ ہے ۔

ظلم کے اسباب اور اس کی بنیاد

1۔ ضرورت :وہ شخص ظلم کرتاہے جوکسی مقصدتک پہنچنا چاہتا ہے اور وہ مقصد صرف ظلم ہی کے راستے سے ممکن ہے ۔

2 ۔ جہالت اور نادانی: وہ شخص ظلم کرتا ہے جو ظلم کی برائیوں اور اس کی قباحت سے واقف نہیںہوتا ۔

3۔ اخلاقی برائی :وہ شخص ظلم کرتاہے جس کے اندر کینہ ،عداوت ،حسد خواہشات پر ستی ہے۔

4۔ عجز و ناتوانی : وہ شخص ظلم کرتا ہے جو خطرہ اور نقصان کو اپنے سے دور کرنے سے عاجز ہو اور اپنے مقاصدتک پہنچنے کے لئے ظلم کے علاوہ کوئی راستہ نہ پاتا ہو ۔

اس دنیا میں جو بھی ظلم ہوتا ہے انہیں میں سے کسی ایک کی بنا پر ہوتاہے اگر یہ اسباب نہ پائے جائیں تو کہیں بھی کوئی ظلم نہ ہو او رمذکورہ اسباب میں سے کوئی ایک بھی خدا کے لئے ممکن نہیں ہے کیونکہ خدا وند عالم :

الف): غنی ہے او رکسی کا محتاج نہیں ہے ۔

ب): اس کا علم لا محدودہے اور کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے۔

ج): تمام اچھے صفات کا مالک ہے اور تمام عیوب اور نواقص سے پاک اور پاکیزہ ہے ۔

د): لا محدود قدرت کامالک ہے لہٰذا وہ عادل ہے ۔

صحیفۂ سجادیہ کی دعا نمبر45 میں آیا ہے" وعفوک تفضل وعقوبتک عدل"بارالٰہا! تیری عفو و بخشش تیرے فضل کا نتیجہ ہے اور تیرا عقاب عین عدالت ہے۔

ائمہ معصومین سے نقل ہے کہ نماز شب کے اختتام پر اس دعا کو پڑھا جائے "وقد علمت یا الهی أنّه لیس فی نقمتک عجلة ولا فی حکمک ظلم واِنّما یُعجّل من یخاف الفوت واِنّما یحتاج اِلیٰ ظلم الضعیف وقد تعالیت یا ألهی عن ذلک علواً کبیراً"[1] "بارالٰہا ! میں جانتا ہوں کہ تو عقاب میں جلدی نہیں کرتا اور تیرے حکم میں ظلم نہیں پایا جاتا، جلدی وہ کرتا ہے جو ڈرتا ہے کہ کہیں وقت ہاتھ سے نکل نہ جائے اور ظلم وہ کرتا ہے جو ضعیف اور ناتواں ہوتا ہے اور اے میرے پروردگار تو ان سے کہیں زیادہ بلند و برتر ہے"۔

عدالت خدا کے معانی

عدل کے اس مشہور معنی کے علاوہ (کہ خدا عادل ہے اور کسی پر ظلم نہیں کرتا) دوسرے کئی معانی پائے جاتے ہیں۔

---

(1) مصباح المتہجد شیخ طوسی ص 173 (دعاء بعد از نماز شب)

1۔ خدا عادل ہے یعنی خالق کائنات ہر اس کام سے دور ہے جو مصلحت اور حکمت کے خلاف ہے ۔

2۔ عدل یعنی : تمام لوگ خدا کی نظر میں ایک ہیں تمام جہات سے اور کوئی بھی اس کے نزدیک بلند وبالا نہیں ہے مگر وہ شخص جو تقوی اور اچھے اعمال کے ذریعہ اپنے کو فساد اور نابودی سے بچائے (اِنّ أکرَمکُم عِند اللَّهِ أتقاکُم اِنَّ اللّهَ عَليمُ خَبيرُ) بے شک تم میں سے خدا کے نزدیک زیادہ محترم وہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے اور اللہ ہر شی کا جاننے والا اور ہربات سے با خبر ہے۔ (1)

3۔ حق کے ساتھ فیصلہ او رجزا : یعنی خداوند عالم کسی بھی عمل کو چاہے وہ کتنا ہی چھوٹا اور حقیر کیوں نہ ہو اس کے بجا لانے والے کا حق ضائع نہیں کرتا اور بغیر جزاء کے نہیں رہنے دیتا او ربغیر کسی امتیاز کے تمام لوگوں کو ان کے اعمال کی جزا ملے گی (فَمنْ يَعملْ مِثقالَ ذَرَّةٍ خَيراً يَرهُ وَمَنْ يَعمل مِثقالَ ذَرَّةٍ شَراً يَرهُ) پھر جس شخص نے ذرہ برابر نیکی کی ہے وہ اسے دیکھے گا او رجس نے ذرہ برابر برائی کی ہے وہ اسے دیکھے گا ۔ (2)

4۔ ہر چیز کو اس کی جگہ پر رکھنا" العادل الواضع کُلّ شيئٍ موضعه" عادل وہ شخص ہے جو ہر چیز کو اس کی جگہ پر قرار دے۔ (3) خدا وند عالم نے تمام مخلوقات کو اس کی مناسبت سے خلق کیا ہے اور اس کے

---

(1) سورہ حجرات آیۃ14

(2) سورہ زلزال آیۃ7

(3) مجمع البحرین کلمہ عدل

اندر کی چیزیں اسی کے لحاظ سے خلق کی ہیں تمام موجودات عالم میں تعادل وتناسب پایا جاتاہے" (أنبتنا فیھا مِن کُلّ شیئٍ موزون) "[1] اور ہر چیز کو معینہ مقدار کے مطابق پیدا کیاہے۔

ہرکام مقصد کے تحت : یعنی دنیا کی تمام تخلیق کا ایک مقصد ہے اور اس دنیا کو خلق کرنے میں کچھ اسرار و رموز پوشیدہ ہیں اوراس دنیامیں کوئی چیز بیکار و عبث نہیں ہے (أ فَحَسِبتُم انَّما خَلَقنَاکُم عَبثاً وَ أَنَّکم اِلینَا لا تُرجعُون) کیاتمہا را خیال یہ تھا کہ ہم نے تمہیں بیکا رپیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف پلٹا کر نہیں لائے جائو گے [2]

ان مذکورہ عدالت کے معانی پر اعتقاد اوریقین اور ان میں سے ہر ایک معنی کو اپنی زندگی میں عملی جامہ پہنانے کی وجہ سے بہت سے اخلاقی آثار مرتب ہوں گے عادل عدالت کا خواہاں ہوتا ہے ۔

---

(1)سورہ حجر آیة19

(2) سورہ مومنون آیة:115

سوالات

1۔ کیوں عدل کو اصول دین میں شامل کیا گیا ہے ؟

2۔ عدل خدا پر عقلی دلیل کیا ہے ؟

3۔ ظلم کے اسباب کیا ہیں ؟

4 ۔ عدالت کے معانی بطور خلاصہ بیان کریں ؟

بارہواں سبق

مصیبتوں اور آفتوں کا راز(پہلا حصہ)

یہ ثابت ہو جانے کے بعد کہ خدا عادل ہے او ر اس کے تمام کام حکمت کی بنیادپر ہیں کچھ ایسے مسائل ہیں جو واضح نہیں ہو سکے لہٰذا ان کو واضح کردینا ضروری ہے یعنی آفتیں اور بلائیں ،دردورنج ،ناکامی او ر شکست ،نقائص اور بحران خدا کی عدالت سے کیسے سازگارہے ؟

تھوڑا غور کرنے پر واضح ہوجاتاہے کہ یہ تمام حالات عدل الٰہی کے موافق رہے ہیں نہ کہ مخالف ،مذکورہ سوالات کے سلسلہ میں دو بہترین جواب دئے جا سکتے ہیں۔

1۔ مختصر اور اجمالی 2 ۔ تفصیلی

اجمالی جواب:

جب عقلی اور نقلی دلیلو ں سے ثابت ہوچکا کہ خدا حکیم و عادل ہے اور اس کی تمام تخلیق ہدف اور حکمت کے ساتھ ہے اور یہ کہ خدا وند متعال کسی شخص اورکسی کا کبھی بھی محتاج نہیں اور وہ ہرچیز سے باخبرہے خلا صہ یہ کہ وہ کوئی بھی کام خلاف حکمت انجام نہیں دیتا ، ظلم جوکہ سرچشمۂ جہل اورعاجزی ہے اس کا تصورذات اقدس کے لئے ممکن ہی نہیں اس کے باوجود اب اگر ہم مذکورہ حوادث وحالات کے فلسفہ کونہ سمجھ سکیں تو ہمیں یہ مان لینا چاہئے کہ یہ ہمارے علم کی محدودیت اور اس کا قصور ہے ، چونکہ جس نے بھی خدا کو اس کے صفات کی روشنی میں پہچانا اس کے لئے یہ جواب کافی ووافی ہے ۔

تفصیلی جواب :

ان مصیبتوں کے ذمہ دار خود ہم ہی ہیں ۔ انسان کی زندگی میں بہت زیادہ مصیبتیں دامن گیر ہوتی ہیں جس کی اصلی وجہ او رسبب خود وہی ہے اگرچہ اکثر ناکامیوں کا سبب، سستی وکاہلی او رسعی وتلاش کو چھوڑ دینا ہے ۔

زیادہ تر بیماریاں شکم پرستی اورہوائے نفس کی وجہ سے آتی ہیں ،بے نظمی ہمیشہ بد بختی کا سبب رہی ہے اور اسی طرح اختلاف وجدائی ہمیشہ مصیبت اوربد بختی کا پیش خیمہ رہے ہیں اور تعجب تو یہ ہے کہ زیادہ تر لوگوں نے علت و معلول کے رابطہ کو بھلاکر ساری مصیبتوں کا ذمہ دار خداکو ٹھرایاہے۔

ان باتوں کے علاوہ بہت سے نقائص اور کیا نّجیسے بعض بچوں کا ناقص الخلقت ہونا (اندھا ،بہرا اور گونگا ، مفلوج ہونا) والدین کی کوتاہی او رشریعت کے اصول و قوانین کی رعایت نہ کرنے کی وجہ سے ہے ، اگرچہ بچہ کا کوئی قصور نہیں لیکن یہ والدین کے جہل او رظلم کا طبیعی اثر ہے (بحمد اللہ معصوم ہادیوں نے ان نقائص کو روکنے کے لئے کچھ قوانین بتائے ہیں یہاں تک کہ بچے کے خوبصورت اور با استعداد ہونے کے لئے بھی قوانین وآئین بتائے ہیں) ۔

اگر والدین نے ان قوانین کی پیروی نہیں کی تو عام سی بات ہے کہ اس نواقص کے ذمہ دار ہوں گے اور ان میں سے کسی ایک کو بھی خدا کی طرف منسوب نہیں کر سکتے بلکہ یہ ایسی مصیبت ہیں جسے انسان نے خود اپنے یا دوسروں کے لئے پال رکھی ہے۔ قرآن اس جانب اشارہ کرتا ہے: (مَا أَصَابَک مِن حَسنَةٍ فَمِن اللہ وَمَا أَصَابَک مِن سَیئَةٍ فَمِن نَفسِک) جو بھی نیکیاں(اچھائیاں او رکامیابیاں) تم تک پہونچی ہیں وہ خدا کی جانب سے ہے اور جو بھی برائیاں (بد بختیاںاور ناکامیاں) تمہارے دامن گیر ہوتی ہیں وہ خود تمہاری کرتوتوں کا نتیجہ ہیں۔ [1]

اور دوسری جگہ قرآن فرماتاہے: (ظَهَر الفَسَادُ فی البَرِّ وَالبَحرِ بِما کَسبَت أَیدیِ النَّاسِ لِیُذِیقهم بَعضَ الّذیِ عَمِلوا لَعَلَّهُم یُرجَعُونَ) لوگوں کی بد اعمالیوں کی وجہ سے دریا اور خشکی میں فساد پھیل گیا (لہٰذا) خدا ان کے بعض اعمال کا مزہ انہیں چکھا دینا چاہتا ہے شاید وہ بدل جائیں۔[2]

ناپسند واقعات او رالٰہی سزائیں

حدیثوں میں بھی متعدد مقامات پر اس طرح ذکر ہوا: انسانوں کے دامن گیر ہونے والی مصیبتوں کا زیادہ تر حصہ گناہوں کی سزا کا ہوتا ہے۔

ایک حدیث میں امام علی رضاؑسے روایت ہے:"کلّما أحدث العِباد من الذنوب ما لم یکونوا یعملون أحدث لهم من البلا ء ما لم یکونوا

---

(1) سورہ نساء آیۃ79

(2) سورہ روم آیۃ41

یعرفون"جب بھی خدا کے بندے ایسے گناہونکو انجام دیتے ہیں جنہیں کبھی پہلے انجام نہیں دیا تھا توخدا انہیں نامعلوم اور نئی مصیبتوں میں گرفتار کردیتا ہے ۔[1]

حضرت امام صادق سے منقول ہے :"أِنَّ الرجلَ لیذنب الذنب فیحرم صلا ۃ اللیل واِنَّ عمل الشَّرأسرع فی صاحبه من السکین فی اللحم"کبھی انسان ایسے گناہ کو انجام دیتا ہے جس کے نتیجہ میں نماز شب سے محروم ہو جاتاہے (کیونکہ) برے عمل کا برا اثر اس کے انجام دینے والے میں اس چاقو سے زیادہ تیز ہوتا ہے جوگوشت کو کاٹنے میں ہوتا ہے۔[2]

حضرت علی ابن ابی طالب ں فرماتے ہیں : کسی قوم کی خوشی اور نشاط اسی وقت چھنتی ہے جب وہ براکام انجام دیتی ہے کیونکہ خدا بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔[3]

ایک دوسری جگہ امام علی فرماتے ہیں : گناہونؐسے دوری اختیار کرو کیونکہ تمام بلائیں او ر مصیبتیں ،روزی کا کم ہونا ،گناہ کی وجہ سے ہے یہاںتک کہ بدن میں خراش کا آنا ، ٹھوکر کھا کر گر جانا ، مصیبتوں میں گرفتار ہونا ،یہ سب گناہ کا نتیجہ ہے، خداوند متعال کا ارشاد ہے : جو بھی مصیبت تم تک آتی ہے وہ تمہارے ہی اعمال کا نتیجہ ہے۔

---

(1) سابق ، ،ص358

(2) نہج البلاغہ خطبہ 178

(3) سورہ نساء 79 ، بحارالانوار ج 83 ،ص 350(مزید معلومات کے لئے تفسیر برہان ج،4 ص 127 او رنور الثقلین آیۃ78 کے ذیل میںاو ر بحارالانوار ج، 78 ،ص 52 کی طرف رجوع فرمائیں

عذاب اور سزا کے عمومی ہونے پر کچھ سوال

بہت سی مصیبتیں اور بلائیں تاریخی شواہد، حدیثوں اور قرآن کی روشنی میں عذاب اور سزا کے عنوان سے ہوتی ہیں۔

لیکن یہاں پر جو سوال ذہن میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ عذاب اور سزائوں میں گرفتار ہونے والے افراد دو طرح کے ہیں، ظالم اور مظلوم، مومن اور کافر تو آخر سبھی لوگ کیونعذاب میں گرفتار ہو کر ہلاک ہوگئے۔؟

جواب: اسلام کی رو سے مظلوین یا مومنین کی مشکلات اور مصیبتیں نہی عن المنکر کو ترک کرنے اور گمراہی وظالمین کا مقابلہ نہ کرنے کی وجہ سے ہے (اِتقُوا فِتنةً لاتُصِیبَنَّ الَّذِینَ ظَلَمُوا مِنکُم خَاصةً) ایسے فتنہ سے بچو جس کے اثرات صرف ظالموں تک ہی نہیں بلکہ سبھی کو گھیر لیتے ہیں۔ [1]

قال رسول اللہ صلیٰ اللہ علیه وآله وسلم : لتامرنَّ بالمعروف ولتنهنَّ عن المنکر أو لیعمنکم عذاب اللہ[2] امر بمعروف اور نہی عن المنکر ضرور انجام دو ورنہ خدا کا عمومی عذاب تم کو بھی گھیر لے گا۔

دوسرا سوال یہ ہے: کبھی ہم دیکھتے ہیں کہ گنہگاروں اور ظالموں کی دنیاوی زندگی بہت اچھی ہے اور انہیں کسی قسم کی کوئی پریشانی نہیں، جبکہ ان کے مقابل نیک اور مومن لوگوں کو پریشان حال دیکھتے ہیں آخر ایسا کیوں ؟۔

جواب:آیات و روایات کی روشنی میں پتہ چلتا ہے کہ ظالموںاور گنہگاروں کو مہلت اور نعمتیں ان کے عذاب کی شدت کا باعث ہے۔

---

(1) سورہ انفال آیۃ20

(2)وسائل الشیعہ جلد11،ص407

(وَلَا يَحسَبَنَّ الَّذينَ كَفَروا أَنَّما نُملي لَهم خَيرٌ لأنفُسِهِم اِنَّما نُملي لَهُم لِيَزدادوا ثماً وَ لَهُم عَذابُ مُهِينُ)[1]

کفار ہرگز اس خوش فہمی میں نہ رہیں کہ اگر ہم نے ان کو مہلت دے دی تو اس میں ان کی بھلائی ہے ،ہم نے ان کو اس لئے مہلت دی ہے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ گنا ہ کریں ، سخت عذاب ان کے انتظار میں ہے ۔

حضرت علیؑ نے فرمایا :"یابن آدم اِذا رأیتَ ربکَ سبحانه یُتابع علیک نعمة وأَنت تعصیه فاحذره" فرزند آدم جب تم یہ محسوس کرنا کہ خدا نا فرمانی کے باوجود تم پر نعمتوں کی بارش کر رہا ہے تو اس سے ہوشیار رہنا [2]

امام صادق فرماتے ہیں :

اِذا أَراد الله بعبد خیراً فأذنب ذنباً تبعه بنقمة فیذکره الاستغفار واذا أراد الله بعبدٍ شراً فاذنب ذنبا تبعه بنعمة لینسیه الاستغفار ویتمادی به وهو قول الله عزَّوجلَّ (سنستدرجهم من حیث لا یعلمون) بالنعم عند المعاصی"[3]

جب خدا کسی بندہ کی بھلائی اور خوش نصیبی چاہتا ہے تو اس کے گناہ کرنے پر کسی پریشانی میں بتلا کردیتا ہے اور اسے استغفار کی طرف متوجہ کرتا ہے ،اور جب (نا فرمانی اور سرکشی کی وجہ سے) کسی بندہ کی

---

(1)سورہ آل عمران آیۃ178

(2)شرح ابن الحدید ، ج،19 ص 275 ۔

(3) اصول کافی ج، 2،باب استدراج ، حدیث ۔1

تباہی وبربادی چاہتا ہے تو اس کے گناہ پر ایسی نعمت دیتا ہے جس سے استغفار کو بھول جائے اور اپنی عادت پر باقی رہ جائے ۔ اور یہ وہی چیز ہے جس کے بارے میں خدا کا ارشاد ہے ، ہم انہیں آہستہ آہستہ ایسے راستوں سے عذاب کی طرف لے جا تے ہیں کہ ان کو خبر تک نہیںہو پاتی اور وہ یہ کہ نافرمانی کے موقع پر ہم انہیں نعمت عطا کر دیتے ہیں ۔

سوالات

1۔ ناپسندواقعات کا اجمالی جواب تحریر کریں ؟

2۔ اپنی کمائی ہوئی مصیبتوں سے مراد کیا ہے ؟

3۔ مومنین و مظلومین مشکلات سے کیوں دوچار ہیں حدیث رسول بیا ن کریں ؟

4۔ عذابِ تدریجی کی تعریف کریں ؟

تیرہواں سبق

مصائب وبلیات کا فلسفہ (حصہ دوم)

مومنین کے لئے بلاء و مصیبت ان کے علو درجات کے لئے ہے اور کبھی ان کی یاد دہانی اور بیداری کے لئے بعض وقت ان کے گناہوں کا کفارہ ہیں اور یہ سب کی سب چیزیں خدا کی طرف سے مومنین پر لطف ہیں ۔

امام صادق فرماتے ہیں:"اِنَّ عَظیم الأجرِ لمِع عظیم البلا ء وما أحب الله قوماً الا ابتلاھم"اجرت کی زیادتی بلائوں کی کثرت پر ہے اور خدا جس قوم کو دوست رکھتا ہے اس کو بلائوں میں مبتلاء کرتا ہے۔ [1]

امام باقر فرماتے ہیں:"لو یعلم المؤمن ماله فی المصائب من الاجر لتمنی أَنَّه یُقرض بالمقاریض" اگر مومن کو اس بات کا علم ہو جائے کہ آنے والی مصیبت کا اجر کتنا ہے تو وہ اس بات کی تمنا کرے گا کہ اس کو قینچیوں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے۔ [2]

امام علی فرماتے ہیں:"مَن قَصَّر فی العمل ابتلیٰ بالھم ولا

---

(1) بحار جلد 67، ص207

(2) بحار جلد 81، ص 192 ۔

حاجۃللہؐفیمَن لیس للہ ّفی نفسہ وما لہ نصیب" جس نے اعمال میں کمی کی وہ مشکلات کا شکار ہو ا اور جس کے جان ومال میں کسی قسم کا نقصان نہ پایا جائے تو وہ لطف خدا کا مستحق نہیں ہے۔ [1]

امام صادق نے فرمایا: ساعات الأَوجاعُ يُذهبنّ بساعات الخطايا[2] مصیبت کی گھڑیا ں خطا کے لمحات کو مٹادیتی ہیں۔ (بیماری گناہوں کا کفارہ ہے)۔دوسری جگہ امام صادق فرماتے ہیں: لا تزال الغموم والهموم بالمؤمن حتى لاتدع له ذنباً[3] مومن ہمیشہ مصیبت وبلاء میں اس لئے گرفتار رہتا ہے تاکہ اس کے گناہ باقی نہ رہ جائیں۔

امام رضاؑنے فرمایا: المرضُ للمؤمن تطهيرو رحمة و للكافر تعذيب ولعنة وأَن المرضَ لا يزال بالمؤمن حتىٰ لا يكون عليه ذنب[4] مومن کی بیماری اس کی پاکیزگی اور رحمت کا سبب ہے اور کافر کے لئے عذاب و لعنت کا سامان ہے، مومن ہمیشہ بیماری میں بتلارہتا ہے تاکہ اس کے سارے گناہ بخش دئیے جائیں۔

امام باقرؑفرماتے ہیں:"إِنَّما يُبتلىٰ المؤمن فى الدنيا علىٰ قدر دينه او قال على حسب دينه" مومن دنیا میں مراتب دین کے تحت مصیبت میں بتلاہوتا ہے۔ [5]

---

(1) بحار الانوار ج،81 ص،191۔(3) بحار الانوار جلد67باب ابتلاء لمومن

(2) بحار الانوار جلد،81ص،191(4) بحار الانوار جلد81، ص،183(5) بحار الانوار ج،81 ص،196۔

دوسری حدیث میں امام صادق نے فرمایا: مومن کے لئے چالیس شب نہیں گذرتی کہ اس کے اوپر کوئی بڑی مصیبت آپڑتی ہے تاکہ وہ ہوشیار ہوجائے ۔[1]

قرآن مجید میں کم وبیش، بیس مقامات پر امتحان الٰہی کے حوالے سے گفتگو ہوئی ہے ۔یہ امتحان خدانے ہم سے آگا ہی کے لئے نہیں لیا ہے کیونکہ وہ ابتداء ہی سے ہم سے باخبر ہے بلکہ اس امتحان میں تربیت کا ایک پہلو ہے۔ الٰہی امتحانات روح اور جسم کے لئے تکامل کاذریعہ ہیں اور دوسری طرف امتحان کے بعد جزاوسزا کا استحقاق ہے (وَلَنَبلُونَّكُم بِشَيئٍ مِن الخَوفِ والجُوعِ وَنَقصٍ مِن الأموالِ وَ الأنفُسِ والثَّمراتِ و بَشّر الصَّابِرينَ)[2] اور ہم یقینا تمہیں تھوڑے خوف، تھوڑی بھوک اور اموال ونفوس اور ثمرات کی کمی سے آزمائیں گے اور اے پیغمبر! آپ ان صبر کرنے والوں کو بشارت دیدیں ۔ (وَنَبلُونَّكُم بالشَّرِّ والخَيرِ فَتنة وإلينا تُرجعَونَ)[3] اور ہم تو اچھائی اور برائی کے ذریعہ تم سب کو آزمائیں گے اور تم سب پلٹا کر ہماری بارگاہ میں لائے جائوگے ۔

مولائے کائنات نے فرمایا :...ولكنّ اللہَ يختبر عباده بأنواع الشدائد ويتعبدهم بأنواع المجاهد و يبتليهم بضروب المكاره [4]

خداوند تعالی اپنے بندوں کو مختلف سختیوں کے ذریعہ آزماتاہے اور بندے کو مختلف مشکلوں میں عبادت کی دعوت دیتا ہے اور متعدد پریشانیوں میں مبتلا کرتا ہے ۔

---

(1) بحار الانوار جلد67باب ابتلاء لمومن

(2) سورہ بقرہ آیة155

(3) سورہ انبیاء آیة35 (4) نہج البلاغہ خطبہ 192

فلسفہ مصائب کا خلاصہ اور نتیجہ

بہتیرے اعتراضات، عدل الٰہی کے سلسلہ میں جہالت اور بلاء و مصیبت کے فلسفہ کو درک نہ کرنے کے باعث ہوئے ہیں مثلاً یہ خیال کریں کہ موت فنا ہے اور اعتراض کر بیٹھیں کہ فلاں شخص کیوں جوانی کے عالم میں مرگیا اور اپنی زندگی کا لطف نہ اٹھا سکا ؟ ہم یہ سوچتے ہیں کہ دنیا ابدی پناہ گاہ ہے لہذا یہ سوال کرتے ہیں کہ سیلاب اور زلزلے کیوں بہت سارے لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں ہے ؟ ہماری فکر کے اعتبار سے یہ دنیا آرامگاہ ہے تو پوچھتے ہیں کہ بعض لوگ بے سروسامان کیوں ہیں ؟۔

(یہ سارے سوالات) ان لوگوں کی مانند ہیں جو دوران درس اعتراضات کی جھڑ لگادیتے ہیں کہ چائے کیا ہوئی، کھانا کیوں نہیں لاتے ، ہمارا بستر یہاں کیوں نہیں ہے ؟ان سارے سوالوں کے جواب میں صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ یہ درس گاہ ہے مسافر خانہ نہیں ۔در حقیقت گزشتہ سارے اعتراضات کا بہترین راہ حل اس دنیا کو پہچاننا اور موجودات عالم کے مقصد خلقت کو درک کرنا ہے ۔

سوالات

1۔ مومنین دنیا میں مصائب و آلام کے شکار کیوں رہتے ہیں ؟

2۔ خدا اپنے بندوں کا امتحان کیوں لیتا ہے ؟

3۔ فلسفہٴ مصائب کا خلاصہ اور نتیجہ بیان کریں ؟

چودہواں سبق

اختیار اور میانہ روی

شیعہ حضرات ائمہ معصومین کی اتباع کی بناپر یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مشیت الٰہی کے باوجود انسان اپنے کام میں صاحب اختیار ہے ۔

کسی کام میں اختیار ، ارادہ ، انتخاب ان سب کا ہونا ایک ناقابل انکار شئ ہے اس کے باوجود بعض لوگوںنے اپنے ضمیر اور فطرت کی مخالفت کرتے ہوئے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا ۔ بعض افراد اس کے مقابل میں تفویض کے قائل ہو گئے ۔

آخرکار: اس بحث میں تین نظریہ قائم ہوئے ہیں ۔

1 ۔ جبر و بے اختیار: اس نظریہ کے قائل افراد کہتے ہیں کہ انسان اپنے کاموںمیں ذرہ برابر بھی اختیار نہیں رکھتا ۔ اور انسان کسی ماہر فن کے ہاتھ میں بے شعور اوزار کی طرح ہے ، اور جو کچھ بھی معرض وجود میں آتا ہے وہ مشیت خدا ہے ۔

2۔ تفویض یا آزادی: اس نظریہ کے معتقد افراد کا کہنا ہے کہ خدا نے انسانوں کو خلق کر کے اور دل و دماغ کی قوت بخش کے انہیں ان کے کاموں میں مکمل اختیار دے دیا ہے لہٰذا ان کے افعال و کردار میں خدا کا کوئی دخل نہیں اور قضا و قدر کا بھی کوئی اثر نہیں ہے ۔

3۔ اختیار یا میانہ روی ۔ نہ جبر نہ تفویض بلکہ اختیار اور امر بین الامرین (میانہ روی)

عقیدۂ اختیار

اہل تشیع نے اس عقیدہ کو ائمہ معصومین علیہم السلام کے ارشادات کی روشنی میں اختیار کیا ہے، یعنی انسانوں کے کام خود اس کی ذات سے مربوط ہیں اور وہ صاحب اختیار ہے لیکن خواستہ الٰہی بھی اس کے شامل حال ہے او رقضاء وقدر الٰہی کا اثر بھی ہے۔ جس طرح تمام موجودات کاوجود خدا کے وجود کی بنا پر ہے اور ہر صاحب قدرت کی قوت اور ہر صاحب علم کا علم مرہون لطف الٰہی ہے اسی طرح سے ہر صاحب اختیار کا ارادہ اوراختیار خدا کے ارادے اور اختیار کے سایہ میں جنم لیتا ہے۔ اسی لئے جب انسان کسی کام کاارادہ کرتاہے تویہ اختیار اور قدرت خداکی طرف سے ہے یایوں کہاجائے کہ ارادہ وقدرت خداوندی کے سایہ میں انسان کسی کام کا ارادہ کرکے اس کو انجام دے سکتا ہے اوریہی معنی ہیں۔ (وما تشاؤن الا أن یشاء اللہ رب العالمین) [1] "تم لوگ کچھ نہیں چاہ سکتے مگر یہ کہ عالمین کاپروردگار خدا چاہے"(یعنی تمہا را ارادہ خدا کی چاہت ہے نہ یہ کہ تمہارا کام خدا کی درخواست اور ارادہ کی وجہ سے ہے۔[2]

---

(1) سورہ تکویر آخری آیۃ

(2) گم شدہ شما۔ محمدیزدی

عقیدہ اختیار اور احادیث معصومین علیہم السلام

احمد بن محمد کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا مولا بعض لوگ جبر اور"تفویض "اختیار مطلق کے قائل ہیں امام علیہ السلام نے فرمایا لکھو !

قال علی ابن الحسیننقال عزوجل:"یا بن آدم بمشیتی کنت انت الذی تشاء بقوتی ادیت الی فرائضی وبنعمتی قویت علی معصیتی جعلتک سمیعاً بصیراً ما أصابکَ من حسنة فمِن اللّٰہ وما أصابکَ من سیئةٍ فمن نفسک وذلکَ أنّی أولیٰ بحسناتکَ منکَ وأنت أولیٰ بسیئاتک منیِ وذلکَ أنّی لاأسئل عماأفعل وھم یُسئلون قد نظمت لکَ کلّ شیئٍ تُرید"

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا وند کریم کا فرمان ہے کہ اے فرزند آدم !تم ہمارے خواہش کے تحت ارادہ کرتے ہو اور ہماری دی ہوئی طاقت سے ہمارے واجبات پر عمل کرتے ہو اور ہماری عطا کردہ نعمتوں کے ناجائز استعمال سے گناہ ومعصیت پر قدرت حاصل کرتے ہو ہم نے تم کو سننے اور دیکھنے والا بنایا جو بھی نیکی تم تک پہنچے وہ خدا کی جانب سے ہے اور جو بھی برائی وجود میں آئے اس کے ذمہ دار تم ہو کیونکہ میں تمہاری نیکیوں کے سلسلہ میں تم سے زیادہ حق دار ہوں اور تم اپنی برائی کے بابت مجھے سے زیادہ مستحق ہو کیونکہ میں کچھ بھی انجام دونگا جو اب دہ نہیں ہونگا لیکن وہ جو اب دہ ہوں گے تم نے جو کچھ سوچا ہم نے تمہارے لئے مہیا کر دیا۔[1]

ایک صحابی نے امام جعفر صادق سے سوال کیا کہ کیا خدا نے اپنے بندوں کو ان کے اعمال پر مجبور کیا ہے ۔ امام نے فرمایا :"اللّٰہُ أعدل مِن أَن یجبر عبداً علیٰ فعلٍ ثُمَّ یعذّبہ علیہ"خدا عادل مطلق ہے اس کے لئے یہ بات روانہیں کہ وہ بندوں کو کسی کام پر مجبور کرے پھر انہیں اسی کام کے باعث سزادے۔[2]

دوسری حدیث میں امام رضاؑنے جبر وتفویض کی تردید کی ہے اور جس صحابی نے یہ سوال کیا تھا کہ کیا خدا نے بندوں کو ان کے اعمال میں مکمل اختیار دیا ہے تو آپ نے جو اب میں فرمایا تھا ۔

"اللّٰہ أعدلُ وأحکم من ذلک" خدا اس سے کہیں زیادہ صاحب عدل وصاحب حکمت ہے کہ ایسا فعل انجام دے۔[3]

---

(1) اصول کافی باب امر بین الامرین حدیث 12

(2) بحار الانوار ج 5 ص 51

(3) اصول کافی باب امر بین الامرین حدیث 3

جبر واختیار کا واضح راہ حل

عمومی فکر اور عالمی فطرت ،دونوں اختیار پر ایک واضح دلیل ہیں اور اختیار وجبر کے معتقدین بھی ، عملی میدان میں آزادی اور اختیار ہی کو مانتے ہیں۔لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ !

1۔ تمام لوگ اچھائی کرنے والوں کی مدح اور تحسین کرتے ہیں اور برائی کرنے والے کی تحقیر اورتوہین کرتے ہیں ، اگر انسان مجبور ہوتا اور اس کے اعمال بے اختیار
ہوتے تو مدح و تحسین، تحقیر وتوہین کوئی معنی نہیں رکھتی ۔

2۔ سبھی لوگ اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت میں کوشش کرتے ہیں اگر انسان مجبور ہوتا تو تعلیم و تربیت کا کوئی مقصد نہیں باقی رہتا ہے۔

3۔ کبھی انسان اپنے ماضی سے شرمندہ ہوتا ہے اور اس بات کا ارادہ کرتا ہے کہ ماضی کے بحرانی آئینہ میں مستقبل کو ضرور سنوارے گا ، اگر انسان مجبور ہوتا تو ماضی سے پشیمان نہ ہوتا اور مستقبل کے لئے فکر مند نہ ہوتا ۔

4۔پوری دنیا میں مجرموں پر مقدمہ چلایا جاتاہے اور ان کو کیفر کردار تک پہنچایا جاتا ہے اگر وہ لوگ اپنے کاموں میں مجبور تھے تو ان پر مقدمہ چلانا یا سزا دینا سراسر غلط ہے ۔

5۔ انسان بہت سارے کاموں میں غور و خوض کرتا ہے اور اگر اس کی پرواز فکر کسی نتیجہ تک نہیں پہنچ پاتی تو دوسرے افراد سے مشورہ کرتا ہے۔ اگر انسان مجبور ہوتا تو غور وفکر او رمشورت کا کوئی فائدہ نہیں ہے [1]

---

(1) تفسیر نمونہ جلد 26 ص ،64 خلاصہ کے ساتھ۔" عدالت کے سلسلہ میں ان کتب سے استفادہ کیا گیا ہے ۔ اصول کافی ، نہج البلاغہ ،پیام قران ،تفسیر نمونہ ،اصول عقائد"

سوالات

1۔ جبر وتفویض اور عقیدہ اختیار کی تعریف کریں ؟

2۔ انسان کے مختار ہونے کے بارے میں شیعہ عقیدہ کیا ہے ؟

3۔ عقیدۂ اختیار کے بارے میں سید سجاد کی حدیث پیش کریں ؟

4۔ عقیدہ جبر و اختیار کا کوئی واضح راہ حل بیان کریں ؟

پندرہواں سبق

نبوت عامہ (پہلی فصل)

اصول دین کی تیسری قسم نبوت ہے توحید وعدل کی بحث کے بعد انسان کی فطرت ایک رہبر ورہنما اور معصوم پیشوا کی ضرورت محسوس کرتی ہے ۔

یہاں وحی، حاملان وحی اور جو افراد لوگوں کو سعادت وکمال تک پہنچاتے ہیں ان کی شناخت کے سلسلہ میں بحث کی جائے گی ۔

اس بحث میں سب سے پہلے انسان کو وحی کی ضرورت اور بعثت انبیاء کے اغراض ومقاصد نیز ان کی صفات وخصوصیات بیان کئے جائیں گے جس کو علم کلام کی زبان میں نبوت عامہ کہتے ہیں۔

اس کے بعد پیغمبر اسلام ﷺ کی نبوت اور ان کی خاتمیت کی بحث ہوگی کہ جس کو نبوت خاصہ کہتے ہیں ۔

وحی اور بعثت انبیاء کی ضرورت

1) مخلوقات کو پہچاننے کے لئے بعثت لازم ہے ۔

اگر انسان کائنات کو دیکھے تو وہ اس بات کو قبول نہیں کرے گا کہ دنیا کی خلقت بغیرہدف ومقصد کے ہوئی ہے گزشتہ بحث میں یہ بات گذر چکی ہے کہ خدا حکیم ہے اور عبث وبیکار کام نہیں کرتا ۔ کائنات کا نظم ،موجودات عالم کا ایک ساتھ چلنا بتاتا ہے کہ تخلیق کا کوئی معین ہدف ومقصد ہے لہذا یہ سوال ذہن میں آتا ہے کہ :

1۔ خدا نے اس دنیا کو کس لئے پیدا کیا اور ہماری خلقت کا سبب کیا ہے ؟

2۔ ہم کس طرح سے اپنے مقصد تخلیق تک پہنچیں ، کامیابی اور سعادت کا راستہ کون سا ہے اور اسے کس طرح سے طے کریں۔ ؟

3۔ مرنے کے بعد کیا ہو گا کیا موت فنا ہے یا کوئی دوسری زندگی ؟ موت کے بعد کی زندگی کیسی ہو گی ؟ ان سارے سوالوں کے جواب کے لئے ضروری ہے کہ کوئی خدا کی جانب سے آئے جو سبب خلقت اور راہ سعادت کی نشان دہی کرے اور موت کے بعد کی زندی کی کیفیت کو ہمارے سامنے اجاگر کرے، انسان اپنی عقل کے ذریعہ دنیوی زندگی کے مسائل حل کر لیتا ہے، لیکن سعادت وکمال تک پہنچنے سے مربوط مسائل اور موت کے بعد کی زندگی اور اخروی حیات جو موت کے بعد شروع ہوگی یہ سب اس کے بس کے باہر ہے۔

لہٰذا اس حکیم خدا کے لئے ضروری ہے کہ وہ معصوم نبیوں کو ان تمام مسائل کے حل اور کمال تک پہنچنے کے لئے اس دنیا میں بھیجے۔

ہشام بن حکم کہتے ہیں کہ ایک لا مذہب شخص نے امام صادق سے سوال کیاکہ بعثت انبیاء کی ضرورت کو کیسے ثابت کریں گے۔

؟

آپنے فرمایا: ہم ثابت کر چکے ہیں کہ ہمارے پاس ایسا خالق ہے جو تمام مخلوقات سے افضل واعلی، حکیم وبلند مقام والا ہے چونکہ لوگ براہ راست اس سے رابطہ نہیں رکھ سکتے لہٰذا ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ وہ اپنی مخلوقات میں رسولوں کو مبعوث کرتا ہے جو لوگوں کو ان کے فائدے اور مصلحت کی چیزوں کو بتاتے ہیں اور اسی طرح ان چیزوں سے بھی آگاہ کرتے ہیں جو انسان کی بقاء کے لئے ضروری ہیں اور ترک میں فناونابودی ہے، لہٰذا یہ بات ثابت ہو چکی کہ جو خدا کی جانب سے لوگوں کے درمیان حکم دینے والے او ربرائیوں سے روکنے والے ہیں، انہیں کو پیغمبر کہا جاتا ہے۔ (1)

امام رضا فرماتے ہیں: جبکہ وجود انسان میں مختلف خواہشات اور متعدد رمزی قوتیں ہیں، مگر وہ چیز جو کمال تک پہنچا سکے اس کے اندر نہیں پائی جاتی اور چونکہ خدا دکھائی نہیں دیتا اور لوگ اس سے براہ راست رابطہ نہیں رکھ سکتے، لہٰذا اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ خدا پیغمبروں کو مبعوث کرے جو اس کے احکام کو بندوں تک پہنچائیں اور بندوں کو اچھائیوں کا حکم دیں اور برائیو سے بچنا سکھائیں۔ (2)

---

(1) اصول کافی کتاب الحجۃ باب اضطرار الی الحجۃ حدیث ،1

(2) بحارالانوار جلد 11، ص 40

2) انسان کے لئے قانو ن تکا مل لا نے کے لئے پیغمبر کی ضرورت۔

انسان کو اپنے مقصد خلقت جوکہ کمال واقعی ہے اس تک پہنچنے کے لئے کچھ قانو ن گذار افراد کی ضرورت ہے جو ان شرائط کا حامل ہو۔

1۔ انسان کو مکمل طریقہ سے پہچانتا ہو اور اس کے تمام جسمانی اسرار ورموز اس کے احساسات و خواہشات ارادے وشہوات سے مکمل آگاہ ہو ۔

2۔ انسان کی تمام صلاحیت ، اس کے اندرپو شیدہ خصوصیات اور وہ کمالات جو امکانی صورت میں پائے جا سکتے ہیں سب سے باخبر ہو ۔

3 ۔انسان کو کمال تک پہنچانے والے تمام اصولوں کو جانتاہو راہ سعادت میں آڑے آنے والی تمام رکاوٹوں سے آگاہ ہو ، اور شرائط کمال سے باخبر ہو ۔

4۔ کبھی بھی اس سے خطا ،گناہ اور نسیان سرزد نہ ہو ۔ اس کے علاوہ وہ نرم دل مہربان ،شجاع ہو اور کسی بھی قوت سے مرعوب نہ ہو ۔

5۔ لوگوں سے کسی قسم کی منفعت کی توقع نہ رکھتا ہو تاکہ اپنی ذاتی منفعت سے متاثر ہو کر لوگوں کے لئے خلاف مصلحت قانون تیار کردے ۔

جس کے اندر مذکورہ شرائط پائے جاتے ہوں وہ بہترین قانون گذار ہے کیا آپ کسی ایسے شخص کی نشان دہی کر سکتے ہیں جو جرأت کے ساتھ اس بات کادعوی کر سکے کہ میں انسان کے تمام رموز واسرار سے واقف ہوں، اس کے برخلاف تمام علمی شخصیتوں نے اس بات کا اعتراف کیاہے کہ ہم ابھی تک انسان کے اندر پائے جانے والے بعض رموز تک پہنچ بھی نہیں سکے ہیں ۔ اور بعض نے انسان کو لاینحل معمہ بتایاہے کیا آپ کی نظر میں کوئی ایسا شخص ہے جو یہ کہہ سکے کہ میں نے انسان کے تمام کمالات کو سمجھ لیا ہے ۔اور کمال تک پہنچنے والے تمام شرائط وموانع کو جانتا ہوں ۔کیا کوئی ایسا ہے جس سے کسی بھی خطاکا امکان نہ پایا جاتا ہو۔ ؟

یہ بات بالکل مسلّم ہے کہ اگر دنیامیں تلاش کریں تب بھی کسی کو نہ پائیں گے جس میں مذکورہ تمام شرائط پائے جاتے ہوں یابعض شرطیں ہو ں ،اس کی سب سے بڑی دلیل مختلف مقامات پر متعدد قوانین کا پا یا جانا ہے ۔ لہٰذا ہم اس نتیجہ تک پہنچتے ہیں کہ بہترین قانون بنا نے والا صرف اور صرف خدا ہے جو انسان کی خلقت کے تمام اسرار ورموز سے واقف ہے، صرف وہ ہے جو دنیا کے ماضی، حال، مستقبل کو جانتا ہے ۔فقط وہ ہر چیز سے بے نیا ز ہے اور لوگو ں سے کسی چیز کی توقع نہیں رکھتا وہ خدا ہے جو سب کے لئے شفیق و مہربان ہے او رانسانوں کے کمال تک پہنچنے کے تمام شرائط کو جانتا ہے ۔

لہٰذا صرف خدا یا وہ افراد جو براہ راست اس سے رابطہ میں ہیں، وہی لوگ قانون بنانے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور اصول وقانون کو صرف مکتب انبیاء اور مرکز وحی سے سیکھنا چاہیئے ۔

قرآن نے اسی حقیقت کی جانب اشارہ کیا ہے :(وَلَقَد خَلَقنَا النسانَ وَنَعلمُ مَا تُوَسوِسُ بِہ نَفسُہُ)[1] اور ہم نے ہی انسان کو خلق کیا ہے اور ہمیں معلوم ہے کہ اس کا نفس کیا کیا وسوسے پیدا کرتا ہے ۔

(وَمَا قَدرُوا اللّہَ حَقَّ قَدرِہِ اِذ قَالُوا مَا أَنزَلَ اللّہُ علیٰ بَشَرٍ مِّن
)

---

(1) سورہ ق آیۃ: 16

(شیئٍ)[1] اور ان لوگوں نے واقعی خدا کی قدر نہیں کی جب کہ یہ کہہ دیا کہ اللہ نے کسی بشر پر کچھ بھی نہیں نازل کیا۔

نتیجہ بحث

(اِن الحُکم اِلّا للّہِ)[2] حکم صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔

---

(1) سورہ انعام آیۃ: 91

(2) سورہ انعام آیۃ:57

سوالات

1۔ سبب خلقت کو سمجھنے کے لئے بعثت انبیا، کیوں ضروری ہے ؟

2۔ کیا انبیاء کا مبعوث ہونا ضروری ہے حدیث امام صادق نقل کریں ؟

3۔ بعثت کے لازم ہونے پر امام رضا ؑنے کیا فرمایا ؟

4 ۔ قانون گذار کے شرائط کو بطور خلاصہ بیان کریں ؟

سولھواں سبق

نبوت عامہ (دوسری فصل)

ہدایت تکوینی اور خواہشات کا اعتدال

انبیاء کی بعثت کا مقصد، خو اہشات کا اعتدال اور فطرت کی جانب ہدایت کرنا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان خو اہشات اور فطرت کے روبرو ہے اور ان میں سے ہر ایک کی اپنی ضرورت ہے۔

خواہشات، انسان کے اندر مادی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ہوتے ہیں اور فطرت انسان کو حیوانیت سے نکال کر کمال واقعی تک پہنچاتی ہے اگر فطرت کی ہدایت کی جائے تو انسان کمال کی بلندیوں تک پہنچ جائے گا، ورنہ خو اہشات سے متاثر ہو کر ذلّت کی پاتال میں غرق ہو جائے گا لہٰذا ضروری ہے کہ خواہشات معتدل رہیں اور فطرت کی ہدایت ہو اور بغیر کسی شک وتردید کے اس اہم عہدہ کا ذمہ دار وہی ہوسکتا ہے جو انسان کے اندر کے اسرار ورموز سے مکمل باخبر ہو۔

خو اہشات کے اعتدال کی راہ، نیز فطرت کی راہنمائی سے مکمل آگاہو باخبر ہو یہ بات ہم عرض کر چکے ہیں کہ دانشمندوں نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ انسان اسرار ورموز کا معمہ ہے۔

نتیجۃً انسان کا پیدا کرنے والا جو کائنات کا بھی مالک ہے صرف وہی تمام خصوصیات سے با خبر ہے اس کے لطف وکرم کا تقاضا ہے کہ نعمتوں کی تکمیل اور انسان کو کمال کی بلندیوں تک پہنچنے کے لئے ایسے انبیاء کو مبعوث کرے جوبراہ راست اس سے وحی کے ذریعہ منسلک ہیں تاکہ انسان کی ہدایت ہوسکے۔

بعثت انبیاء کا مقصد

انبیاء کے عنوان سے قرآن نے چند اصول بیان کئے ہیں ۔

1۔(هُوَ الّذيِ بَعَثَ فيِ الأمِيينَ رَسُولا مِنهُم يَتلُوا عَلَيهِم آياتِه وَيُزَكيّهِم وَيُعلّمُهُمُ الكِتَابَ والحِكمةَ و اِن كَانُوا مِن قَبلُ لَفِي ضَلاَلٍ مُبينٍ)[1]اس نے مکہ والوں میں ایک رسول بھیجا ہے جو انہیں میں سے تھا تاکہ ان کے سامنے آیات کی تلاوت کرے ان کے نفسوں کوپاکیزہ بنائے اور انہیںکتاب و حکمت کی تعلیم دے ،اگرچہ یہ لوگ بڑی کھلی ہوئی گمراہی میں بتلا تھے اس میں کوئی شک نہیں کہ سب سے پہلا زینہ جو انسان کے مادی و معنوی کمال تک رسائی کا سبب ہے وہ علم ہے اور علم کے بغیر کمال تک پہنچنا ناممکن ہے ۔

مذکورہ آیت میں علم سے مراد مادی علوم نہیں ہیں کیونکہ مادی علوم دنیا میں آرام وآسائش کی ضمانت لیتے ہیں اور انبیاء انسان کی سعادت کے لئے دنیوی واخروی دونوں

---

(1)سورہ جمعہ آیۃ: 2

زندگیوں کی ضمانت لیتے ہیں۔

خداکی عبادت او رطاغوت سے اجتناب ومقابلہ (وَلَقَد بَعَثنا فِي كُلِّ أُمةٍ رَسوُلاً أَن اعبُدُوا الله واَجتَنبُوا الطَّاغُوتَ)[1]"او ریقینا ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا ہے کہ تم لوگ اللہ کی عبادت کرو او رطاغوت سے اجتناب کرو"۔

2۔عدالت وآزادی دلانا ۔(لَقَدْ أَرسَلَنا رُسُلَنا بِالبَيّنَاتِ وأَنزَلَنا مَعَهُمُ الكِتابَ وَالمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالقِسطِ)[2]

بیشک ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل کے ساتھ بھیجا ہے اور ان کے ساتھ کتاب ومیزان کو نازل کیا ہے تاکہ لوگ انصاف کے ساتھ قیام کریں ۔ اصل مقصد وہ تمام اصول جنہیں پیغمبروں کے مبعوث ہونے کا سبب بتایا گیا ہے تمام کے تمام انسان کو کمال تک پہنچانے کے لئے ہیں۔

یعنی انبیاء کے آنے کا اصل مقصد بندوں کو خدا پرست بنانا ہے اور یہ اللہ کی بامعرفت عبادت کے ذریعہ ہی میسّر ہے اور انسان کی خلقت کا اصل مقصد بھی یہی ہے (ومَا خَلَقتُ الجِنّ وَالانسَ اِلّا لِيَعبُدونَ)[3]" ہم نے جنات وانسان کو نہیں خلق کیا مگر یہ کہ وہ میری عبادت کریں"۔

پیغمبروں کے پہچاننے کا طریقہ

لوگوں کی ہدایت کے لئے انبیا ء کا مبعوث ہونا اس بحث کے بعد اب یہ بات

---

(1) سورہ نحل آیۃ:36

(2) سورہ حدید آیۃ:25

(3) سورہ ذاریات،56

سامنے آتی ہے کہ ہم کیسے پہچانیں کہ نبوت کا دعوی کرنے والا اپنے دعوی میں سچا ہے۔؟

اگر کوئی کسی منصب یا عہدے کا دعوی کرے جیسے ، سفیر ، مجسٹریٹ ، یا ڈی ایم ، یا اس جیسا کوئی اور ہو جب تک وہ اپنے دعوی پر زندہ تحریر پیش نہ کرے کوئی بھی اس کے حکم کی تعمیل نہیں کرے گا ۔

مقام رسالت او رسفیر ان الٰہی کا دعوی کرنے والوں کی تو بات ہی دیگر ہے نبوت و رسالت سے بلند مرتبہ اور کیا شیٔ ہو سکتی ہے ؟ ایک انسان دعوی کرے کہ اللہ کا سفیر ہوں اور خدا نے مجھے زمین پر اپنا نمایندہ بنا کر بھیجا ہے لہٰذا سبھی کو چاہئے کہ میری اتباع کریں ۔

فطرت کسی بھی شخص کو بغیر کسی دلیل کے دعوی کو قبول کرنے کی اجازت نہیں دیتی ،تاریخ گواہ ہے کہ کتنے جاہ طلب افراد نے سادہ دل انسانوں کو دھوکا دے کر نبوت ورسالت کا دعوی کیا ہے ،اسی لئے علماء علم کلام نے پیغمبروں کوپہچاننے کے لئے راستے او رطریقے معین کئے ہیں ، ان میں سے ہر ایک پیغمبروں کو پہچاننے او ران کی حقانیت کے لئے زندہ دلیل ہے ۔

پہلی پہچان : معجزہ ہے علماء کلام او ردیگر مذاہب کا کہنا ہے کہ معجزہ ایسے حیرت انگیز اور خلاف طبیعت کام کو کہتے ہیں کہ جسے نبوت کا دعوی کرنے والا اپنے اور خدا کے درمیان رابطہ کو ثابت کرنے کے لئے انجام دیتا ہے او رتمام لوگوں کواس کے مقابلہ کے لئے چیلنج کرتا ہے اور ہر شخص اس جیسا فعل انجام دینے سے قاصر ہے لہٰذا معجزہ کے تین رخ ہیں ۔

1۔ ایسا کام جو انسانوں کی طاقت سے حتیٰ نوابغ دہر کی بس سے باہر ہو ۔

2۔ معجزہ نبوت ورسالت کے دعوی کے ساتھ ہو او راس کا عمل اس کے دعوی کے مطابق ہو۔

3۔دنیا والوںکے لئے اس کا مقابلہ کرنا "اس کے مثل لانا" ممکن نہ ہو سبھی اس سے عاجز ہوں ۔

اگر ان تینوں میں سے کوئی ایک چیز نہیں پائی جاتی تو وہ معجزہ نہیں ہے ابوبصیر کہتے ہیں کہ ہم نے امام صادق سے پوچھا کہ ، اللہ نے انبیاء و مرسلین اور آپ "ائمہ" کو معجزہ کیوں عطاکیا ؟آپ نے جواب میں فرمایا : تاکہ منصب کے لئے دلیل قرار پائے او رمعجزہ ایسی نشانی ہے جسے خدا اپنے انبیاء ،مرسلین اور اماموں کو عطا کرتا ہے تاکہ اس کے ذریعہ جھوٹے او رسچے کی پہچان ہو سکے ۔[1]

---

(1) بحار الانوار جلد 11 ، ص 71

سوالات

1۔ فطرت کی راہنمائی او رخو اہشات کے میانہ روی کے لئے انبیا ء کا ہو نا کیوں ضروری ہے ؟

2۔ قرآن کی نظر میں پیغمبروں کی بعثت کا مقصد کیا ہے ؟

3۔ پیغمبروں کے پہچاننے کا راستہ کیا ہے؟

4۔ معجزہ کیاہے اور اس کے شرائط کیا ہیں.بیا ن کریں ؟

سترہواں سبق

نبوت عامہ (تیسری فصل)

جادو، سحر، نظربندی اور معجزہ میں فرق!

جب کبھی معجزہ کے بارے میں بات کی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ معجزہ ایک ایسے حیرت انگیز فعل کانام ہے جو ہر ایک کے بس میں نہیں ہے۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ معجزہ، جادو، سحر نیز نظر بند کرنے والوں کے حیرت انگیز کرتبوں میں کیسے فرق قائم کیا جائے۔

جواب: معجزہ اور دوسرے خارق العادت کاموں میں بہت فرق ہے۔

ا۔ نظر بندی اور جادو گری ایک قسم کی ریاضت کانام ہے اور جادوگر استاد سے جادو سیکھتا ہے لہٰذا ان کے کرتب مخصوص ہیںجو انھونّنے سیکھا ہے وہ فقط اسی کو انجام دے سکتے ہیں اس کے علاوہ کسی کام کو انجام نہیں دے سکتے لیکن نبی ورسول معجزے کو کسی استاد سے نہیں سیکھتے، لیکن پھر بھی معجزے کے ذریعہ ہرکام انجام دے سکتے ہیں جیسا کہ حضرت صالح سے پہاڑ سے اونٹ نکالنے کو کہا گیا انہونّنے نکال دیا، جب حضرت مریم سے بیٹے کے بارے میں پوچھا گیا تو حضرت عیسی جوکہ گہوارے میں ابھی چند دن کے تھے فرماتے ہیں:

(قا لَ اِنِّي عَبدُاللهِ آتٰنی الکِتَابَ وَجَعلَنِي نَبِيّاً)"میں اللہ کا بندہ ہو ں اللہ نے مجھے کتاب دی ہے اور نبی بنا کر بھیجا ہے"۔[1]

یا جب رسول اکرم ﷺ سے معجزہ کی مانگ کی گئی تو پتھروں نے آنحضرت کے دست مبارک پر آکر ان کے رسالت کی گواہی دی ۔

2۔ جادو گمر وں یا شعبدہ بازوں کے کرتب زمان ومکان او رخاص شرائط میں محدودہیں او رمخصوص چیزوں کے وسیلوں کے محتاج ہیں، لیکن پیغمبر وںٓور سولوں کے معجزے چونکہ ان کا سرچشمہ خدا کی لا متناہی قدرت ہے لہٰذا کوئی محدیت نہیں ہے وہ کبھی بھی کوئی بھی معجزہ پیش کر سکتے ہیں ۔

3۔جادو گروں اور نظر بندوں کے کام زیادہ تر مادی مقصد کے پیش نظر انجام پاتے ہیں (چاہے پیسوں کی خاطر ہو یا لوگوں کو اپنی طرف کھینچنے یا دوسرے امور کے لئے) لیکن انبیاء کا مقصد متدین افراد کی تربیت اور معاشرہ کو نمونہ بنانا ہے ۔ اور وہ لوگ (انبیاء ومرسلین)کہتے تھے (وَمَاَ أَسئَلُکُم عَلَيهِ مِنْ أَجرٍ اِن أَجرِی اِلَّا علیٰ رَبِّ العَالمِينَ)[2]"اور میں تم سے اس کی کوئی اجرت بھی نہیں چاہتا ہوں اس لئے کہ میرا اجر تو عالمین کے رب کے ذمہ ہے"۔

4۔جادو گرونٓاور شعبدہ بازونٓکے کرتبونٓکا مقابلہ ممکن ہے یعنی دوسرے

---

(1) سورہ مریم آیۃ:30

(2) سورہ شعراء آیۃ:180، 164،145،127،109

بھی اس جیسا فعل انجام دے سکتے ہیں، لیکن پیغمبروں کے معجزہ کی طرح کوئی غیر معصوم شخص انجام نہیں دے سکتا۔

ہر پیغمبر کا معجزہ مخصوص کیونٌتھا؟

جبکہ ہر نبی ہر حیرت انگیز کام کو انجام دے سکتا تھا اور ان میں سے ہر ایک کے پاس متعدد معجزے تھے مگر ایک ہی کو زیادہ شہرت ملی۔

ابن سکیت نامی ایک مفکر نے امام ہادی ں سے پوچھا: کیوں خدا نے موسیٰ بن عمران کو ید بیضا اور جادوگروں جیسا معجزہ دیا؟ حضرت عیسیٰ کو مریضوں کو شفادینا اور مردوںٌکو زندہ کرنے والا معجزہ عطا کیا؟ اور رسول اسلام کو قران جیسے حیرت انگیز کلام کے مجموعے کے ساتھ لوگوں میں بھیجا۔

امام ٌنے فرمایا: جب خدا نے حضرت موسی کو مبعوث کیا تو ان کے زمانے میں جادو کا بول بالا تھا لہٰذا خدا نے اس زمانے جیسا معجزہ دیا چونکہ اس کا مقابلہ کرنا کسی کے بس میں نہیں تھا او راپنے معجزہ کے ذریعہ جادوگروں کے جادو کو شکست دی اور ان پر حجت تمام کی۔

جب جناب عیسیٰ لوگوں کی ہدایت کے لئے آئے تو اس وقت حکمت وطبابت کا شہرہ تھا لہٰذا خدا کی جانب سے اس زمانے کے مطابق معجزہ لے کر آئے اوراس کا مقابلہ کرنا کسی کے بس کا روگ نہیں تھا، انھوں نے مردوں کو زندہ کرکے اور مریضوں کو شفا دے کر، نابینا کو آنکھ عطا کرکے جذام کو دور کرکے تمام لوگوں پر حجت تمام کی۔

جب نبی کریم ﷺ مبعوث برسالت ہوئے تو اس وقت فصاحت وبلا غت کا سکہ چل رہا تھا خطبہ او رانشاء اس وقت کے سکۂ رائج الوقت اور مقبول عام تھے نبی اکرم ﷺ نے خدا کی جانب سے ان کو موعظہ و نصیحت کے حوالے سے گفتگو کی جس کا مقابلہ کرنا لوگوں کی سکت میں نہیں تھا، اپنے مواعظ ونصائح کو قرآنی پرتو میں پیش کیا او رباطل خیالات کو نقش بر آب کردیا ۔

دوسری پہچان ۔انبیاء کی شناخت کادوسرا طریقہ یہ ہے کہ جس نبی کی نبوت دلیل کے ذریعہ ثابت ہوچکی ہو وہ اپنے آنے والے نبی کے نام اور خصوصیات کو لوگوں کے سامنے پیش کرے جیساکہ توریت وانجیل میں رسول اکرم ﷺ کے حوالے سے پیشین گوئیاں کی گئی ہیں ،قرآن ان پیشین گوئیوں میں سے حضرت عیسیٰ کے قول کو بطور نمونہ پیش کرتا ہے (وَاِذْ قَالَ عِیسیٰ بنُ مَریَم یا بَنی اِسرائِیلَ اِنّیِ رَسُوْلُ اللہِ اِلیکُم مُصَدِّقاً لِمَا بَینَ یَدیَّ مِن التوراۃِ ومُبشّراً بِرسُولٍ یَأتِی مِن بَعدیِ اسْمُہ أحمدُ)[1]اس وقت کویاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے کہا کہ اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہو ںاپنے پہلے کی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا او راپنے بعد کے لئے ایک رسول کی بشارت دینے والا ہو ں، جس کا نام احمد ہے اسی طرح سورہ اعراف کی آیۃ 157میں ارشاد ہوا (الذین یتبعون)

---

(1) سورہ صف آیۃ 6

تیسری پہچان ـ تیسرا طریقہ انبیاء کو پہچاننے کا وہ قرائن وشواہد ہیںجو قطعی طور پر نبوت ورسالت کوثابت کرتے ہیں ـ

خلا صہ

1ـ جو نبوت کا دعوی کرے اس کے روحانی اور اخلاقی خصوصیات کی تحقیق ـ (مدعی نبوت کی صداقت کی نشانیوں میں سے اعلیٰ صفات او ربلند اخلاق ہونا ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ لوگوں میں نیک چلن اور صاحب کردار کے نام سے جانا جائے)

2ـ عقلی پیرائے میں اس کے احکام وقوانین کوپرکھاجائے کہ کیا اس کے احکام وقوانین ،الٰہی آئین کے تحت اور معارف اسلام وفضائل انسانی کے مطابق ہیں؟یا اس کی دوسری پہچان ہے ـ

3ـ اپنے دعوی پہ ثابت قدم ہو اور اس کا عمل اس کے قول کا آئینہ دار ہو ـ

4ـ اس کے ہمنوااور مخالفین کی شناخت ـ

5ـ اسلوب تبلیغ کے ساتھ یہ دیکھیں کہ اپنے قوانین کے اثبات کے لئے کن وسائل اور کن راستوں کا سہارا لے رہا ہے ـ

جب یہ تمام قرآئن وشواہد اکٹھا ہو جائیں تو ممکن ہے مدعی نبوت کی نبوت کی یقین کا باعث بنے ـ

سوالات

1ـ سحر ،نظربندی، اور معجزہ میں کیا فرق ہے ؟

2 ـ ہر نبی کا معجزہ مخصوص کیوں تھا ؟

3ـ انبیاء کی شناخت کے قرائن وشواہد کیاہیں ؟

اٹھارواں سبق

نبوت عامہ (چوتھی فصل)

عصمت انبیاء

انبیاء کی سب سے اہم خاصیت ان کا معصوم ہونا ہے۔

عصمت؛ لغت میں روکنے، حفاظت کرنے یا غیر اخلاقی چیزوں سے دور رہنے کے معنی میں ہے اور عقیدہ کی بحث میں جب انبیاء کی عصمت کی بات آتی ہے تو اس کے معنی ان کا گناہوں سے دور رہنا اور خطا ونسیان سے پاک رہنا ہے۔ اسی لئے انبیاء وائمہ کرام نہ ہی کبھی گناہ کرتے ہیں اور نہ ہی کبھی تصور گناہ۔

سوال۔ انبیاء کا معصوم ہونا اور خطا ونسیان سے محفوظ ہونا کیوں ضروری ہے؟

جواب 1۔ بعثت انبیاء کا مقصد ہدایت بشریت ہے اور یہ بات مسلّمات میں سے ہے کہ تربیت میں مربی کا عمل اس کے قول سے زیادہ موثر ہوتا ہے، لہذا اگر تربیت کرنے والا خود گناہوں سے آلودہ ہوگا تو دوسروں کو کس طرح سے منع کرے گا۔؟

2۔ انبیاء در حقیقت مربی بشریت ہیں لہٰذا ان کی ذات لوگوں کے لئے قابل قبول اور بھروسہ مند ہونا چاہیئے۔ سید مرتضی علم الہدی کے بقول اگر ہم کو کسی شخص کے بارے میں شائبہ بھی ہے یقین نہیں ہے کہ وہ گناہ بھی کرتا ہے یا نہیں؟ تو کبھی بھی اس کی باتوں کو دل سے قبول نہیں کریں گے۔ لہٰذا انبیاء کا خطا ونسیان سے بچنا ضروری ہے کیونکہ خطا اور بھول چوک بے اعتمادی کا سبب بنتا ہے اور ان (انبیاء) کو قابل اعتماد ہونا چاہیئے۔

فلسفہ عصمت

یہ کیسے ممکن ہے کہ انسان گناہوں سے معصوم (محفوظ) ہو یہاں تک کہ تصور گناہ بھی نہ کرے؟۔

اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ جب کسی چیز کے بارے میں ہم یقین کر لیں تو اس کے برخلاف کبھی عمل کر ہی نہیں سکتے، کیا کوئی عقلمند اور سلیم الطبع شخص آگ یا گندگی کو کھانے کی سونچ سکتا ہے؟ کیا کوئی صاحب شعور آگ کے گڑھے میں کودنے کو تیار ہو گا؟ کیا کوئی صحیح الدماغ جام زہر خوشی خوشی نوش کرے گا؟

ان سارے سوالات کے جواب میں آپ کہیں گے، ہرگز نہیں عاقل شخص کبھی ایسا کر ہی نہیں سکتا، یہاں تک کہ اس کی فکر بھی یا تمنا بھی نہیں کرے گا اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو کسی مرض میں مبتلا ہے۔

نتیجہ یہ نکلا: ہر عاقل انسان ایسے کاموں کے مقابل دوری یا دوسرے لفظوں میں کہا جائے کہ ایک عصمت کا مالک ہے؛ اور اگر آپ سے سوال کیا جائے کہ کیوں انسان ایسے کاموں کے مقابل میں معصوم ہے تو کہیں گے کہ چونکہ اس کے عیب و نقصان کا علم و یقین اس کو ہو گیا ہے۔ اور یہ جانتا ہے کہ اس کے ارتکاب کے بعد فنا و نابودی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔

اسی طرح اگر انسان گناہ اور اس کے نقصانات سے باخبر ہو کر یقین تک پہنچ جائے تو عقل کی طاقت سے شہوت پر غالب ہو کر کبھی گناہ میں مبتلا نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اس کا خیال بھی ذہن میں نہیں لائے گا۔

جو شخص خدا اور اس کی عدالت پر یقین رکھتا ہے کہ پوری کائنات پیش پروردگار ہے اور وہ اس پر حاضر و ناظر ہے تو ایسے شخص کے لئے گناہ اور فعل حرام میں مبتلا ہونا، آگ میں کودنے، اور جام زہر پینے کی مانند ہے لہٰذا کبھی بھی اس کے قریب نہیں جاتا اور ہمیشہ دور رہتا ہے۔

پیامبران الٰہی اس یقین کے ساتھ جو گناہ کے آثار ونتائج کے بارے میں رکھتے ہیں نہ صرف یہ کہ گناہ بلکہ تصور گناہ کے بابت بھی معصوم ہوتے ہیں۔ آثار عمل کو دیکھنے ،نیکیوں کی جانب دھیان دینے اور گناہوں سے پرہیز کے لئے بہتر ہے کہ مولائے کائنات کی اس حدیث میں غور وفکر کرے:"مَن أَیقن أَنّه یفارق الأحباب ویسکن التراب ویواجه الحساب ویستغنی عمّا خلف ویفتقر اِلیٰ ما قدّم کان حریاً بقصرالأمل وطول العمل"جس شخص کو یہ یقین ہوجائے کہ وہ حتمی طور سے اپنے دوستوں سے جدا ہورہا ہے اور مٹی کو اپنا گھر بنارہا ہے اور حساب کے لئے جا رہا ہے اور کئے ہوئے سے بے نیاز ہے اور جو بھیج چکا ہے اس کا محتاج ہے تو یقینا اس کی آرزوئیں کم اور عمل طولانی ہوجائے گا۔ (1)

انبیاء اور ائمہ کی عصمت اکتسابی ہے یا خدا دادی

عصمت ائمہ کے بارے میں علماء علم کلام کی جانب سے بہت سارے مطالب بیان کئے گئے ہیں اور جس بات کو سب مانتے ہیں وہ یہ کہ عصمت کی طاقت ائمہ اور انبیاء میں اجباری نہیں ہے یعنی ایسا نہیں ہے کہ وہ پاکیزگی نفس پر مجبور ہوں بلکہ تمام لوگوں کی طرح گناہ کرنے کی قدرت رکھتے ہیں لیکن چونکہ وہ ایک طرف گناہ کے نقصانات ومفاسد کو بہ خوبی جانتے ہیں نیز ان کی معرفت اور شناخت خدا کے حوالے سے بہت زیادہ ہے یعنی وہ اپنے آپ کو ہمیشہ خدا کے حضور میں سمجھتے ہیں اسی لئے اپنے ارادہ واختیار سے گناہ اور برائی کو نہ کرنے پرپوری طرح قادر ہیں اور کبھی اس کے قریب نہیںجاتے۔

انبیاء وائمہ کی عصمت ان کے اختیار وارادہ کا نتیجہ ہے اوران کی کاوشوں اورزحمات کا ثمرہ ہے جو انھوں نے راہ خدا میں برداشت کی ہیں۔

چونکہ خدا وند تعالیٰ ان کی خلقت سے قبل جانتا تھا کہ یہ فدائی اور ایثار کے پیکرہیں اسی لئے ان کی ابتدائی زندگی سے انھیں اپنے لطف وکرم کے سائے میں رکھا اور بے راہ روی سے محفوظ رکھا۔علوم خاص وعام نیزعنایت خاص سے نوازا لہٰذا اس رخ سے کوئی محل اعتراض نہیں کہ انبیاء وائمہ ایک قسم کی جسمانی اور روحانی خصوصیت

(1) بحار الانوار جلد73، ص 167

کے مالک ہیں، کیونکہ اس خصوصیت کی وجہ خود ان کا کرداراور عمل ہے ، یہ ایک طرح کا انعام ہے جو اللہ نے انھیں عمل سے پہلے عطا کیا ہے ۔

نتیجہ : خدا وند عالم اس علم کے ذریعہ جو انسانوں کے مستقبل کے سلسلہ میں رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ ان کے درمیان بعض افراد خاص اہمیت کے حامل ہیں (اور یہ ایسا علم ہے جس میں تبدیلی ممکن نہیں ہے اور اس کا تحقق یقینی ہے) لہٰذا انہیں معاشرہ کی ہدایت اور رہبری کی وجہ سے اپنی عنایت خاص سے نوازا ۔ الٰہی نمایندونکے لئے ان عنایتوں کا ہونا ضروری ہے ۔

امام محمد باقر نے فرمایا : اِذا عَلم اللہ حُسن نیّة من أحدٍ اکتنفه بالعصمة [1] خدا وند عالم جب کسی کی حسن نیت سے مطلع ہو جاتا ہے تو اسے عصمت کے ذریعہ محفوظ کر دیتا ہے ۔

معصومین کا فلسفہ امتیاز

عن أَبِي عبداللہ: أَن اللہ أَوحیٰ اِلیٰ موسیٰ فقال یا موسیٰ اِنّی أطلعت اِلیٰ خلقيِ اطلاعة فلم أجد فی خلقی اشدّ تواضعاً لی منک فمن ثمَّ خصصتک بوحيِي وکلا مي مِن بَين خَلق[2]

امام صادق فرماتے ہیں : خدانے جناب موسی پر وحی کی کہ اے موسی! ہم نے تمام انسانوں کو دیکھا ان میں سے تمہارے تواضع کو اوروںسے زیادہ

(1) بحارالانوار جلد78، ص،188

(2) وسائل الشیعہ جلد4، ص، 1075

پایا ،اسی وجہ سے تمہیں اپنے کلام اور وحی کے لئے چنا او رسب میں سے تم کو منتخب کیا ۔

قال علی :عَلیٰ قَدر النّیة تکو ن من اللہ العطیّة[1]

امیر المو منین نے فرمایا :خدا کا لطف وکرم نیتوں کے مطابق ہے قرآن نے سورہ عنکبوت کی آخری آیۃ میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے (وَالَّذِینَ جَاهدُوا فِینَا لنَهدِینَّهُم سُبُلنا واِنَّ اللّہ لمعَ المحسِنِینَ)[2]

او رجن لوگوں نے ہماری راہ میں جہاد کیا یقینا ہم ان کو اپنے راستوں کی جانب ہدایت کریں گے بیشک خدا افراد صالح کے ساتھ ہے ۔

امام صادق اور ایک مادیت پرست کا مناظرہ

ایک مادیت پرست انسان نے امام صادق سے سوال کیا: اللہ نے بعض انسانو ں کو شریف اور نیک خصلت او ربعض کو بری خصلت کے ساتھ کیوں خلق کیا ؟۔

امام نے فرمایا: شریف وہ شخص ہے جو خدا کی اطاعت کرے اور پست وہ ہے جو اس کی نافرمانی کرے اس نے پوچھا کہ کیا لوگ ذاتی طور پر ایک دوسرے سے برتر نہیں ہیں ؟۔

آپ نے فرمایا :نہیں صرف برتری کا معیار تقوی ہے ، اس نے پھر سوال کیا کہ کیا آپ کی نظر میں تمام اولاد آدم ایک جیسی ہیں اور فضیلت کا معیار صرف تقوی ہے ؟ آپ نے فرمایا: ہاں ۔

---

(1) غرر الحکم

(2)سورہ عنکبوت آیۃ:69

میں نے ایسا ہی پایا کہ سب کی خلقت مٹی سے ہے سبھی کے ماںباپ آدم وحوا ہیں وحدہ لا شریک خدا نے ان کو خلق کیا ہے اور سب خدا کے بندے ہیں البتہ خدا نے آدم کی بعض اولادونکو منتخب کیا اور ان کی خلقت کو طاہر بنایا اور ان کے جسموں کوپاک کیا اور ان کو صلب پدر اور ارحام مادر کے حوالے سے بھی نجاست سے دور رکھا اور انھیں کے درمیان سے نبیوں کا انتخاب کیا اور وہ جناب آدم کی بہترین اور افضل ترین اولاد ہیں اور اس امتیازو فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ خدا جانتا تھاکہ وہ اس کے اطاعت گذار بندو ں میں سے ہیں اور کسی کو اس کا شریک نہیں قرار دیں گے، گویا بلند مرتبہ ہو نے کا اصل راز، ان کے اعمال اور ان کی اطاعت ہے۔ (1)

---

(1) بحار الانوار جلد 10، ص 170

سوالات

1۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ انسان گناہ حتی تصور گناہ سے بھی معصوم ہو ؟

2۔ ائمہ اور انبیاء کی عصمت اکتسابی ہے یا خدا دادی ؟

3۔ ائمہ کی فضیلت کا فلسفہ امام صادق کی نظر میں کیا ہے ؟

انیسوانسبق

نبوت عامہ (پانچویں فصل)

کیا قرآن نے انبیاء کو گناہ گار بتایا ہے ؟

عصمت کی بحث کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ذنب و عصیان اور اپنے اوپر ظلم ، جیسی لفظیں جو بعض انبیاء کے سلسلہ میں آئیں ہیں اس سے مراد کیا ہے ؟ اس کی وضاحت کے لئے کچھ نکات کی جانب توجہ ضروری ہے ۔

1۔ عصمت انبیاء کا مطلب جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے یہ ہے کہ انبیاء حرام کام یا گناہ نہیں کرتے ، لیکن وہ کام جس کا چھوڑنا بہتر لیکن انجام دینا حرام نہیں ہے گذشتہ انبیاء سے ممکن اور جائز ہے اور یہ فعل ان کی عصمت کے منافی نہیں ہے۔ (یہی ترک اولیٰ ہے)

2۔ سب سے اہم بات کلمات قرآن کے صحیح معنوں پر توجہ کرنا ہے کیونکہ قرآن عربی زبان میں نازل ہوا ہے لہذا یہ دیکھنا ضروری ہے کہ عربی لغت میں کلمات قرآن کے کیا معنی ہیں ؟ لیکن افسوس کی بات ہے کہ بسا اوقات اس جانب غور نہ کرنے کے باعث قرآن کی آیتوں کے غلط معنی بیان کئے جاتے ہیں ۔

3۔ اہل بیت عصمت وطہارت کی قرآنی تفاسیر کا بغور مطالعہ کیا جائے اس میں غور وخوض کیا جائے کیونکہ وہی حقیقی مفسر قرآن ہیں ہم یہاں پر ان آیتوں کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جن کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ان آیتوں میں انبیاء کو گنہگار بتایا گیا ہے تاکہ اعتراض ختم ہو جائے (وَعَصَیٰ آدمَ ربہَ فغویٰ) بعض نے اس آیۃ کا ترجمہ یوں کیا ہے ، آدم نے اپنے رب کی معصیت کی او روہ گمراہ ہو گئے ۔ جبکہ اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے ، آدم نے رب کا اتباع نہیں کیا لہذا محروم ہو گئے ، مرحوم طبرسی اس آیت کے ذیل میں مجمع البیان میں کہتے ہیں کہ آدم نے اپنے رب کی مخالفت کی لہذا ثواب سے محروم رہے ۔

یہاں معصیت سے مراد حکم الٰہی کی مخالفت ہے چاہے وہ حکم واجب ہو یا مستحب، محدث قمی سفینۃ البحار میں لفظ (عصم) کے معنی علامہ مجلسی سے نقل کرتے ہیں "ان ترک المُستحب وفعل المکروہ قد سُمّ ذنبا" مستحب کو ترک کرنا اور فعل مکروہ کو انجام دینا کبھی کبھی گناہ، ذنب، اور عصیان کے معنی میں آتا ہے۔گذشتہ موضوع کو ثابت کرنے کے لئے لغت کی طرف رجوع کریں گے المنجد (جوکہ ایک مشہور لغت ہے) میں ہے کہ (عصیان) اتباع نہ کرنے اور پیروی نہ کرنے کے معنی میں ہے۔اسی طرح اغوی کے معنی (خاب) یعنی محروم ہونے اور نقصان اٹھانے کے ہیں اگر آدم وحوا کے قصہ کو دیکھا جائے تو پتہ چلے گا کہ عصیان (عصی) سے مراد حرام کام کرنا یا واجب کوچھوڑنا نہیں ہے۔

آدم کا عصیان کیا تھا؟

قرآن اس واقعہ کو یوں نقل کرتا ہے کہ ہم نے آدم سے کہا کہ شیطان تمہا را اور تمہاری اہلیہ کا دشمن ہے لہٰذا کہیں وہ تمہیں جنت سے باہر نہ کرادے اور تم زحمت وتکلیف میں پڑجائو پھر شیطان نے آدم کو بہکایا اور انھو ںنے اس درخت کا پھل کھا لیا، نتیجہ میں جنت کے لباس اتار لئے گئے کیونکہ آدم کو اس درخت کا پھل کھانے سے منع کیا گیا تھا اور انھوں نے نافرمانی کی لہٰذا بہشتی نعمتوں

سے محروم ہوگئے۔ [1]

جیسا کہ آپ نے دیکھا کہ جنت کا پھل کھانے سے روکنا صرف نہی ارشادی تھا اور درخت کا پھل نہ کھانا ہمیشہ جنت میں رہنے کی شرط تھی لہٰذا مذکورہ آیتوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آدم کا فعل گناہ نہیں تھا بلکہ اس کا نقصان جنت سے نکالا جانا اور دنیوی زندگی کی سختیاں تھیں، اب اگر یہ سوال کیا جائے کہ اگر آدم کا فعل گناہ نہیں تھا پھر توبہ کرنا (جیسا کہ اگلی آیتوں میں ذکر ہے) کیا معنی رکھتا ہے۔

جواب میں کہیں گے کہ ہرچند (درخت کا پھل کھانا) گناہ نہیں تھا لیکن چونکہ حضرت آدم نے نہی ارشادی کی مخالفت کی لہٰذا ان کا مقام خدا کے نزدیک کم ہوگیا اور آدم نے دوبارہ اس مقام تک پہنچنے کے لئے توبہ کی اور خدا نے ان کی توبہ قبول کرلی۔

مامون نے جب جناب آدم کی معصیت کے بارے میں پوچھا تو امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: ولم یک ذلک بذنب کبیر یستحق بہ دخول

(1) سورہ طہ آیۃ: 116 تا 121

النّار واِن کان من الصغائر الموهوبة التی تجوز علیٰ الأنبیاء قبلَ نزول الوحیِ علیهم[1]جو کام آدم نے انجام دیا وہ گناہ کبیرہ نہیں تھا جس کے باعث جہنم کے مستحق ہوجائیں بلکہ ایک معمولی سا ترک اولی تھا جو معاف ہو گیا اور انبیاء نزول وحی سے قبل ایسے کام کرسکتے ہیں۔

ظلم کیا ہے اور غفران کے کیا معنی ہیں ؟

(قالَ رَبِّ اِنّیِ ظَلَمتُ نَفس فاغفِرلِی)[2] خدا یا میں نے اپنے نفس کی خاطر مصیبت مول لی، لہٰذا معاف کردے ان مقامات میں سے ایک یہ بھی ہے جہا ں اس با ت کا گمان کیاگیا ہے کہ قرآن نے انبیاء پر گناہ کاالزام لگا یا ہے یہ آیت جناب موسی کے واقعہ سے مربوط ہے جب قبطی (فرعون کے ساتھی) کو قتل کر دیا تھا تو کہا ،رَبِّ انّی ظَلَمتُ نَفسیِ..... المنجد نے لکھا ہے کہ (الظلم وضع الشیء فی غیر محله)ظلم یعنی کسی شی ٔکو ایسی جگہ قرار دینا جو اس کا مقام نہ ہو (کسی فعل کا غیر مناسب وقت پر انجام دینا) اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ وہ عمل صحیح ہو اور بے محل انجام پائے یا عمل غلط اور حرام ہو لہٰذا ہر ظلم حرام نہیں ہے۔

المنجد میں غفر کے معنی لکھے ہیں ، غَفَر الشئ غطّاہ وسترہ) غفر اس وقت استعمال کرتے ہیں جب کوئی شی ٔچھپائی ہواور مخفی کی گئی ہواس لئے اس کے معنی یو ں ہوں گے موسی نے کہا ، اے پرور دگا ر !میں نے فرعون کے ایک ساتھی کو قتل کر

---

(1) تفسیر برہان ج3، ص 46

(2)سورہ قصص آیۃ: 16

کے بیجا فعل انجام دیا گوکہ ہمارے لئے اس کا قتل جائز تھا لیکن ابھی اس کا وقت نہیں تھا لہٰذا (فاغفرلی) اے خدا ہمارے اس کام پر پردہ ڈال دے تاکہ میرے دشمن میری گرفتاری پر کامیاب نہ ہو سکیں۔تو ایسی صورت میں گناہ، ظلم یا حرام کام کی نسبت موسی کی جانب نہیں دی گئی ہے۔

مامون نے مذکورہ آیت اور ظلم کے معنی کے سلسلہ میں پوچھا تو امام رضاں نے فرمایا: اِنّی وضَعتُ نفسيِ فی غير موضعها بدخول هذه المدينة فَاغفرلِي أيِ أسترّلِي من أعدائک لئلا يظفروابی فيقتلونی ۔ موسیٰ نے خدا سے عرض کی،میں نے اس شہر میں داخل ہو کر (اور فرعون کے ایک ساتھی کو قتل کرکے) بے محل کام انجام دیا لہٰذا (فاغفرلی) مجھے اپنے دشمنوں کی نگا ہوں سے مخفی کردے مبادا ہم کو گرفتار کرکے قتل کردیں۔

نتیجہ: ظلم اور غفران کے معنی کلی ہیں نہ کہ وہ خاص معنی جو ان الفاظ سے سمجھے جاتے ہیں لہٰذا یہ آیۃ بھی عصمت کے منافی نہیں ہے۔

سوالات

1۔قران نے انبیاء پر گناہ کی تہمت نہیں لگائی اس کو سمجھنے کے لئے کن نکات کیجانب توجہ ضروری ہے ؟

2۔ عصی آدم ربہ فغوی سے کیا مراد ہے ؟

3۔ ظلمت نفسی فاغفرلی کا کیا مطلب ہے ؟

بیسواں سبق

نبوت عامہ (چھٹی فصل)

سورہ فتح میں ذنب سے کیا مراد ہے؟

(اِنَّا فَتحَنا لَک فَتحاً مُبیناً لِیَغفَرلَک اللہَ مَا تَقدَّمَ مِن ذَنبِک وَمَا تأخَّرَ)[1]بیشک ہم نے آپ کو کھلی ہوئی فتح عطا کی تاکہ خدا آپ کے اگلے پچھلے تمام الزامات کو ختم کردے۔

یہ انہیں مقامات میں سے ہے جہاں یہ خیال کیاجاتا ہے کہ خدا نے رسول اکرم ﷺ کو گنہگار گردانا ہے اور پھر معاف کردیا ہے۔

یہاں بھی "ذنب""غفران" کے صحیح معنی کی طرف دھیان نہیں دیا گیا ہے قابل افسوس مقام ہے کہ اصلی معنی سے غفلت برتی گئی ہے۔

عربی لغات نے "ذنب" کے اصلی معنی اور مفہوم کلی سے مراد پیچھا کرنے والا اور آثار لیا ہے ،یعنی نتیجہ اور اس کا رد عمل مراد ہے المنجد میں "ذَنبَ ذَنباً تبعه فلم یُفارق أثره" ذنب کہتے ہیں اس عمل کے نتیجہ او ر آثار کو جو اس سے الگ نہیں ہوتا

---

(1) سورہ فتح آیۃ 1

اور گناہ کو ذنب اس لئے کہاجاتا ہے چونکہ گناہ نامناسب عمل اور اس کے آثار و نتیجہ کی بنا پر وجودمیں آتا ہے ۔

اس معنی کے ذریعہ جو غفران کے لئے پہلے بیان کئے گئے ہیں اس آیۃ کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے مزید وضاحت کے لئے اس حدیث کی جانب توجہ فرمائیں ۔

امام رضاؑنے مذکورہ آیۃ کی توضیح میں فرمایا: مشرکین مکہ کی نظرمیں پیغمبر سے بڑا کوئی گنہگار نہیں تھا چونکہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے خاندان والوں کو خدائے وحدہ لاشریک کی طرف دعوت دی تھی ، اس وقت ان کے پاس 360 بت تھے اور وہ انھیں کی پرستش کرتے تھے، جب نبی نے ان کو وحدہ لا شریک کی عبادت کی دعوت دی تو یہ بات ان کو سخت ناگوار گذری اور کہنے لگے کیا ان تمام خدائوں کو ایک خدا قرار دے سکتے ہیں، یہ تعجب کی بات ہے ہم نے اب تک ایسی بات نہیں سنی تھی لہٰذا یہاں سے چلو اور اپنے بتوں کی عبادت پر قائم رہو ۔

جب خدانے اپنے رسول کے ذریعہ مکہ فتح کیا تو ان سے فرمایا ؛ (اِنَّا فَتحَنا لَکَ فَتحاً) بیشک ہم نے آپ کو کھلی ہوئی فتح عطاکی تاکہ خدا آپ کے اگلے پچھلے تمام الزامات کو ختم کردے جو مشرکین آپ پر وحدہ لاشریک کی طرف دعوت دینے کی بنا پر عائد کرتے ہیں چونکہ فتح مکہ کے بعد کافی لوگ مسلمان ہوگئے اور بعض بھاگ نکلے اور جو بچ گئے تھے ان کی ہمت نہیں تھی کی خدا کی وحدانیت کے خلاف لب کھول سکیں مکہ کے لوگ جوگناہ اور ذنب کا الزام لگا رہے تھ

ے وہ پیغمبر اسلام کی فتح اور ان پر غلبہ نے چھپا دیا اور سب ساکت ہو گئے۔ [1]

انبیاء اور تاریخ

قرآن کی رو سے انسانی تاریخ اور وحی و نبوت کی تاریخ ایک ہے اور جس وقت سے انسان کی تخلیق ہوئی اسی وقت سے وحی بھی اس کی ارتقاء وسعادت کی خاطر موجود رہی ہے (وإِنَّ مِنْ أُمةٍ إِلَّا خَلَا فِيها نَذِيرٌ) [2]اور کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گذرا ہو۔

مولا ئے کائنات نے فرمایا: ولم یخل اللہ سبحانہ خلقہ من نبیّ مُرسل أوکتاب مُنزل أوحجّۃ لازمۃ او محجّۃ قائمۃ[3] خدا نے کبھی بھی انسان کو تنہا نہیں چھوڑا پیغمبر یا آسمانی کتاب، واضح دلیل یا صراط مستقیم کوئی نہ کوئی ضرور تھا۔

مولا نے خطبہ 93 میں فرمایا۔ کُلّما مضیٰ منهم سلف قام منهم بدين الله خلف حتىٰ أفضت كرامة الله سبحانه تعالىٰ اِلیٰ مُحَمَّد صلى الله عليه وآله وسلم۔"جب کبھی کسی پیغمبر کی رسالت تمام ہوتی تھی اور اس دنیا سے کوچ کرتا تھا دوسرا نبی خدا کے دین کو بیان کرنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوتا تھا اور یہ سنت الٰہی اسی طرح چلتی رہی یہاں تک لطف خداوندی پیغمبر اسلام کے شامل حال ہوئی"۔

انبیاء کی تعداد

عن أبی جعفر قال :قال رسول الله كان عدد جميع الأنبياء

---

(1) تفسیر برہان ج، 4 ص 193

(2) سورہ فاطر آیۃ:24

(3) نہج البلاغہ خطبہ 1

مائة الف نبيِّ وأربعة وعشرون ألف نبيِّ خمسة منهم أولوا العزم: نوح و ابراهيم وموسیٰ وعیسیٰ و مُحَمَّد ﷺ "

امام باقر سے روایت ہے کہ نبی اکرم نے فرمایا کی کل انبیاء کی تعداد ایک لاکھ جو بیس ہزار ہے اور ان میں سے پانچ اولوا العزم ہیں ۔نوح ، ابراہیم موسی ، عیسی ، اور محمد عربی ۔ اسی مضمون کی دوسری حدیث بحار کی گیا رہویں جلد میں بھی ہے [1]

قرآنی رو سے تمام انبیاء پر ایمان لانا ضروری اور لازم ہے ۔

(قُولُوا آمَنّا باللهِ وَمَا أُنزِلَ اِلَینا وَمَا أُنزِلَ اِلیٰ ابراهیمَ وَاِسمَاعیلَ واِسحٰقَ ویَعقُوبَ وَالأسباطِ وَمَا أوتِی مُوسیٰ وعیسیٰ و مَا أوتِی النبیُّون من رَبِّهم لا نُفرِقُ بَینَ أحِدٍ مِنهُم وَنَحنُ لَهُ مُسلِمُون) [2]

اور مسلمانوں تم ان سے کہدو کہ ہم اللہ پر اور جو اس نے ہماری طرف بھیجا ہے اور جو ابراہیم ، اسماعیل واسحاق ویعقوب اور اولادیعقوب کی طرف نازل کیا ہے اور جو موسی ، عیسیٰ اور دیگر انبیاء کو پروردگار کی جانب سے دیا گیا ہے، ان سب پر ایمان لے آئے ہیں، ہم پیغمبروں میں تفریق نہیں کرتے اور ہم خدا کے سچے مسلمان ہیں۔

---

(1) بحارالانوار جلد 11 ، ص 41

(2) بقرہ آیۃ: 136

سوالات

1۔ سورہ فتح کی پہلی آیۃ میں ذنب اور غفران سے کیا مراد ہے۔ ؟

2۔ پیغمبروں کی تعداد اور اوالعزم رسولوں کے نام بتائیں ۔ ؟

اکیسواں سبق

نبوت خاصہ (پہلی فصل)

نبوت خاصہ اور بعثت رسول اکرم ﷺ

چودہ سو سال پہلے 610ھ میں جب شرک وبت پرستی نے پوری دنیا کو اپنی آغوش میں لے رکھا تھا او رمظلوم افراد ظالم حکمرانوں کے شکنجوں میں بے بسی سے ہاتھ پیر مارر ہے تھے اور سبھی لوگ ناامیدی کے سائے میں زندگی گذار رہے تھے ایک شریف خاندان سے شرافت و طہارت کا ایک پیکر اٹھا جس نے مظلوموں کی حمایت کی ،عدالت وآزادی کا نعرہ بلند کیا ،اسیروں کے زنجیروں کی گرہوں کو کھولا، علم وتربیت کی جانب لوگوں کو دعوت دی ، اپنی رسالت کی بنیاد فرمان ووحی الٰہی کو قرار دیتے ہوئے خود کو خاتم الانبیاء کے نام سے پہنچوایا ۔

وہ محمد بن عبد اللہ خاندان بنی ہاشم کا چشم و چراغ ہاں وہی قبیلہ بنی ہاشم جو شجاعت، شہامت ، سخاوت ،طہارت ، اصالت میں تمام قبائل عرب میں مشہور تھا وہ ہمالیائی عظم واستقلال کا پیکر جس کی لیاقت اور روحی کمال کی حد درجہ بلندی کی پوری دنیا کے مورخوں چاہے دوست ہوں یا دشمن سب نے گواہی دی ہے اعلان رسالت سے قبل ان کی چالیس سالہ زندگی سب کے سامنے آئینہ کی طرح شفاف و بے داغ تھی، اس نامساعد حالات اور جزیرۃ العرب کی تاریکیوں کے باوجود پیغمبر اسلام کی فضیلت کا ہرباب زبان زد خاص وعام تھا، لوگوں کے نزدیک اس قدر بھروسہ مند تھے کہ سب آپ کو محمد امین کے نام سے جانتے تھے ،خدا کا کروروں سلام ان پر اور ان کی آل پاک پر ۔

رسالت پیغمبر پر دلیلیں

انبیاء کی شناخت کے لئے جتنے اصول وقوانین بتائے گئے ہیں، سب آنحضرت کی رسالت پر مدلل ثبوت ہیں (یعنی معجزہ، گذشتہ نبی کی پیشین گوئی، شواہد قرآئن) تاریخ، قرائن وشواہد رسول کی رسالت کے، او ربعثت پر گواہ ہے ۔

گذشتہ انبیاء کے صحیفے پیغمبر اسلام کی بعثت کی بشارت دے چکے ہیں، لیکن پیغمبر کے معجزات دو طرح کے ہیں ۔

پہلی قسم ان معجزات کی ہے جو کسی خاص شخص یا گروہ کی درخواست پر آنحضرت نے خدا اسے طلب کیا اور وہ معجزہ آپ کے ہاتھوں رونما ہوا جیسے درخت اور سنگریزوں کا سلام کرنا دریائی جانور کاآپ کی رسالت کی گواہی دینا شق القمر (چاند کے دوٹکڑے کرنا) مردوں کو زندہ کرنا، غیب کی خبر دینا ابن شہرآشوب نے لکھا ہے کہ چار ہزار چار سو چالیس معجزے رسول اکرم کے تھے جن میں سے صرف تین ہزار معجزوں کاذکر ملتاہے ۔

قرآن رسول اکرم ﷺ کا دائمی معجزہ

دوسری قسم : قرآن رسول اکرم کا ابدی معجزہ ہے جو ہر زمانے اورہر جگہ کے لئے قیامت تک معجزہ ہے، رسول اکرم ﷺ اور دوسرے انبیاء کے درمیان امتیازی فرق یہ ہے کہ ان سب کی رسالت محدود تھی وہ کسی خاص گروہ یا محدود امت کے لئے مبعوث ہوئے تھے، بعض محدود ومکان اور محدود زمانے میں تھے اگر ان میں سے بعض مکانی لحاظ سے محدود نہیں تھے تو ان کی رسالت ایک زمانے تک محدود تھی اور وہ دائمی رسالت کے دعویدار بھی نہیں تھے، اسی لئے ان کے معجزے بھی فصلی اور وقتی تھے، لیکن چونکہ نبی اکرم ﷺ کی رسالت ابدی اور عالمی ہے اس لئے ان کے عصری اور وقتی معجزے کے علاوہ دائمی معجزہ (قرآن) بھی ہے جو ہمیشہ کے لئے ہے اور ہمیشہ ان کی رسالت پر گواہ ہے۔

نتیجہ : قرآن کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ:

1۔ اس نے زمان و مکان کی سرحدوں کی ختم کردیا او رقیامت تک معجزہ ہے ۔

2۔ قرآن روحانی معجزہ ہے یعنی دوسرے معجزے اعضاء بدن کو قانع کرتے ہیں لیکن قرآن ایک بولتا ہوا معجزہ ہے جوڈیڑھ ہزار سال سے اپنے مخالفوں کوجواب کی دعوت دیتا آرہاہے اورکہہ رہا ہے اگرتم سے ممکن ہوتومجھ جیسا سورہ لاکر بتاؤ اورچودہ سوسال اس چیلنج کو گذر رہے ہیں مگر آج تک کوئی اس کو جواب نہ لا سکا اورنہ ہی صبح قیامت تک لاس کے گا ۔

(قُلْ لَئِن اجتَمَعَتِ النسُ والجِنُّ علیٰ أَن یَأتوا بِمثلِ ھذا القُرآن لایأتُونَ بِمِثلِہ وَلَوکَانَ بَعضُھُم لِبَعضٍ ظَھِیراً)[1]

آپ کہہ دیجئے کہ اگر انسان وجنات اس بات پر متفق ہوجائیں کہ اس قرآن کا مثل لے آئیں توبھی نہیں لا سکتے چاہے سب ایک دوسرے کے مددگار اور پشت پناہ ہی کیوں نہ ہو جائیں ۔

دوسرے مقام پر ان کے مقابلہ کی ناکامی کو چیلنج کرتے ہوئے فرمایا :اگر یہ دعوی میں سچے ہیں توان سے کہہ دیجئے اس کے جیسے دس سورہ تم بھی لے آئو[2]تیسرے مقام پہ ارشاد ہوا (واِنْ کُنتُم فِی رَیبٍ مِمَّا نَزَّلنَا علیٰ عَبدِنا فَأتوا بِسورةٍ مِن مِثلِہِ وَ ادعُوا شُھدائَ کُم مِن دُونِ اللہِ اِن کُنتُم صَادِقِین) [3]

"اگرتمہیں اس کے بارے میں کوئی شک ہےجسے ہم نے اپنے بندے پرنازل کیا ہے تو اس کے جیسا ایک ہی سورہ لے آئو اور اللہ کے سوا جتنے تمہارے مددگارہیں سب کوبلا لو اگر تم اپنے دعوی اورخیال میں سچے ہو"۔

تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ایک سورے کابھی جواب لانے سے عاجزہیں ۔

یہ بالکل واضح اورروشن سی بات ہے کہ اگر اس وقت کے فصحاء اوربلغاء قرآن کے ایک بھی سورہ کا جواب لانے کی صلاحیت رکھتے ہوتے توپھر پیغمبر اور مسلمانوں کے خلاف اتنی جنگیں نہ لڑتے بلکہ اسی سورہ کے ذریعہ اسلام کے مقابلہ میں آتے

---

(1) سورہ اسراء آیۃ: 88

(2)سورہ بقرہ آیۃ:23

(3) سورہ ھود آیۃ:13

بعثت کے چودہ سو سال گذرنے کے بعد بھی اسلام کے اربوں جانی دشمن اور لیچڑ قسم کے لوگ نت نئی سازشیں مسلمانوں کے خلاف کیا کرتے ہیں ۔

اگر ان میں طاقت ہوتی تو قرآن کے جیسا سورہ لے آتے اور یقینا اس کے ذریعہ اسلام سے نبرد آزما ہوتے ۔ علم بلاغت کے ماہر افراد نے اعتراف کیا ہے کہ قرآن کا جواب لانا ناممکن ہے اس کی فصاحت وبلاغت حیرت انگیز ہے اس کے احکام وقوانین مضبوط ،اس کی پیشین گوئیاں اور خبریں یقینی اور صحیح ہیں، بلکہ زمان ومکان وعلم سے پرے ہیں ۔

یہ خود اس بات کی بین دلیل ہے کہ یہ انسان کا گڑھا ہوا کلام نہیں ہے بلکہ ہمیشہ باقی رہنے والا معجزہ ہے۔

اعجاز قرآن پر تاریخی ثبوت

جب قرآن نے ان آیتوں کے ذریعہ لوگوں کو چیلنج کیا تو اس کے بعد اسلام کے دشمنوں نے تمام عرب کے فصیح وبلیغ افراد سے مدد مانگی لیکن پھر بھی مقابلہ میں شکست کا سامنا کرنا پڑا اور تیزی سے عقب نشینی کی۔ ان لوگوں میں سے جو مقابلہ کے لئے بلائے گئے تھے ولید بن مغیرہ بھی تھا، اس سے کہا گیا کہ غور وخوض کرکے اپنی رائے پیش کرو ولید نے پیغمبر اسلام سے درخواست کی کہ کچھ قرآنی آیات کی تلاوت کریں رسول نے حم سجدہ کی چند آیتوں کی تلاوت کی ۔ ان آیات نے ولید کے اندر کچھ ایسا تغیر وتحول پیدا کیا کہ وہ بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھا اور دشمنوں کے بیچ جا کر کہنے لگا خدا کی قسم محمد سے ایسی بات سنی جو نہ انسانوں کے کلام جیسا ہے اور نہ پریوں کے کلام کی مانند ۔

وإنَّ له لحلاوة وأَنَّ عليه لطلاوة وإنَّ أعلاه لمثمر وأنَّ أسفله لمغدق أَنَّه يعلو ولا يُعلىٰ عليه"اس کی باتوں میں عجیب شیرنی ہے اس کا عجیب سحر ابیان لب ولہجہ ہے اس کی بلندی ایک پھل دار درخت کی مانند ہے اس کی جڑیں مضبوط اور مفید ہیں، اس کا کلام سب پر غالب ہے کسی سے مغلوب نہیں"یہ باتیں اس بات کا سبب بنی کہ قریش میں یہ چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں کہ ولید محمد کا شیدائی اور مسلمان ہوگیا ہے ۔

یہ نظریہ مشرکین کے عزائم پر ایک کاری ضرب تھی لہذا اس مسئلہ پر غور و خوض کرنے کے لئے ابو جہل کا انتخاب کیا گیا وہ بھی ولید کے پاس آیا اور مشرکین مکہ کے درمیان جو خبر گشت کر رہی تھی اس سے ولید کو باخبر کیا اور اس کو ان کی ایک میٹنگ میں بلایا وہ آیا اور کہنے لگا تم لوگ سوچ رہے ہو کہ محمد مجنون ہیں کیا تم لوگوں نے ان کے اندر کوئی جنون کے آثار دیکھے ہیں ؟۔

سب نے ایک زبان ہو کر کہا نہیں ، اس نے کہا تم سوچتے ہو وہ جھوٹے ہیں (معاذاللہ) لیکن یہ بتائو کہ کیا تم لوگوں میں سچے امین کے نام سے مشہور نہیں تھے۔ ؟

بعض قریش کے سرداروں نے کہا کہ محمد کو پھر کس نام سے یاد کریں ؟ ولید کچھ دیر چپ رہا پھریکایک بولا اسے جادوگر کہو کیو ں کہ جو بھی اس پر ایمان لے آتا ہے وہ سب چیز سے بے نیاز ہو جاتا ہے مشرکین نے اس ناروا تہمت کو خوب ہوا دی تاکہ وہ افراد جو قرآن سے مانوس ہو گئے تھے انھیں پیغمبر اسلام ﷺ سے الگ کر دیا جائے لیکن ان کی تمام سازشیں نقش بر آب ہو گئیں اور حق و حقیقت کے پیاسے جوق در جوق پیغمبر کی خدمت میں آکر اس آسمانی پیغام اور اس کی دلکش بیان سے سیراب ہونے لگے ۔

جادوگر کا الزام در حقیقت قرآن کے جذّاب اور ہر دل عزیز ہونے کا ایک اعتراف تھا، انھوں نے اس کشش کو جادو کا نام دے دیا جبکہ اس کا جادو سے دور دور تک کوئی تعلق ہی نہیں تھا ۔

قرآن علوم کا خزانہ ہے ۔ فقہ کی کتاب نہیں ہے مگر بندوںکے قانون عبادت ، او ر سیاسی و معاشرتی جزاوسزا اور اجرای احکام سب اس میں پائے جاتے ہیں فلسفہ کا نصاب نہیں مگر فلسفہ کی بہت ساری دلیلیں اس میں ہیں ، علم نجوم کی کتاب نہیں پھر بھی ستارہ شناسی کے بہت ظریف اور باریک نکات اس میں پائے جاتے ہیں جس نے دنیا کے تمام مفکروں کو اپنی جانب کھینچ لیا ہے۔

علم حیاتیات کا مجموعہ نہیں پھر بھی بہتیری آیات اس حوالے سے موجود ہیں لہذا قرآن معجزہ ہے او ران علوم سے ارفع و اعلی ہے ۔

اگر نزول قرآن کی فضاپر غور کی جائے تو پیغمبر اسلام اور قرآن کی عظمت میں مزید اضافہ ہوگا ۔

اس ماحول میں جہاں بہت کم لوگ پڑھے لکھے تھے وہاںایک ایسا شخص اٹھا جس نے نہ دنیا وی مدرسہ میں علم حاصل کیا نہ کسی استاد کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا اور ایسی کتاب لیکر آیا کہ چودہ سو سال بعد بھی علماء او رمفکرین اس کے معنی و مطلب کی تفسیر میں جوجھ رہے ہیں اور ہر زمانے میں اس سے نئے مطالب کا انکشاف ہوتا ہے۔

قرآن نے اس دنیا کو اس طرح تقسیم کیا کہ جو بہت ہی دقیق او ر منظم ہے توحید کو بہ نحو احسن بیان کیا زمین وآسمان کی تخلیق کے اسرار ورموز اور انسان کی خلقت اوردن ورات کی خلقت کے راز کو خدا کے وجود کی نشانیاں قرار دیتے ہو ئے مختلف طریقہ سے ذکر کیا ہے کبھی فطری توحید تو کبھی استدلال توحید پر بحث کی ہے یہ پوری کائنات خدا کے ہاتھ میں ہے اسے بہت طریقہ سے بیا ن کیا ہے جب معاد اور قیامت کی بات آتی ہے تو مشرکین کے تعجب پر فرمایا ہے : کیا جس نے اس زمین وآسمان کو ان عظمتوں کے ساتھ پیدا کیا اس کے لئے یہ ممکن نہیںکہ تم جیسا خلق کردے جی ہاں پیدا کرنے والا قادر اور صاحب حکمت ہے اور اس کی طاقت اس حدتک ہے کہ جس چیز کا ارادہ کرے اور اسے حکم دے دے ہوجابس وہ فوراً وجود میں آجاتی ہے ۔

خلاصہ یہ کہ قرآن ایک ایسی کتاب ہے کہ جسے لانے والے (پیغمبر) اور تفسیر کرنے والے (ائمہ معصومین) کے علاوہ اس کا مکمل علم کسی کے پاس نہیں اس کے باوجود قرآن ہمیشہ ہم لوگوں کے لئے بھی ایک خاص چاشنی رکھتا ہے چونکہ دلونکی بہار ہے لہٰذا جتنا ہی پڑھیں گے اتنا ہی زیادہ لطف اندوز ہونگے جی ہاں قرآن ہمیشہ نیا ہے اور ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے چونکہ یہ پیغمبر اسلام کا دائمی معجزہ ہے ۔

حضرت امیر نے قرآن کے بارے میں فرمایا :وَاِنَّ القرآنَ ظاهره أنيق وباطنه عميق لا تُفنىٰ عجائبه ولاتنقضىِ غرائبه[1]

"بیشک قرآن ظاہر میں حسین اور باطن میں عمیق ہے اس کے عجائبات انمٹ ہیں"۔

اس کے غرائب اور اس کی تازگی میں ہمیشگی ہے وہ کبھی کہنہ او رفرسودہ نہ ہوگی ۔

نہج البلاغہ کے خطبہ 175میں آیا ہے (فيه ربيع القلب وينابيع العلم ومالللقلب جلا ء غيره)دلوں کی بہار قرآن میں ہے اس میں دل کے لئے علم کے چشمے ہیں اس کے علاوہ کوئی نور موزون نہیں ہے ۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ کیوں قرآن کی ترویج اور اس میں تفحص کے ساتھ ساتھ اس کی تازگی اور بالیدگی میں مسلسل اضافہ ہوتا جارہاہے ؟

امام نے فرمایا:''لان الله تبارک و تعالیٰ لم يجعله لزمان دون زمان و لالناس دون ناس فهو فی کل زمان جديد و عند کل قوم

---

(1) نہج البلاغہ خطبہ 18

غض الی یوم القیٰمة "

"اس لئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کو کسی خاص زمانہ اور کسی خاص گروہ سے مخصوص نہیں کیا (بلکہ یہ کتابِ الٰہی تمام زمانے اور تمام انسانوں کے لئے ہے)پس قرآن ہر زمانہ کے لئے جدید اور تمام انسانوں کے لئے قیامت تک زندہ ہے۔"

سوالات

1۔ خصوصیات قرآن بیان کریں ؟

2۔ اعجاز قرآن کے سلسلہ میں ولید کا قصہ بیا ن کریں ؟

3۔ امیر المومنین نے قرآن کے سلسلہ میں کیا فرمایا ؟

بائیسواں سبق

نبوت خاصہ (دوسراباب)

خاتمیت پیغمبر اسلام ﷺ

حضرت محمد ﷺ سلسلہ رسالت کی آخری کڑی ہیں، نبوت کا سلسلہ ان پر خدا نے ختم کردیا اور اسی لئے ان کا لقب بھی خاتم الانبیاء ہے (خاتِم چاہے زیر ہو یا زبر خاتَم، کسی طرح بھی پڑھا جائے اس کے معنی کسی کام کا اتمام یا ختم ہونا ہے، اسی بنا پر عربی میں انگوٹھی کو خاتم کہا جاتا ہے چونکہ انگوٹھی اس زمانے میں لوگوں کے دستخط اور مہر کا مقام رکھتی تھی اور جب کہیں خط لکھتے تو اس کے آخر میں اپنی انگوٹھی سے مہر لگا دیتے تھے۔

پیغمبر ﷺ اکرم کی نبوت کا اختتام بھی ایک اسلامی ضرورت ہے اور اسے ہر مسلمان مانتا ہے کہ اب حضرت محمد ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا، اس اصل پر تین دلیل ہے۔

1۔ خاتمیت کا لازم اور ضروری ہونا2۔ قرآن کی آیتیں 3۔ بہت ساری حدیثیں

1۔خاتمیت کا ضروری ہونا:اگر کسی نے اسلام کو دلیل و منطق کے ذریعہ مان لیا تو اس نے خاتمیت پیغمبر اسلام کو بھی قبول کر لیا، اسی لئے مسلمانوں کا کوئی فرقہ کسی نئے پیغمبر کے انتظار میں نہیں ہے یعنی خاتمیت مسلمانوں کی نظر میں ایک حقیقی اورضرور ی چیز ہے۔

2۔قرآن کی آیتیں: (مَاكَانَ مُحَمَّدُ أَبَا أحدٍ مِنْ رِجالِكُم وَلكنْ رَسُولَ اللهِ وخَاتَمَ النَبِيينَ) محمد تم مردوں میں سے کسی ایک کے باپ نہیں ہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور سلسلہ انبیاء کے خاتم ہیں۔ [1] (وَمَا أَرسَلنَا ک اِلّا كَافَةً للنّاسِ) (اور پیغمبر ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے بھیجا ہے۔ [2]

3۔ احادیث : حدیث منزلت جسے شیعہ وسنی دونوں نے پیغمبر اسلام سے نقل کیاہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے مولا ئے کائنات سے مخاطب ہو کر فرمایا :أنتَ مِنی بِمنزلة هارون من موسیٰ اِلّا أنَّه لا نَبیّ بَعدی:، تم میرے نزدیک ویسے ہو جیسے ہارون موسیٰ کے لئے تھے فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔

معتبر حدیث میں جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ رسول خدانے فرمایا میری مثال پیغمبروں کے بیچ بالکل ایسی جیسے کوئی گھر بنایا جائے اور اسے خوب اچھی طرح سجایا جائے مگر اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی ہو اب جو بھی دیکھے گا کہے گا بہت خوبصورت ہے مگر یہ ایک جگہ خالی ہے میں وہی آخری اینٹ ہوں اور نبوت مجھ پر ختم ہے۔ [3]

امام صادق نے فرمایا :حلال مُحمَّد حلال أبداً اِلیٰ یوم

---

(1) سورہ احزاب آیۃ 40

(2) سورہ سبا آیۃ 28۔

(3) نقل از تفسیر مجمع البیان مرحوم طبرسی

القيامة وحرامه حرام أبداً اِلی یوم القیامة[1]"اِنَّ اللہَ ختم بنبیّکم النبیین فلا نَبیَّ بعده أبداً"

امام صادق نے فرمایا : بیشک اللہ نے تمہارے پیغمبر کے بعد نبوت کا سلسلہ ختم کردیا ہے اور اب اس کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا ۔[2]

پیغمبر اسلام ﷺ نے خطبہ کے درمیان فرمایا : أناخاتمُ النبییّن والمرسلینَ والحُجّة علیٰ جمیع المخلوقین أهل السَّمٰوات والأَرضین" میں آخری نبی اور آخری الٰہی نمایندہ ہوں اور تمام اہل زمین وآسمان کے لئے آخری حجت ہوں"۔[3]

مولائے کائنات نے نہج البلاغہ کے خطبہ 91 میں فرمایا :"حتیٰ تمت نبیّنا محمّد حجتہ وبلغ المقطع عذرہ ونذرہ"یہاں تک کہ خدا نے ہمارے نبی کے ذریعہ حجت کو تمام کردیااور تمام ضروری احکامات کو ان کے لئے بیان کر دیا خطبہ 173میں پیغمبر اسلام کے صفات کے سلسلہ میں اس طرح فرمایا :"امین وحیہ وخاتم رسلہ وبشیر رحمتہ" محمد خداکی وحی کے امین اور خاتم الرسل اور رحمت کی بشارت دینے والے ہیں

---

(1) اصول کافی ج1، ص58

(2) اصول کافی ج1،ص269

(3)مستدرک الوسائل ج3، ص247

فلسفہ خاتمیت

ممکن ہے کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ انسانیت ہمیشہ تغییر و تحول سے دوچار ہو تی ہے یہ کیسے ممکن ہے ، ایک ثابت اورناقابل تبدیل قانون پوری انسانیت کے لئے جواب دہ ثابت ہو اور یہ کیسے ممکن ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ خاتم النبیین بن جائیں اور دوسرے پیغمبر کی ضرورت نہ پیش آئے !

اس کا جواب ہم دو طرح سے دیں گے :

1۔ دین اسلام فطرت سے مکمل ہماہنگی رکھتا ہے اور فطرت کبھی تبدیل نہیں ہوتی :

(فَأَقِم وَجهَکَ للدّینِ حَنیفًا فِطرَتَ اللّٰہِ التِی فَطَرَالنَّاسَ علیھا لا تَبدِیلَ لِخَلقِ اللّٰہِ ذَلِکَ الدِّین القَیّمُ وَلَکنَّ أَکثَر النّاسِ لایَعلَمُونَ) آپ اپنے رخ کو دین کی طرف قائم رکھیں اور باطل سے کنارہ کش رہیں کہ یہ دین فطرت الٰہی ہے جس پر اس نے انسانو ں کو پیدا کیاہے اور خلقت الٰہی میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی ہے ۔[1]

جیسے انصاف ، سچائی، ایثار ، درگذر، لطف و کرم ، نیک خصلت ہمیشہ محبوب ہے اور اسی کے مقابل ظلم ، جھوٹ،بے جا اونچ نیچ، بد اخلاقی یہ سب چیزیں ہمیشہ لائق نفرت تھیں اور رہیں گی۔

لہٰذا قوانین اسلام جو کہ انسانوں کی ہدایت کے لئے ہے ہمیشہ اسرار خلقت کی طرح زندہ ہے۔

2۔ دین اسلام قرآن و اہلبیت کے سہارے ہے ۔ قرآن لامتناہی مرکز علم سے صادر ہوا ہے اور اہل بیت وحی الٰہی پر بھروسہ کرتے ہیں ۔ قرآن و اہل بیت ایک

---

(1)سورہ روم آیت30۔

دوسرے کے مفسر ہیں ۔ اور رسول اکرم کی حدیث کے مطابق یہ رہبران اسلام ایک دوسرے سے تا قیامت جدا نہیں ہوں گے ۔ لہٰذا اسلام ہمیشہ زندہ ہے ، اور بغیر کسی ردّو بدل کے ترقی کی راہ پر گامزن اور بشریت کی مشکلات کا حل کرنے والا ہے ۔" قال رسول اللہ صلی‌اللہ‌علیہ‌وآلہ‌وسلم : انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا ابدا انھما لن یفترقا حتیٰ یردا علی الحوض "میں تمہارے لئے دو گرانقدر چیزیں قرآن و میری عترت چھوڑ کر جارہا ہوں جب تک ان سے متمسک رہو گے گمراہ نہ ہوگے یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے یہاں تک حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کرینگے۔[1]

---

(1) المراجعات؛ سید شرف الدین عاملی۔

سوالات

1۔ قرآن نے اس دنیا کی تقسیم کس طرح کی ہے مختصر بیان کریں ؟

2 ۔ پیغمبر اسلام کے خاتم النبیین ہونے پر دلیل پیش کریں؟

3۔ چونکہ دنیا میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں لہٰذا محمد آخری رسول او ر اسلام آخری دین کیسے ہو سکتا ہے ؟

تیئسواں سبق

امامت

دین اسلام کی چوتھی اصل اور اعتقاد کی چوتھی بنیاد امامت ہے لغت میں امام کے معنی رہبر اور پیشوا کے ہیں اور اصطلاح میں پیغمبر اکرم کی وصایت وخلافت اور ائمہ معصومین کی رہبری مراد ہے، امامت شیعوں کی نظر میں اصول دین میں سے ایک ہے اور امام کا فریضہ شیعوں کی نظر میں پیغمبر اسلام کے فرائض کی انجام دہی ہے۔

یعنی پیغمبر اکرم ﷺ کے بعثت کا اور ائمہ کے منصوب ہونے کا مقصد ایک ہے اور جو چیز اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اللہ رسول کو مبعوث کرے وہی چیز اس بات کا بھی تقاضا کرتی ہے کہ خدا امام کو بھی معین کرے تاکہ رسول کی ذمہ داریونکو انجام دے سکے، امام کے بنیادی شرائط میں سے ہے کہ وہ بے پناہ علم رکھتا ہو اور صاحب عصمت ہو نیز خطا ونسیان سے دور ہو اور ان شرائط کے ساتھ کسی شخصیت کا پہچاننا وحی کے بغیر ناممکن ہے اسی لئے شیعہ معتقد ہیںکہ منصب امامت بھی ایک الٰہی منصب ہے اور امام کو خدا کی طرف سے معین ہونا چاہئے لہٰذا امامت اور خلافت کی بحث ایک تاریخی گفتگو نہیں ہے بلکہ حکومت اسلامی کی حقیقت اور پیغمبر اکرم ﷺ کے بعد اختتام دنیا تک حکومت کرنا ہے اور ہماری آئندہ کی زندگی سے مکمل طور پر مربوط ہے، اسی طرح یہ دیکھنا ضروری ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ کی وفات کے بعد اعتقادی اور فکری مسائل میں لوگ کس کی طرف رجوع کریں۔

شیعوںکا کہنا ہے کہ پیغمبر اسلام کے بعد حضرت علی علیہ السلام اور ان کے بعد ان کے گیارہ فرزند ایک کے بعد ایک پیغمبر اکرم ﷺ کے حقیقی جانشین ہیں، شیعہ اور سنی کے درمیان یہی بنیادی اختلاف ہے۔

ہمارا اصل مقصد اس بحث میں یہ ہے کہ امامت پر عقلی، تاریخی، قرآنی اور سنت نبوی سے دلیلیں پیش کرینگےیونکہ ہم اس بات کے معتقد ہیںکہ اسلام حقیقی کانورانی چہرہ مذہب شیعہ میں پایا جاتا ہے اورصرف شیعہ ہیں جو حقیقی اسلام کو اپنے تمام ترکمالات کے ساتھ پوری دنیا میں پہچنوا سکتے ہیں لہٰذا ہمیں اس کی حقانیت کو دلیل و منطق کے ذریعہ حاصل کرنا چاہئے۔

امامت کا ہونا ضروری ہے

امامت عامہ

دلیل لطف : شیعہ معتقد ہیں کہ بندوں پرخداکا لطف اور اس کی بے پناہ محبت اور حکمت کا تقاضا ہے کہ پیغمبر اکرم کے بعد بھی لوگ بغیر رہبر کے نہ رہیں یعنی جو دلیلیں پیغمبر اکرم ﷺ کے مبعوث ہونے کے لزوم پر دلالت کرتی ہیں وہی دلیلیںاس بات کی متقاضی ہیں کہ امام کا ہونا بھی ضروری ہے تاکہ پیغمبر اکرم ﷺ کی طرح دنیا اورآخرت کی سعادت کی طرف لوگوں کی رہبری کر سکیں اوریہ بھی ممکن نہیں ہے کہ وہ مہربان خدا بنی نوع انسان کو پیغمبر اکرم ﷺ کے بعد بغیر کسی ہادی اوررہبر کے چھوڑدے ۔

مناظرہ ہشام بن حکم

ہشام کا شمار امام جعفر صادق کے شاگردو ںمیں ہے : کہتے ہیں میں جمعہ کوبصرہ گیااور وہاں کی مسجد میں داخل ہوا عمروبن عبید معتزلی (عالم اہل سنت) وہاں بیٹھے تھے اور ان کو لوگ گھیرے میں لئے ہوئے سوال وجواب کر رہے تھے میں بھی ایک گوشہ میں بیٹھ گیا اورکہا :میں اس شہر کانہیں ہوں کیا اجازت ہے کہ میں بھی سوال کروں ؟کہا جو کچھ پوچھنا ہوپوچھو: میں نے کہا آپ کے پاس آنکھ ہے ؟ اس نے کہا دیکھ نہیں رہے ہو یہ بھی کوئی سوال ہے۔ ؟

میں نے کہا میرے سوالات کچھ ایسے ہی ہیں کہا اچھاپوچھو ہرچند کہ یہ بیکارہے انہوں نے کہا جی ہاں آنکھ ہے ،میں نے کہا ان آنکھوں سے کیا کام لیتے ہیں؟ کہا دیکھنے والی چیزیں دیکھتا ہوں اقسام اور رنگ کو مشخص کرتا ہوں ، میں نے کہا زبان ہے ؟کہا جی ہاں ، میں نے کہااس سے کیا کرتے ہیں؟ جواب دیا کہ اس سے کھانے کی لذت معلوم کرتاہوں میں نے کہا ناک ہے ؟کہنے لگے جی ہاں میں نے کہا اس سے کیا کرتے ہیں؟ کہا خوشبو سونگھتا ہوں اوراس سے خوشبو اوربدبو میں فرق کرتا ہوں میں نے کہا کان بھی ہے ؟جواب دیا جی ہاں ،میں نے کہا اس سے کیا کرتے ہیں؟ جواب دیا اس سے مختلف آوازوں کو سنتا ہوں اور ایک دوسرے کی تشخیص دیتا ہوں، میں نے کہا اس کے علاوہ قلب (عقل) بھی ہے ؟کہا جی ہاں۔ میں نے پوچھا اس سے کیا کرتے ہیں؟جواب دیا اگر ہمارے اعضاء وجوارح مشکوک ہو جاتے ہیں تواس سے شک کو دور کرتا ہوں ۔

قلب اور عقل کاکام اعضاء وجوارح کوہدایت کرنا ہے ،ہشام نے کہا:میں نے ان کی بات کی تائید کی کہا بالکل صحیح۔ خدانے عقل کو اعضاء وجوارح کی ہدایت کے لئے خلق کیااے عالم! کیا یہ کہنا صحیح ہے کہ خدانے آنکھ کان کو اور دوسرے اعضاء کو بغیر رہبر کے نہیں چھوڑااور مسلمانوں کو پیغمبر اکرم ﷺ کے بعد بغیرہادی ورہبر کے چھوڑ دیا تاکہ لوگ شک و شبہ اور اختلاف کی باعث فنا ہو جائیں کیاکوئی صاحب عقل اس بات کو تسلیم کرے گا ؟!۔

ہدف خلقت

قرآن میں بہت سی آیتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں (هَوَ الَّذِی خَلَق لَکُم مَافِی الأَرضِ جَمِیعاً) وہ خدا وہ ہے جس نے زمین کے تمام ذخیرہ کو تم ہی لوگوں کے لئے پیدا کیا۔ [1] (سَخَّرَ لَکُمُ اللَّیلَ وَالنَّھارَ والشَّمسَ وَالقَمَر) "اور اسی نے تمہارے لئے رات و دن اورآفتاب وماہتاب سب کو مسخر کردیا "۔[2]

چونکہ انسان کی خاطریہ دنیا خلق ہوئی ہے اور انسان عبادت اور خداتک پہونچنے کے لئے خلق ہو اہے تاکہ اپنے حسب لیاقت کمال تک پہونچ سکے، اس

---

(1) سورہ بقرہ آیۃ:29

(2) سورہ نحل آیۃ:12

مقصد کی رسائی کے لئے رہبر کی ضرورت ہے اور نبی اکرم کے بعد امام اس تکامل کا رہبر وہادی ہے ۔

مہربان ودرد مند پیغمبر اور مسئلہ امامت :

(لَقَد جَا ئَ کُم رَسُولُ مِن أَنفُسِکُم عَزیزُ عَلَیه مَا عَنِتُم حَرِیصُ عَلَیکُم بِالمؤمنینَ رَؤُفُ رَحِیمُ) یقینا تمہا رے پاس وہ پیغمبر آیا ہے جو تمہیں میں سے ہے اور اس پر تمہاری ہر مصیبت شاق ہو تی ہے وہ تمہاری ہدا یت کے بارے میں حرص رکھتا ہے اور مومنین کے حال پر شفیق اور مہربان ۔[1]

پیغمبر اکرم ﷺ جب کبھی کسی کام کے لئے کچھ دن کے واسطے مدینہ سے باہر تشریف لے جاتے تھے چاہے مقصد جنگ ہو یا حج، لوگوں کی سرپرستی کے لئے کسی نہ کسی کو معین کر جاتے تھے تاکہ ان کی راہنمائی کر سکے آپ شہروں کے لئے حاکم بھیجتے تھے لہٰذا وہ پیغمبر جو لوگوں پر اس قدر مہربان ہو کہ بقول قرآن ، اپنی زندگی میں کبھی بھی حتی کہ تھوڑی مدت کے لئے بھی لوگوں کو بغیر رہبر کے نہیں چھوڑا ،تو یہ بات بالکل قابل قبول نہیں کہ وہ اپنے بعد لوگوں کی رہبری کے لئے امامت و جانشینی کے مسئلہ میں تساہلی و سہل انگاری سے کام لیں گے اور لوگوں کو سرگردان اور بغیر کسی ذمہ داری کے بے مہار چھوڑ دینگے ۔ عقل وفطرت کہتی ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ پیغمبر جس نے لوگوں کے چھوٹے سے چھوٹے مسائل چاہے مادی ہوں یا معنوی سبھی کو بیان کر

---

(1) سورہ توبہ آیۃ128

دیا ہو اور اس نے سب سے اہم مسئلہ یعنی رہبری اور اپنی جانشینی کے تعین میں غفلت سے کام لیا ہو اور واضح طور پر لوگوں سے بیان نہ کیا ہو!۔

سوالات

1۔ امام کا ہونا ضروری ہے دلیل لطف سے ثابت کریں ؟

2۔ ہشام بن حکم اور عمرو بن عبید کے درمیان مناظرہ کا خلاصہ بیان کریں ؟

3۔ امام کا ہونا لازم ہے خلقت کے ذریعہ کس طرح استدلال کریں گے ؟

4۔ سورہ توبہ کی آیۃ128 کے ذریعہ کس طرح امامت کا استدلال کریں گے ؟

چوبیسواں سبق

عصمت اور علم امامت نیزامام کی تعیین کاطریقہ

عقل وسنت نیزقرآن کی نظر میں عصمت امامت کے لئے بنیادی شرط ہے اورغیر معصوم کبھی اس عہدہ کا مستحق قرار نہیں پا سکتا، نبوت کی بحث میں جن دلیلوں کا ذکر انبیاء کی عصمت کے لئے لازم ہونے کے طور پر پیش کیا گیا ہے ان کو ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن اور عصمت امام

(وَاِذابتلیٰ اِبراهیمَ رَبُّهُ بِکلماتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قالَ اِنّی جَاعِلُکَ للنَّاسِ اِمَاماً قَالَ وَمِن ذُرِّیَّتِی قَالَ لَا یَنالُ عَهدیِ الظَّالَمِینَ) اور اس وقت کو یاد کرو جب خدا نے چند کلمات کے ذریعہ ابراہیم کا امتحان لیا اور انھوںنے پورا کردیا تو اس نے کہا کہ ہم تم کو لوگوں کا امام اورقائد بنا رہے ہیں انھوںنے عرض کیا کہ کیا یہ عہدہ میری ذریت کو بھی ملے گا؟ارشاد ہو اکہ یہ عہدۂ امامت ظالمین تک نہیں پہونچے گا۔[1]

---

(1) سورہ بقرہ آیۃ: 124

ظالم اور ستمگر کون ہے؟

اس بات کو واضح کرنے کے لئے کہ اس بلند مقام کا حقدار کون ہے اور کون نہیں ہے یہ دیکھنا پڑے گا کہ قرآن نے کسے ظالم کہا ہے ۔؟

کیونکہ خدانے فرمایاہے :کہ میرا یہ عہدہ ظالمین کو نہیں مل سکتا ۔قرآن نے تین طرح کے لوگوں کو ظالم شمار کیا ہے ۔

1۔ جو لوگ خدا کا شریک مانیں (یَا بُنَیَّ لَاتُشرِک باللّٰہِ اِنَّ الشِّرکَ لَظُلمٌ عَظِیمٌ) لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا:بیٹا خبردار کسی کو خدا کا شریک نہ بنانا کیونکہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ [1]

2۔ ایک انسان کادوسرے انسان پر ظلم کرنا:(اِنَّما السَّبیلُ عَلیٰ الَّذینَ یَظلِمُونَ النَّاسَ وَیَبغُونَ فِی الأَرضِ بِغَیرِ الحَقِّ أُولئِک لَهُم عَذَابٌ أَلِیمٌ) الزام ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق زیادتیاں پھیلا تے ہیں انہیں لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ [2]

3۔ اپنے نفس پر ظلم کرنا:(فَمِنهُم ظَالِمٌ لِنَفسِهِ وَمِنهُم مُقتَصِدٌ وَمِنهُم سَابِقٌ بِالخَیرات) ان میں سے بعض اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض اعتدال پسند ہیں اور بعض خدا کی اجازت سے نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والے ہیں ۔ [3]

---

(1)سورہ لقمان آیۃ: 13

(2) سورہ شوری آیۃ: 42

(3) سورہ فاطر آیۃ: 32

انسان کو کمال تک پہنچنے اور سعادت مند ہونے کے لئے پیدا کیا گیا ہے، اب جس نے بھی اس راستہ سے روگردانی کی اور خدائی حد کو پار کیا وہ ظالم ہے (وَمَنْ یَتعَدَّ حُدُودَاللّٰہِ فَقَد ظَلَمَ نَفسَہُ) جس نے بھی خدا کے حکم سے روگردانی کی، اس نے اپنے اوپر ظلم کیا۔ [1]

قرآن میں ان تینوں پر ظلم کا اطلاق ہوتا ہے لیکن حقیقت میں پہلی اوردوسری قسم کے ظلم کا اطلاق بھی اپنے نفس ہی پر ہوتا ہے ۔

نتیجہ :چار طرح کے لوگ ہیں

1۔ جو ابتداء زندگی سے لے کر آخر عمر تک گناہ اور معصیت کے مرتکب ہوتے رہے ۔

2۔ جنہوںنے ابتداء میں گناہ کیا، لیکن آخری وقت میں توبہ کر لیا اورپھر گناہ نہیں کرتے ۔

3 کچھ ایسے ہیں جو ابتدا میں گناہ نہیں کرتے لیکن آخری عمر میں گناہ کرتے ہیں۔

4۔ وہ لوگ جنہوں نے ابتداء سے آخر عمر تک کوئی گناہ نہیں کیا۔

قرآن کی رو سے پہلے تین قسم کے لوگ مقام امامت کے ہرگز حقدار نہیں ہوسکتے ،کیونکہ ظالمین میں سے ہیں اور خدا نے حضرت ابراہیم سے فرمایاکہ ظالم اس

---

(1) سورہ طلاق آیۃ: 1

عہدہ کا حقدار نہیں بن سکتا، لہٰذا مذکورہ آیۃ سے یہ نتیجہ نکلاکہ امام او ررہبر کو معصوم ہونا چاہئے اورہر قسم کے گناہ او رخطا سے پاک ہو اگر ان تمام واضح حدیثوں کو جو رسول اسلام سے امام علی اور گیارہ اماموں کی امامت کے سلسلہ میں ہیں، یکسر نظر انداز کر دیا جائے، تب بھی قرآن کی رو سے مسند خلافت کے دعویدار افراد خلافت کے مستحق او رپیغمبر کی جانشینی کے قابل بالکل نہیں تھے کیونکہ تاریخ گواہ ہے کہ یہ ظالم کے حقیقی مصداق تھے اور خدا نے فرمایا ہے کہ ظالموں کو یہ عہدہ نہیں مل سکتا اب فیصلہ آپ خو دکریں!

1۔ وہ لوگ جو ابتداء عمر سے ہی کافر تھے ۔

2۔ وہ لوگ جنہوں نے بشریت پر بالخصوص حضرت علی وفاطمہ زہرا ﷺ پر ظلم کیا ۔

3۔وہ لوگ جنہوںنے خود اعتراف کیا کہ میں نے احکام الٰہی کی مخالفت کی اور اپنے نفس پر ظلم کیا ، کیا ایسے لوگ پیغمبر اکرم ﷺ کے خلیفہ اور جانشین بن سکتے ہیں۔ ؟

علم امام

امام کو چاہیئے کہ وہ ان تمام احکام وقوانین کوجانتا ہو جو لوگوں کے لئے دنیا اور آخرت کی سعادت کے لئے ضروری ہیں یعنی امام کا علم اہل زمین کے تمام لوگو ں سے زیادہ ہو، تاکہ وہ رہبری کا حقدار بن سکے وہ تمام دلیلیں جو امام کی ضرورت کے لئے ہم نے بیان کی ہیں، وہی یہاں بھی امام کے افضل واعلم ہونے پر دلالت کرتی ہیں، قرآن نے اس کی طرف اس طرح اشارہ کیا ہے : (أَفَمَنْ يَهدِی اِلیٰ الحَقِّ أَحَقُ أنْ يُتَّبَعَ أمَنَ لَايَهدِّیِ اِلَّا أنْ يُهدیٰ فَما لَكُمْ كَيفَ تَحكُمُونَ) اور جو حق کی ہدایت کرتا ہے وہ واقعا قابل اتباع ہے یا جو ہدایت کرنے کے قابل بھی نہیں ہے مگر یہ کہ خود اس کی ہدایت کی جائے آخر تمہیں کیا ہوگیا ہے اور تم کیسے فیصلے کر رہے ہو۔ (1)

امام کے تعیین کا طریقہ

جب ہم نے امام کے صفات اور کمالات کوپہچان لیاتو اب یہ دیکھنا ہے کہ

ایسے امام کو کس طریقہ سے معین ہونا چاہیئے۔

آج کل کی دنیا میں ذمہ دار اور عہدہ دار کے چننے کابہترین طریقہ انتخا بات ہے(چنائو کے ذریعہ) البتہ یہ چناؤ راہ حل تو ہوسکتا ہے لیکن ہمیشہ راہ حق نہیںہوتا کیونکہ چنائو واقعیت کو تبدیل نہیں کر سکتا نہ حق کو باطل اور نہ باطل کو حق بنا سکتا ہے،ہرچندکہ عملی میدان میں اکثریت کو مد نظر رکھا جاتاہے لیکن یہ چنے ہو ئے فرد کی حقانیت کی دلیل نہیں ہے ،تاریخ گواہ ہے کہ انتخابات میں بعض لوگ اکثریت کے ذریعہ چنے گئے پھر تھوڑے یازیادہ دن کے بعدیہ پتہ چل جاتا ہے کہ یہ انتخاب اورچنائو سے آنے والا شخص غلط تھا حقیقت یہ ہے کہ ہم علم غیب یاآئندہ کی بات نہیں جانتے لوگوں کے باطن کے سلسلہ میں ہم کس طرح حتمی فیصلہ یا صحیح فیصلہ کر سکتے ہیں۔؟

لہٰذا کبھی بھی اکثریت حق کی دلیل اور اقلیت باطل کی دلیل نہیں بن سکتی دوسری طرف قرآن نے تقریباً اسی مقامات پر اکثریت کی مذمت کی ہے اور سورہ

---

(1) سورہ یونس آیۃ:35

انعام کی آیۃ116 میں ارشاد ہوتا ہے: (وَأنْ تُطِع أَكثَرمَنْ فيِ الأرضِ يُضلُّوکَ عَن سَبِيلِ اللهِّ اِن يَتَّبِعُونَ اِلاَّالظَّنَّ وَاِن هُم اِلّاَيَخرصُوُنَ) اور اگر آپ روئے زمین کی اکثریت کا اتباع کریں گے تو یہ راہ خدا سے بہکا دیں گے یہ صرف گمان کا اتباع کرتے ہیں اور صرف اندازوں سے کام لیتے ہیں۔

اس سے ہٹ کر امامت اوررہبری کاکام فقط دین اور سماجی زندگی کو چلانے کا نام نہیں ہے بلکہ امام دین کا محافظ اور دین ودنیا میں لوگوں کی حفاظت کرنے والا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ وہ ہرگز گناہ وخطا سے معصوم ہو اور تمام لوگوں میں افضل واعلم ہو اور ایسے شخص کو لوگ نہیں چن سکتے کیونکہ لوگوں کو کیا معلوم کہ کون شخص صاحب عصمت اور علوم الٰہی کا جاننے والا اوردوسری فضیلتوں کامالک ہے تاکہ اسے چنا جائے چونکہ صرف خدا انسان کے باطن اور مستقبل سے باخبر ہے لہٰذا اس کو چاہئے کہ بہترین شخص کو اس مقام کے لئے چنے اور اسے اس کی شایان شان کمال سے نواز کر لوگوں کے سامنے پہچنوائے ۔

امام کیسے معین ہوگا ؟

رسول کے بعد امامت وپیشوای یعنی کار رسالت کوانجام دینا، امام اوررسول میں بس فرق یہ ہے کہ رسول بانی شریعت اور صاحب کتاب ہوتاہے اور امام اس کے جانشین کی حیثیت سے محافظ شریعت اور اصول دین وفروع دین کابیان کرنے والا اورنبوت کی تمام ذمہ داریوں کونبھانے والاہوتا ہے جس طرح نبی کاانتخاب خدا کے ہاتھ میں ہے اسی طرح امام کاانتخاب بھی خدا کی جانب سے ہوناچاہئے جیسا کہ سورہ بقرہ کی آیۃ124 میں ہے کہ امامت عہدخداوندی ہے اورخدا کاعہدہ انتخاب اورچنائو سے معین نہیں ہوسکتا کیونکہ چنائو اورشوری لوگوں سے مربوط ہے۔

جن دو آیتوں میں مشورت کا ذکر کیا ہے وہاں لفظ امر آیا ہے (وَأَمرُهُم شُورىٰ بَينَهم) (وشَاوِرْهُم فيِ الأَمرِ) ان دو آیتوں میں جو مشورت کے لئے کہا گیا ہے وہ معاشرتی امور لوگوں کے لئے ہے اور یہ خدا کے عہدوپیمان میں شامل نہیں ہو گا سورہ قصص کی 68 آیۃ میں ارشاد ہوتا ہے (وَ رَبُّک یَخلُقُ مَا یَشاءُ وَ یَختَارُ مَا کَانَ لَهُمُ الخِیَرَةُ) اور آپ کا پرور دگار جسے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور پسند کرتا ہے ۔

ان لوگوں کو کسی کا انتخاب کرنے کا کوئی حق نہیں ہے مرحوم فیض کاشانی تفسیر صافی میں اس آیت مذکورہ کے ذیل میں حدیث نقل کرتے ہیں کہ: جب خداوند عالم کسی کو امامت کے لئے منتخب کردے تو لوگ دوسرے کی طرف ہرگز نہیں جاسکتے اور دوسری حدیث میں ارشاد ہوا :

چنانچہ میں خطا کے امکان کی بناپر اس کی اہمیت کم ہو جاتی ہے صرف خدا کاچنا ہوا اہمیت کا حامل ہو سکتا ہے چونکہ صرف وہ ہمارے باطن اور مستقبل کوجانتا ہےلماکَانَ النبّیِ یَعرضُ نَفسَهُ علیٰ القبائل جاءَ الیٰ بنَی کلابِ فقالوا : نُبایعک علیٰ أَن یکون لنا الأمر بعَدک فقال: الأَمر للّٰہ فاِن شاَء کان فیکم أَوفیِ غیرکم ،جس وقت پیغمبر اکرم ﷺ قبیلوں میں جاکر لوگوں کو دعوت دیتے تھے جب قبیلہ بنی کلاب میں گئے تو ان لوگوں نے کہا ہم اس شرط پرآپ کی بیعت کریں گے کہ امامت آپ کے بعد ہمارے قبیلہ میں رہے حضرت نے فرمایا: امامت کی ذمہ داری خدا کے ہاتھ میں ہے اگروہ چاہے گاتو تم میں رکھے گا یاتمہارے علاوہ کسی اور میں ۔ [1]

---

(1) بحارالانوار جلد،23 ص 74

سوالات

1۔ عصمت امام پر قرآن سے دلیل پیش کریں ؟

2۔ قرآن کی نظر میں ظالمین کون لوگ ہیں ؟

3۔ کیوں امام کو انتخاب او رمشورت سے معین نہیں کر سکتے ؟

4۔ امام کا تعین کیسے کریں ؟

پچیسواں سبق

امامت خاصہ

مولائے کائنات ں اور ان کے گیارہ فرزندونکی امامت وولایت کا اثبات:

ہم گذشتہ بحثوں میں امام کی صفات اور ضروری خصوصیات سے آگاہ ہوچکے ہیںلہٰذا اب ہم کو یہ تحقیق کرنا چاہیئے کہ پیغمبر ﷺ کے بعد ان کا حقیقی جانشین کون ہے اوریہ صفات کن میں پائے جا تے ہیں تاکہ وہ عقیدہ جوہمارے پاس ہے اس کا عقلی ونقلی دلیلوں سے اثبات ہوسکے تاکہ جولوگ حق وحقانیت سے دورہیں ان کی ہدایت کرسکیں۔

مولائے کا ئنات ں کی امامت اور ولایت پر عقلی دلیل

دومقدمہ ایک نتیجہ

1۔ مولائے کائنات تمام انسانی فضائل وکمالات کے حامل تھے جیسے علم تقوی ،یقین ،صبر، زہد، شجاعت ، سخاوت ،عدالت ،عصمت ، اورتمام اخلاق حمیدہ یہاں تک بلاشک وشبہہ(دشمنوں کوبھی اعتراف تھا) تمام کمالات میں سب سے افضل وبرترہیں اوریہ فضائل شیعہ اورسنی دونوں کی کتابوں میں بھرے پڑے ہیں ۔

2۔ عقل کی روسے مفضول کوفاضل پر ترجیح دینا قبیح ہے اور جو بھی مذکورہ فضائل کا حامل نہیں ہے اس شخص پر جو ان فضائل کاحامل ہے ترجیح دینا قبیح ہے ۔

نتیجہ

حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب ہی پیغمبر اکرم ﷺ کے حقیقی جانشین ہیں۔

دوسری دلیل

جیسا کہ بیان ہوچکاہے کہ عقلی ونقلی اعتبار سے امام کا معصوم ہونا ضروری ہے اور ہر خطا و غلطی سے پاک اور دور ہوناچاہیئے، آئندہ بحث میں انشاء اللہ قران وحدیث سے ہم ثابت کریں گے کہ یہ صفات وخصوصیات صرف اہل بیت سے مخصوص ہیں، لہٰذا حضرت علی اور ان کے گیارہ فرزندوں کے علاوہ کوئی عہدئہ امامت کے لائق نہیں ہے ۔

عصمت اورآیہ تطہیر

ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ امام کا معصوم ہونا ضروری ہے ،اب یہ دیکھیں کہ معصوم کون ہے ؟ (اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذهِبَ عَنكُمُ الرِّجسَ أَهَلَ البَيتِ وَيُطهِّرَكُم تَطهِيراً)[1] (بس اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ اے اہل بیت! تم سے ہر برائی دور رکھے اوراس طرح پاک وپاکیزہ رکھے جو پاک وپاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔

---

(1)سورہ احزاب ۔آیۃ: 33

اہل بیت سے مراد؟

شیعہ اور سنی کی بہت سی متواتر حدیثیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ آیۃ تطہیر رسول اکرم اور اہل بیت علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے یہ حدیثیں اہلسنت کی معتبر کتابوں میں موجود ہیں جیسے صحیح مسلم ، مسند احمد، درالمنثور، مستدرک حاکم ،ینابیع المودۃ ،جامع الاصول ، الصواعق المحرقہ ، سنن ترمذی ،نور الابصار مناقب خوارزمی وغیرہ اور شیعوں کی لاتعداد کتب میں موجود ہیں۔

امام حسن نے اپنے خطبہ میں فرمایا : ہم اہل بیت ہیں جن کے واسطے خداوند عالم نے قرآن میں فرمایا : (اِنَّمَایُرِیدُ اللّٰہُ لِیُذہِبَ عَنکُمُ الرِّجسَ أَہَلَ البَیتِ وَیُطہِّرکُم تَطہِیرا) [1]

انس بن مالک کہتے ہیں کہ : رسول خدا چھ مہینے تک نماز کے وقت جب جناب زہرا ﷺ کے گھر پہونچتے تھے فرماتے تھے اے اہل بیت وقت نماز ہے (اِنَّمَایُرِیدُ اللّٰہُ لِیُذہِبَ عَنکُمُ الرِّجسَ أَہَلَ البَیتِ وَیُطہِّرکُم تَطہِیرا) [2]

ابن عباس بیان کرتے ہیں : کہ رسول خدا نو مہینے تک وقت نماز جناب امیر علیہ السلام کے دروازے پر آکر فرماتے تھے سلام علیکم یا أَہلَ البَیت:

(اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہُ لِیُذہِبَ عَنکُمُ الرِّجسَ أَہَلَ البَیتِ وَیُطہرَّکُم تَطہِیراً) [3]

---

(1)ینابیع المودۃ ص126۔

(2)جامع الاصول جص110۔

(3)الامام الصادق والمذاہب الاربعہ ج،1ص89۔

مولائے کائنات فرماتے ہیں کہ رسول خدا ہر روز صبح ہمارے گھر کے دروازے پر آکر فرماتے تھے خدا آپ پر رحمت نازل کرے نماز کے لئے اٹھو :

(اِنَّمَایُرِیدُ اللّٰہُ لِیُذہِبَ عَنکُمُ الرِّجسَ أَھَلَ البَیتِ وَیُطَھِّرَکُم تَطھِیرا)[1]

پیغمبر اکرم ﷺ کافی دن اس پر عمل کرتے رہے تاکہ اہل بیت کی پہچان ہوجائے اور ان کی اہمیت لوگوں پر واضح ہوجائے ۔

شریک ابن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا کی وفات کے بعد مولائے کائنات نے اپنے خطبہ میں فرمایا : تم لوگونکو قسم ہے اس معبود کی بتاؤکہ کیا میرے اورمیرے اہل بیت کے علاوہ کسی اور کی شان میں یہ آیۃنازل ہو ئی ہے : (اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہُ لِیُذہِبَ عَنکُمُ الرِّجسَ أَھَلَ البَیتِ وَیُطَھِرَّکُم تَطھِیراً)[2]لوگوں نے جواب دیا نہیں ۔

حضرت علی ؑنے ابوبکر سے فرمایا تمہیں خدا کی قسم ہے بتاؤ آیۃ تطہیر میرے اور میری شریک حیات اور میرے بچوں کی شان میں نازل ہوئی ہے یا تمہارے اور تمہارے بچوں کے لئے ؟جواب دیا :آپ اور آپ کے اہل بیت کی شان میں نازل ہو ئی ہے۔ [3]

---

(1) غایۃالمرام ص 295

(2) غایۃالمرام ص، 293

(3) نو ر الثقلین ج 4، ص 271

اعتراض:

لوگوں کا کہنا ہے کہ آیۃ تطہیر پیغمبر کی ازواج کی شان میں نازل ہوئی ہے کیونکہ اس کے پہلے اور بعد کی آیات پیغمبر کی ازواج کے سلسلے میں ہے یا کم ازکم پیغمبر کی ازواج بھی اس میں شامل ہیں۔ اسی لئے یہ ان کی عصمت کی دلیل نہیںہو سکتی ہے کیونکہ کوئی بھی پیغمبر کی ازواج کو معصوم نہیں مانتا ہے۔

جواب

علامہ سید عبد الحسین شرف الدین نے اس کے چند جواب دیئے ہیں۔

1۔ یہ اعتراض اور شبہ نص کے مقابلہ میں اجتہاد کرنا ہے کیونکہ بے شمار روایتیں اس سلسلے میں آئی ہیں جو تواتر کے حد تک ہیں کہ آیۃ تطہیر پیغمبر ﷺ فاطمہ زہرا ﷺ علی، وحسنین کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

2۔ اگر آیۃ تطہیر پیغمبر ﷺ کی ازواج کی شان میں ہوتی تو مخاطب مونث ہونا چاہیئے نہ کہ مذکر، یعنی آیت اس طرح ہونی چاہیئے" (اِنَّمَایُرِیدُ اللّٰہُ لِیُذہِبَ عَنکُنَّ الرِّجسَ أَھَلَ البَیتِ وَیُطھِّرکُنَّ تَطھِیرا")

3۔ آیۃ تطہیر اپنے پہلے اور بعد کی آیت کے درمیان جملہ معترضہ کے طور پر ہے اور یہ چیز عربوں میں فصیح مانی جاتی ہے اور قرآن میں بھی آیا ہے:

(فَلَمَّا رَأىٰ قَمِيصهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قالَ اِنَّه مِنْ كَيدِ كُنَّ اِنَّ كَيدَ كُنَّ عَظِيمُ يُوسُف أَعرِض عَن هَذا وَاستغفِرِي لِذَنبِكِ انک كُنتِ مِنْ الخَاطِئِينَ)" (يُوسُف أَعرِض عَن هَذا") : مخاطب یوسف ہیں اور یہ جملہ معترضہ ہے اور پہلے اور بعد کی آیۃ میں زلیخا سے خطاب ہے:[1]

آیۃ تطہیر او رمولائے کائنات اور انکے گیارہ فرزندوں کی عصمت وامامت

مولائے کائنات نے ارشاد فرمایا ہم ام سلمہ کے گھر میں رسول خدا کے پاس بیٹھے تھے کی آیۃ تطہیر (اِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذهِبَ عَنكُمُ الرِّجسَ أَهَلَ البَيتِ وَيُطهرِّ كُم تَطهِيرا) نازل ہوئی۔

رسول خدا ﷺ نے فرمایا: یہ آیت آپ اور آپ کے فرزند حسن وحسین علیہما السلام اور ان اماموں کی شان میں نازل ہوئی ہے جو آپ کی نسل سے آئندہ آئینگے میں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ کے بعد کتنے امام ہونگے۔؟

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے بعد آپ امام ہوں گے اورآپ کے بعد حسن اور حسن کے بعد حسین اور ان کے بعد ان کے فرزند علی پھر علی کے فرزند محمد اور پھر محمد کے فرزند علی اور علی کے فرزند جعفر اور جعفر کے فرزند موسیٰ، موسیٰ کے فرزند علی، علی کے فرزند محمد، ﷺ محمد ﷺ کے فرزند علی، علی کے فرزند حسن، حسن کے فرزند حجت امام ہوں گے ان تمام کے اسماء گرامی اسی ترتیب سے عرش پر لکھے ہیں میں نے خدا سے پوچھا یہ کون ہیں؟ جواب یہ تمہارے بعد کے امام ہیں جو پاک اور معصوم اور ان کے دشمن ملعون ہونگے۔[2]

---

(1) سورہ یوسف آیۃ:28۔ 29

(2) غایۃ المرام ص، 293

لہذا یہ آیۃ تطہیر چودہ معصوم کی شان میں نازل ہوئی ہے اور رسول خدانے اپنی بے شمار احادیث کے ذریعہ (انشاء اللہ ان میں سے بعض کی طرف اشارہ کریں گے) لوگوں کو یہ بتایا کہ یہ عہدہ امامت قیامت تک انہیں مخصوص حضرات سے مربوط ہے کیونکہ یہ صاحب عصمت ہیں اور اس عہدے کے تمام شرائط ان کے اندر پائے جاتے ہیں ۔

عصت کے متعلق دو حدیث

عن ابن عبّاس قال سمعت رسول الله صلیٰ الله وآله وسلم یقول : أناوعلیِ والحسن والحسین وتسعة من ولد الحسین مطهّرون معصومون[1] ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول خدا کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں اور علی ، حسن و حسین اور حسین کی نسل سے ان کے گیارہ فرزند پاک اور معصوم ہیں ۔

قال امیر المومنین :إنّ الله تبارک وتعالیٰ طهّرنا وعصمنا وجعلنا شهداء علیٰ خلقه وحجّته فی أرضه وجعلنا مع القرآن وجعل القرآن معنا لانفارقه ولا یفارقنا[2]

مولائے کائنات نے فرمایا : بیشک خدا نے ہمیں پاک و معصوم بنایا ہے اور اپنی مخلوق کا گواہ اور زمین پر حجت قرار دیا اور ہمیں قرآن کے ساتھ اور قرآن کو ہمارے ساتھ رکھا ہے نہ ہم قرآن سے الگ ہو سکتے ہیں نہ قرآن ہم سے الگ ہو سکتا ہے ۔

---

(1) ینابیع المودة ص 534

(2) اصول کافی کتاب الحجة

سوالات

1۔ مولائے کائنات کی امامت پر عقلی دلیل بیان کریں ؟

2۔آیۃ تطہیر سے اہل بیت سے مراد کون لوگ ہیں حدیث سے ثابت کریں ؟

3۔ آیۃ تطہیر میں پیغمبر کی ازواج شامل کیوں نہیں ہو سکتی ہیں ؟

4۔ بارہ اماموں کی امامت کے سلسلہ میں مولائے کائنات کی حدیث بیان کریں ؟

چھبیسواں سبق

قرآن اور مولائے کائنات کی امامت

آیۃ ولایت

(اِنَّمَا وَلیکُمُ اللّٰہُ وَرَسُولُہُ وَالَّذِینَ آمُنوا الَّذِینَ یُقِیمُونَ الصَّلٰوۃَ وُیُؤتُونَ الزَّکٰوۃَ وَھُم رَاکِعُونَ) ایمان والو تمہارا ولی بس اللہ ہے او ر اس کا رسول اور وہ صاحبان ایمان جونماز قائم کرتے ہیں اورحالت رکوع میں زکاۃدیتے ہیں۔ [1]

خدا وند عالم نے اس آیت میں لفظ ،،انما،، کے ذریعہ جو انحصار پر دلا لت کرتا ہے۔ مسلمانوں کا ولی و سرپرست صرف تین شخصیتوں کوقرار دیاہے خود خدا، پیغمبر اور جو لوگ صاحبان ایمان ہیںکہ جونماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوۃ دیتے ہیں۔

آیۃ کا شان نزول

آیت سے خدا اور رسول کی ولایت میں کسی کو شک نہیں لیکن تیسری ولایت

---

(1) سورہ مائدہ آیۃ: 55

("والذین آمنوا") کے بارے میں شیعہ اور سنی دونوں کے یہاں بے شمار حدیثیں پائی جاتی ہیں کہ یہ آیۃ مولائے کائنات کی شان میں نازل ہوئی ہے اس وقت کہ جب انھوںنے حالت رکوع میں اپنی انگوٹھی سائل کو دے دی شیعوں میں اس سلسلہ میں کوئی اختلاف نہیںاوراہل سنت کے علماء میں سے فخر رازی نے تفسیر کبیر میں ،زمخشری نے کشاف میں ،ثعلبی نے الکشف والبیان میں ، نیشاپوری ،بیضاوی ،بیہقی ،نظیری اور کلبی نے اپنی اپنی تفسیروں میں ،طبری نے خصائص میں ، خورازمی نے مناقب ،احمد بن حنبل نے مسند میں ،یہاں تک کہ تفتازانی اورقوشجی نے اتفاق مفسرین کا دعوی کیا ہے غایۃ المرام میں 24 حدیثیں اس سلسلے میں اہل سنت سے نقل کی گئی ہیں ،مزید معلومات کے لئے الغدیر کی دوسری جلد اور کتاب المراجعات ،کی طرف رجوع کریں ۔

یہ مسئلہ اس حد تک مشہور ومعروف تھا اور ہے کہ (پیغمبر کے زمانے کے مشہور شاعر) حسان بن ثابت نے اسے اپنے شعر کے ذریعہ بیان کیا اور مولا سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں:

فأنتَ الَّذیِ أَعطیت اِذ کنت راکعاً

زَکاۃً فَد تک النفس یا خیرراکع

فانزل فیک اللہ خیر ولا یۃ

وبیّنھا فی محکمات الشرائع

"اے علی آپ نے حالت رکوع میں زکوۃ دی ۔میری جان آپ پر قربان اے بہترین رکوع کرنے والے"

خدانے بہترین ولایت آپ کے لئے نازل کی اور قرآن میں اسے بیان فرمایا ،لہذا مولائے کائنات تمام مومنین کے ولی مطلق ہیں اور عقل کی رو سے ایسا شخص ابوبکر وعمر وعثمان کا تابع نہیں ہوسکتا ،ہاں اگر یہ افراد مومن تھے تو ان کو مولائے کائنات کی اتباع وپیروی کرنی چاہیئے ۔

دواعتراض اور انکا جواب

بعض اہل سنت کا کہنا ہے کہ ولی کے معنی دوست اور ساتھی کے ہیںنہ کہ رہبر وولی مطلق کے ۔

جواب :

الف)پہلی بات تو یہ کہنا ہی نص آیۃ اورظاھر کے خلاف ہے اس سے ہٹ کر ولی کے معنی عرف عام میں ولی مطلق ، اور اولی بہ تصرف کے ہیں اور دوسرے معنی میں استعمال کے لئے قرینہ کی ضرورت ہے چونکہ اولی کا لفظ آیت میں (النَّبُّ أَولیٰ بِالمؤمنِینَ مِن أنفُسهِم)[1]کا لفظ حدیث غدیر میں "من کنت مولاہ" ولایت مطلق پر واضح طور پر دلا لت کرتا ہے ۔

ب) آیۃ ولایت میں لفظ "انما" کے ذریعہ انحصار ہے اور دوستی صرف خدا ورسول ﷺ اور علی ہی پر منحصر نہیں ہے ۔بلکہ تمام مومنین ایک دوسرے کے دوست ہیں جیسے کہ خدا وند عالم نے فرمایا (المؤمنُون والمؤمنات بعضهم أولیاءُ بَعضٍ) اب چونکہ دوستی کا انحصار فقط خدا اور رسول ﷺ وعلی سے مختص نہیں ہے۔ [2]

---

(1)الاحزاب آیۃ:6

(2) سورہ توبہ آیۃ:71

بلکہ اس کا تمام مومنین سے ہے آیہ (اِنَّمَا وَلِيُّكُم الله) (میں انحصار کا حکم ہے لہٰذا ولایت کے معنی رہبر وولی مطلق کے ہیں۔

بعض متعصب اہل سنت نے اعتراض کیا کہ مولائے کائنات جب نماز میں اتنا محو رہتے تھے کہ حالت نماز میں تیر نکلنے کا بھی انہیں پتہ نہیں چلتا تھا تو کس طرح ممکن ہے کہ سائل کے سوال کو سن کر اس کی طرف متوجہ ہوئے ہوں۔

جواب:

یقینا مولا ئے کائنات حالت نماز میں مکمل طور سے خدا کی طرف دھیان رکھتے تھے، اپنے آپ اور ہر مادی شیٔ سے جو روح عبادت کے منافی ہوتی تھی بیگانہ رہتے تھے۔ لیکن فقیر کی آواز سننا اور اس کی مدد کرنا اپنی طرف متوجہ ہونا نہیں ہے بلکہ عبادت میں غرق ہونے کی دلیل ہے دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ آپ کا یہ فعل عبادت میں عبادت ہے اس کے علاوہ عبادت میں غرق ہونے کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ اپنے اختیارات کھو بیٹھیں یا بے حس ہو جائیں بلکہ اپنے اختیار کے ذریعہ اپنی توجہ اور وہ چیز جو راہ خدا میں سد راہ ہے اس سے اپنے آپ کو الگ کر لیں۔

یہاں نماز بھی ایک عبادت ہے اور زکوۃ بھی، اور دونوں خدا کی خوشنودی کے راستے ہیں، لہٰذا مولائے کائنات کو متوجہ ہونا صرف خدا کے لئے تھا اس کی دلیل خود آیت کا نازل ہونا ہے، جو تواتر سے ثابت ہے۔

آیت اطاعت اولی الامر:

(يَاأَيُّها الَّذينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِ الأمرِ مِنكُم) "ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اوراس کے رسول اورصاحبان امر کی اطاعت کرو جو تم میں سے ہیں"۔[1]

اس آیت میں صاحبان امرکی اطاعت بغیر کسی قید و شرط کے خدا اوررسول کے اطاعت کے ساتھ واجب قرار دیاہے شیعوں کانظریہ ہے کہ اولی الامر سے مراد بارہ امام معصوم ہیں اوراہل سنت سے بھی روایت پائی جاتی ہے کہ اس سے مراد امام معصوم ہیں۔

مشہور مفسر، ابوحیان اندلسی مغربی نے اپنی تفسیر بحارالمحیط ،اور ابوبکر مومن شیرازی نے اپنے رسالہ اعتقادی میں ، سلیمان قندوزی نے ینابیع المودۃ میں ان روایتوں کو بطور نمونہ ذکر کیا ہے ،شیعوں کی تفسیروں میں بھی اس آیت کے ذیل میں رجوع کریں منجملہ تفسیر برہان ،نورالثقلین ، تفسیر عیاشی ،اور کتاب غایۃ المرام اوردوسری بہت ساری کتابوں میں آپ رجوع کریں۔یہاں پر بعض احادیث کونقل کررہے ہیں جابر بن عبداللہ انصاری نے پیغمبر اکرم ﷺ سے سوال کیاکہ اولی الامرجن کی اطاعت کا ہمیں حکم دیاگیا ہے اس سے مراد کون ہیں۔ ؟

آنحضرت نے جواب میں فرمایا : میرے بعد کے خلیفہ وجانشین جو میری ذمہ داریوں کو سر انجام دینے والے ان میں سب سے پہلے میرے بھائی علی ؑ ہیں

---

(1)سورہ نساء آیۃ:59

کے بعد حسن وحسین علیہما السلام پھر علی بن الحسین ان کے بعد محمد باقر (تم اسوقت تک رہو گے اور اے جابر! جب ان سے ملاقات ہو تو انہیں ہمارا سلام کہنا) پھر جعفر صادق ان کے بعد موسی کاظم ان کے بعد علی الرضا انکے بعد محمد جواد پھر علی ہادی ان کے بعد حسن عسکری اور ان کے بعد قائم منتظر مہدی میرے بعد امام اور رہبر ہونگے۔

اسی حدیث کو امام زمانہ کے سلسلے میں تفسیر نورالثقلین کی پہلی جلد میں صفحہ 499 میں واضح طور سے بیان کیا ہے، عن أبی جعفر علیہم السلام: أوصیٰ رسول اللہ اِلیٰ علی والحسن والحسین علیہم السلام، ثم قال فی قول اللہ عزّوجلّ: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الأمرِ مِنكُم)قالَ: الأَئِمة مِن وُلِد علیٍ وفاطمه اِلی أن تقوم الساعة(1)

امام محمد باقر سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے مولائے کائنات اور حسن وحسین علیہم السلام کی امامت کے لئے وصیت کی ،پھر خدا کے اس قول کی طرف اشارہ کیا "أَطِيعُوا اللہ" اور فرمایا: بقیہ امام، علی و فاطمہ کی اولاد سے ہونگے یہاںتک کہ قیامت آجائے گی لہٰذا اولی الامر کی اطاعت کاتذکرہ جس آیت میں ہے وہ چند طریقوں سے مولائے کائنات امیرالمومنین ؑاور انکے گیارہ فرزندوں کی امامت پر دلالت کرتی ہے اولی الامر کی اطاعت خدا ور رسول کی اطاعت کے ساتھ ہے چونکہ اطاعت مطلق طور پر واجب ہے لہٰذا انہیں پہچاننا ضروری ہے۔

جس طرح خدا نے رسول خدا کی اطاعت کو واجب کرکے خود رسول کو معین

---

(1) تفسیر نورالثقلین ج 1 ص505، دلائل امامت 231

کردیا اسی طرح جب اولی الامر کی اطاعت کا حکم دے رہا ہے تو ضروری ہے کہ انہیں بھی معین کرے ورنہ تکلیف مالایطاق ہوجا ئے گی(یعنی جسے ہم نہیں جانتے اس کی اطاعت ہمارے امکان سے باہر ہے) بے شمار روایتوں نے آیت کے شان نزول کو مولائے کائنات اور ان کے گیارہ فرزندوں سے مختص کیا ہے۔

علی کی امامت اورآیت انذار وحدیث یوم الدار

حدیث یوم الدار

پیغمبر اسلام ﷺ کو بعثت کے تیسرے سال میں حکم ہوا کہ دعوت اسلام کو علی الاعلان پیش کریں: (وَأنذِر عَشِيرَتَكَ الأَقرَبِين) :[1](اپنے قریبی رشتے داروں کوانذار کرو ،ڈرائو) اس حکم کے ساتھ پیغمبر اسلام نے اپنے رشتے داروں کو جناب ابوطالب کے گھر میں اکٹھا کیا اورکھانے کے بعد فرمایا :اے عبد المطلب کے فرزندو! خدا کی قسم میں عرب میں کسی کو نہیں جانتا کہ اپنی قوم وقبیلہ کے لئے اس سے بہترچیز جو میں پیش کر رہا ہوں اس نے پیش کی ہو ، میں دنیااور آخرت کی فلاح وبہبودی تمہارے لئے لایاہوں اورخدا نے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اس کی توحید اور اس کی وحدانیت اوراپنی رسالت کی طرف دعوت دوں،تم میں سے کون ہے؟ جو اس سلسلے میں میری مدد کرے گاتاکہ وہ میرا بھائی میرا اولی وجانشین بن سکے ۔

کسی نے اس جانب کوئی توجہ نہیںدی ۔پھر مولائے کائنات کھڑے

---

(1)سورہ شعراء آیۃ:214

ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ میں حاضر ہوں ، اس سلسلہ میں آپ کا ناصر ومددگار ہوں یہاں تک تین مرتبہ پیغمبر نے اس جملہ کی تکرار کی، اور علی کے علاوہ کسی نے کوئی جواب نہیں دیا ، اس وقت پیغمبر ﷺ نے حضرت کے گلے میں باہیں ڈال کے فرمایا : اِنَّ ھذا أخيِ وَوصيِّ و خليفتي فيكم فاسمعوا له وأطيعوه بیشک یہ میرا بھائی ہے تم لوگوںمیں میرا وصی وجانشین ہے اس کی باتوں کو سنو اور اس کی اطاعت کرو۔

اس حدیث کو اہل سنت کے علماء کرام جیسے ابن ابی جریر، ابو نعیم ،بیہقی، ثعلبی ابن اثیر، طبری اور دوسرے بہت سے علماء نے نقل کیا ہے ،مزید معلومات کے لئے کتاب المراجعات کے صفحہ 130 کے بعد اور احقاق الحق ج4 کے ص 62نیزاس کے بعد ملاحظہ فرمائیں ، یہ حدیث واضح طور پر علی کی ولایت وامامت کو ثابت کرتی ہے ۔

سوالات

1۔ آیت ولایت "انما ولیکم اللہ" کے ذریعہ مولائے کائنات کی امامت کو کیسے ثابت کریں گے ؟

2۔" انما ولیکم" میں ولی کس معنی میں ہے اور اس کی دلیل کیا ہے ؟

3۔ اطاعت اولی الامر کی دلالت کو بیان کریں ؟

4۔ آیۃ انذار اور حدیث یوم الدار سے کس طرح مولائے کائنات کی امامت پر استدلال کریں گے ؟

ستائسواں سبق

مولائے کائنات کی امامت اور آیۂ تبلیغ

(یَاأَیُّھا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَاأُنزِلَ اِلیکَ مِنْ رَبِّکَ وَاِنْ لَمْ تَفعَل فَمَا بَلَّغتَ رِسَالَتَہُ وَاللَّہُ یَعصِمُکَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللَّہ لَا یَھدِی القَومَ الکَافِرِین) اے پیغمبر! آپ اس حکم کو پہنچادیں جو آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اور اگر آپ نے یہ نہ کیا تو گویا اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا اور خدا آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا کہ اللہ کافروں کی ہدایت نہیں کرتا ۔[1]

خطاب کا انداز بتا رہا ہے کہ کوئی اہم ذمہ داری ہے کہ جس کے چھوڑنے سے رسالت ناقص ہو جائیگی اور یہ آیت یقینا توحید یا جنگ یا دوسری چیزوں کے واسطے نہیں تھی چونکہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے یہ تمام مسائل حل ہو چکے تھے کیونکہ یہ آیت پیغمبر کی زندگی کے آخری وقت میں نازل ہوئی ہے بغیر کسی شک کے یہ آیت مسئلہ امامت اور جانشین پیغمبر سے متعلق ہے۔یہاں تک کہ اہل سنت کے بے شمار علماء ،مفسرین اور مورخین نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ مذکورہ آیت

---

(1)سورہ مائدہ آیۃ 67

واقعہ غدیر اور مولائے کائنات کے لئے نازل ہوئی ہے مرحوم علامہ امینی نے اپنی کتاب مقدس الغدیر میں حدیث غدیر کو 110 صحابہ سے اور 360 بزرگ علماء اور مشہور اسلامی کتابوں سے نقل کیا ہے اورکسی نے اس حدیث کے صدور پر شک نہیں کیا ہے اگر آیۃ تبلیغ اور حدیث غدیر کے علاوہ کوئی دوسری آیت یا حدیث نہ بھی پائی جاتی تب بھی مولائے کائنات کی خلافت بلا فصل کو ثابت کرنے کے لئے یہی دوآیتیں کافی تھیں اس کے باوجود بے شمار آیتیں مولائے کائنات اور ان کے فرزندوں کی امامت کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہیں اورہمارا اعتقاد ہے کہ پورا قرآن مفسر اہل بیت ہے اور اہل بیت مفسر قرآن ہیں اور حدیث ثقلین کی نظر سے یہ کبھی بھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے ،اس سلسلہ میں روائی تفسیروں میں من جملہ نورالثقلین ،تفسیر برہان ،تفسیر عیاشی اور کتاب غایۃ المرام اور دوسری بہت سی کتابوں میں دیکھ سکتے ہیں ہم یہیں پر اس بحث پر اکتفا کرتے ہوئے بحث کو مکمل کرنے کے لئے مشہور حدیث غدیر کو نقل کرتے ہیں ۔

مولائے کائنات کی امامت اور حدیث غدیر

پیغمبر اسلام ﷺ 10 ھمیں مکہ کی طرف حج کے قصد سے گئے یہ پیغمبر ﷺ کا آخری حج تھا لہٰذا تاریخ میں اسے حجۃ الوداع بھی کہتے ہیں اس سفر میں پیغمبر کے ساتھ ایک لاکھ بیس ہزار صحابی تھے مدینہ کی طرف واپسی پر 18 ذی الحجہ کو غدیر خم (مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ ہے) میں جبرئیل نازل ہوئے اور راس آیت کو پیش کیا (يَاأَيُّهاالرَّسُولُ بَلِّغْ مَاأُنزِلَ اِلیک مِنْ رَبّک وَاِنْ لَمْ تَفعَل فَمَا بَلَّغتَ رِسَالَتهُ وَاللّهُ يَعصِمُک مِنَ النَّاس اِنَّ اللّه لَا يَهدِی القَومَ الكَافِرِين)

قبل اس کے کہ مسلمان یہاں سے جدا ہوں پیغمبر اسلام ﷺ نے سب کو رکنے کا حکم دیا جو آگے بڑھ گئے تھے انہیں پیچھے بلایا اور جو پیچھے رہ گئے تھے ان کا انتظار کیا بہت گرم اور جھلسا دینے والی ہوا چل رہی تھی مسلمانوں نے نماز ظہر پیغمبر اسلام کی امامت میں ادا کی، نماز کے بعد آنحضرت نے طویل خطبہ پڑھا اور اس کے ضمن میں فرمایا: میں جلد ہی خدا کی دعوت پر لبیک کہنے والا ہوں اور تمہارے درمیان سے چلا جاؤں گا پھر فرمایا: اے لوگوں! میری آواز سن رہے ہو سب نے کہا، ہاں، پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا: یَا أَیُّھاالنَّاس مَن أولَیٰ النّاس بالمؤمنین من أ نفسھم اے لوگو! مومنین کے نفوس پر کون زیادہ حقدار ہے، سب نے ایک آواز ہو کر کہا خدا اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے حضرت نے فرمایا خدا میرا رہبر و مولا ہے اور میں مومنین کا رہبر و مولا ہوں او رمومنین پر ان سے زیادہ میرا حق ہے پھر مولائے کائنات کو ہاتھوں پہ بلند کیا اور فرمایا: "مَنْ کنت مولاہ فعلِّمولاہ" جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علی مولا ہیں اس جملہ کو تین بار دہرایا پھر آسمان کی طرف سر کو بلند کیا اور فرمایا: "اللّٰھمَّ والِ مَن وَالاہ وعاد مَنْ عاداہ وانصر من نصرہ واخذل مَن خذلہ" خدایا! تو اس کو دوست رکھ جو اس (علی) کو دوست رکھے تو اس کی مدد کر جو اس کی مدد کرے تو اس کو رسوا و ذلیل کر جو ان کی عزت نہ کرے

پھر فرمایا : تمام حاضرین غائبین تک یہ خبر پہونچا دیں ابھی مجمع چھٹا نہیں تھا کہ جبرئیل نازل ہوئے اور اس آیت کی پیغمبر پر تلاوت کی : (الیَومَ أکمَلتُ لَکُم دِینَکُم وَأَتمَمتُ عَلَیکُم نِعمَتِ وَرَضِیتُ لَکُمُ الِاسلَامَ دیناً)"آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا ہے اور اپنی نعمتوں کو تم پر تمام کر دیا ہے اور تمہارے دین اسلام سے راضی ہوگیا"۔ [1]

اسی وقت پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا :اللَّهُ أکبرُ اللّٰه أکبرُ علیٰ اِکمال الدِّین واِتمام النّعمة ورِضیٰ الرّب برسالتِیوالولایة لعلیّ مِن بعدیِ اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے دین کو کامل کرنے ، اور اپنی نعمتوں کے تمام کرنے اور میری رسالت پر راضی ہونے ، اور میرے بعد علی کی ولایت پر راضی ہونے پر ، اسی وقت لوگوں کے بیچ ایک خبر گشت کرنے لگی اور تمام لوگ مولائے کائنات کو اس مقام و منزلت پر مبارک بادپیش کرنے لگے یہاں تک عمر نے لوگوں کے درمیان مولائے کائنات سے کہا: "بخٍ بخٍ لَک یابنَ أَبِي طالب أَصبحتَ وأَمسیتَ مولایِ ومولیٰ کُلّ مُؤمن ومؤمنة"مبارک ہو مبارک اے ابو طالب کے بیٹے آپ کی صبح وشام اس حالت میں ہے کہ میرے اور ہر مومن اور مومنہ کے مولا ہیں اس حدیث کو مختلف الفاظ میں کبھی تفصیل کے ساتھ کبھی اختصار سے بے شمار علماء اسلام نے نقل کیا ہے اس حد تک کہ کسی کو بھی اس کے صادر ہونے پر شک نہیں ہے مرحوم بحرانی

---

(1)سورہ مائدہ آیۃ:3

نے اپنی کتاب غایۃ المرام میں اس حدیث کو 89 سند کے ساتھ اہل سنت سے اور43 سند کے ساتھ شیعہ سے نقل کیا ہے اوراس سلسلہ میں بہترین کتاب جو لکھی گئی ہے وہ "الغدیر" ہے جسے علامہ امینی نے بے انتہا زحمتوں کے بعد لباس وجود عطا کیا ہے ۔

لفظ مولا کے معنی پر اعتراض اور اس کا جواب

جب بعض نے یہ دیکھا کہ حدیث کی سند انکار کے قابل نہیں تو لفظ مولا کے معنی میں شک ایجاد کیا اور کہنے لگے کہ یہ دوست کے معنی میں ہے ۔

جواب :

دس دلیلوں کی بنا پر لفظ مولی صرف ولایت ورہبری کے معنی میں ہے اور دوست کے معنی ہر گز نہیںہو سکتے ۔

1۔ خود پیغمبر اسلام نے علی کے تعارف سے قبل فرمایا :"مَنۡ أَولیٰ النّاس بالمؤمنین مِن أنفسھم" اور پھر یہ جملہ "من کنت مولاہ فعلی مولاہ"' فرمایا توپھر جس طرح پہلا جملہ ولایت کے لئے ہے ، دوسرے کو بھی اسی طرح ہونا ضروری ہے تاکہ دونو ں جملہ میں ربط باقی رہے ۔

2۔ آیۃ تبلیغ جو مولائے کائنات کو پہنچوانے سے قبل نازل ہوئی پیغمبر سے خطاب کرکے فرمایا : اگر آپ نے یہ نہ کیاتوگویا اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا، کیا اگر پیغمبر ﷺ علی سے دوستی کا اعلان نہیں کرتے تو رسالت ناقص رہتی ؟ جبکہ متعدد بار رسول اسلام حضرت علی سے بے انتہا محبت اور دوستی کا اظہار کر چکے تھے یہ کوئی نئی بات نہیں تھی ۔

3۔ کیا یہ بات معقول ہے کہ وہ پیغمبر جسے "مَایَنطِقُ عن الھَوی ۛ "کا خطاب ملا ہو اس سخت گرمی میں ہزاروں لوگوں کو روک کر کہے :اے لوگوں جس کا میں دوست ہوں علی بھی اس کے دوست ہیں۔ ؟

4۔ جو آیتیں علی کے تعارف کے بعد نازل ہوئیں ہیں جیسے الیوم ... آج دین کامل ہوگیا نعمتیں تم پر تمام کردیں اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسندیدہ بنادیا۔[1] دوسری آیت (الیَومَ یَئِس الّذین کَفَرُوا) .....اور کفار تمہارے دین سے مایوس ہوگئے[2] یہ تمام چیزیں کیا اس بناپر تھیں کہ پیغمبر نے علی کو دوست بنایا تھا۔ ؟

5۔ وہ تمام خوشیاں اور حتی عمر کی مبارکبادی صرف پیغمبر اور علی کی دوستی کی وجہ سے تھی کیا یہ کوئی نئی بات تھی۔ ؟

6۔پیغمبر اسلام اورائمہ معصومین نےیوم غدیر کو مسلمانوں کے لئے سب سے بڑی عید قرار دیا ہے تاکہ ہر سال یہ واقعہ زندہ رہے کیا صرف دوستی کااعلان کرنا ان تمام چیزوں کا باعث بنا کہ اسے سب سے بڑی عید قرار دے دیا جائے ۔؟

7 ۔تعارف کرانے سے پہلے آیت آئی ("واللہ یَعصِمُک مِنْ النَّاسِ) "کیا پیغمبر اسلام علی سے دوستی کا اعلا ن کرنے سے ڈر رہے تھے کہ خدا کو کہنا پڑا کہ خدا آپ کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے گا یاامامت اورجانشینی کااہم مسئلہ تھا۔ ؟

8۔ شعراء اور ادیبوں نے اس وقت سے لے کر آج تک جو اشعار غدیر کے سلسلہ میں کہے ہیں ان سب نے خطبہ غدیر کو ولایت اور امامت مولائے کائنات

---

(1) سورہ مائدہ آیۃ3

(2) سورہ مائدہ آیۃ3

سے مرتبط مانا ہے اور مولائے کائنات کی جانشینی کو بیان کیا ہے ان اشعار کا تذکرہ علامہ امینی نے اپنی کتاب الغدیر کی پہلی جلد میں کیا ہے۔ ؟

9۔ مولائے کائنات اور دوسرے ائمہ معصومین نے بہت سی جگہوں پر حدیث غدیر کے ذریعہ اپنی امامت ثابت کی ہے اور سب نے ان کے کلام سے ولایت ورہبری کو جانا، قائل ہوئے اور قبول کیا۔

10۔ مرحوم علامہ امینی نے الغدیر کی پہلی جلد کے ص 214 پر اہل سنت کے مشہور مفسر ومورخ محمد جریر طبری سے نقل کیا ہے کہ پیغمبر اسلام نے آیت تبلیغ کے نازل ہونے کے بعد فرمایا: کہ جبرئیل خدا کی طرف سے حکم لائے ہیں کہ اس جگہ رک کر سبھی اورسب کالے اور گورے کو بتادیں کہ: علی ابن ابی طالب میرے بعد میرے بھائی میرے وصی و جانشین اورامام ہیں۔

سوالات

1۔ آیہ تبلیغ مولائے کائنات کی امامت پر کیوں کر دلالت کرتی ہے ؟

2۔ حدیث مقدس غدیر کا خلاصہ بیان کریں ؟

3۔ کیوں لفظ مولا حدیث غدیر میں صرف ولایت اور رہبری کیلئے آیا ہے ؟

اٹھائیسواں سبق

حضرت مہدی ں (قسم اول)

امامت کی بحث کے بعد، امام زمانہ کے سلسلہ میں اب مختصر سی بحث ضروری ہے کچھ روایتیں جواہل سنت کے یہاں پائی جاتی ہیں پہلے ان کاذکر کرتے ہیں تاکہ وہ روایتیںان کے لئے دلیل بن سکیں ۔

قال رسول اللہ :یخرجُ فی آخرالزمان رجل من ولدیِ اسمه کاسمیِ وکنیته ککنیتیِ یملأ الأرض عدلًا کما ملئت جوراً فذلکَ ھوالمھدی ِ:آخر زمانے میں ہماری نسل سے ایک ایسا شخص قیام کرے گا جس کا نام میرے نام پر ہو گا اور جس کی کنیت میری کنیت ہوگی، اوروہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی اوروہی مہدی علیہ السلام ہیں۔ (1)

قال النبی صلی اللہ علیه وآله:"لولم یبق من الدھر اِلّا یوم لبعث اللہ رجلاً مِن اھل بیتی یملأھا عدلاً کما مُلئت جَوراً" اگر اس دنیا کے ختم ہونے میں ایک دن بھی باقی رہے گا تو اس دن بھی خدا وند عالم میرے اہل بیت سے ایک شخص کو مبعوث کرے گا تاکہ دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے جس

---

(1) التذکرہ ص204 ۔ منھاج السنہ ص 211۔

طرح ظلم وجور سے بھری ہوئی ہوگی ۔[1]

قال رسول اللہ : "لا تذھب الدّنیا حتی یقوم مِن أمتیِ رجل من ولد الحُسین یملأ الأَرض عدلاً کما مُلئت ظلماً

"اس دنیا کا اختتام اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک کہ ہماری امت سے ایک شخص قیام نہ کرے جو نسل امام حسین سے ہو گا وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و ستم سے بھری ہوئی ہوگی ۔[2]

شیعہ مصنفین نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں جن میں بے شمار روایتیں حضرت مہدی کے حوالے سے نقل کی ہیں ۔ لیکن مطلب روشن ہونے کی خاطر انہیں نقل کرنے کی ضرورت نہیں ہے ۔

حضرت مہدی ں کی مخفی ولادت

حضرت حجت بن الحسن المہدی کی ولادت پندرہ شعبان 255ھ کو ہوئی ماں کا نام نرجس اورباپ کا نام امام حسن عسکری ہے ۔ مخفی ولادت کا سبب یہ تھا کہ امام کی ولادت ایسے زمانے میں ہوئی جب عباسی دور خلافت کے ظالم وجابر اسلامی حکمران ملکوں پر قابض تھے وہ بہت سی حدیثوں کے ذریعہ جانتے تھے کہ امام حسن عسکری کے یہاں ایک بچہ پیدا ہوگا جو ظالم اور ستمگر حکومتوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے گا لہٰذا وہ اس تاک میں تھے کہ قائم آل محمد کی ہر نشانی کو مٹادیں، اسی لئے متوکل عباسی نے 235ھ ق میں حکم دیا کہ حضرت ہادی اور ان کے رشتہ داروں کو مدینہ سے سامرہ

---

(1)ینابیع المودۃ ،ج3،ص89 سنن سجستانی ،ج 4 ص 151 مسند ، ج 1 ص 99 نور الابصار ، ص229

(2) مودۃ القربی ،ص96 ینابیع المودۃ ص 455

(حکومت کے پایہ تخت) میں لایا جائے اور عسکر نامی محلے میں مستقر کر کے ان پر کڑی نظر رکھی جائے معتمد عباسی امام حسن عسکری کے اس نومولد فرزند کا شدت سے انتظار کر رہا تھا اور اس نے اپنے جواسیس اور دائیوں کو اس امر کے لئے معین کر دیا تھا تاکہ علویوں کے گھروں خاص کر امام حسن عسکری کے گھر کا وقتا فوقتا معاینہ کریں اور اگر کوئی بچہ ملے جس پر منجی بشریت کا گمان ہو تو اسے فوراً قتل کر دیا جائے اسی لئے احادیث معصومین میں امام زمانہ کی مخفی ولادت کو جناب موسی کی ولادت سے تشبیہ دی گئی ہے اور اسی خاطر ان کی ماں کا حمل، موسی کی ماں کی طرح ظاہر نہیں ہوا اور کسی کو علم نہیں تھا، حتیٰ حکیمہ خاتون (امام حسن عسکری کی پھوپھی) کو بھی علم نہیں تھا جب نیمہ شعبان کی رات امام نے ان سے کہا، آج رات یہیں ٹھہریں (چونکہ آج وہ بچہ آنے والا ہے جس کا وعدہ کیا گیا ہے) تو انھوں نے تعجب کیا، کیونکہ نرجس خاتون میں حمل کے کوئی آثار نظر نہیں آرہے تھے جب امام زمانہ کی ولادت ہوئی تو ان کے والد انہیں لوگوں کی نظروں سے چھپا کے رکھتے تھے، صرف اپنے مخصوص اصحاب کو انکی زیارت کرائی۔

شیخ صدوق اپنی کتاب اکمال الدین میں احمد بن حسن قمی سے روایت نقل کرتے ہیں کہ امام حسن عسکری کے یہاں سے ایک خط ہمارے دادا (احمد بن اسحق) کے پاس آیا، جس میں لکھا تھا: ہمارے یہاں بچہ پیدا ہوا ہے لیکن یہ خبر لوگوں سے چھپی رہے کیونکہ اس بات سے ہم صرف اپنے اصحاب اور قریبی رشتہ داروں کو ہی مطلع کر رہے ہیں۔

امام زمانہ کی خصوصیت

1۔ امام زمانہ کا نور ائمہ کے نور کے درمیان اس ستارہ کی مانند ہو گا جو کواکب کے درمیان درخشاں ہوتا ہے۔

2۔ شجرہ شرافت ،پدر کے ذریعہ ائمہ علیہم السلام اور پیغمبر اکرم ﷺ تک اور ماں کے ذریعہ قیصر روم اور شمعون الصفا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وصی سے ملتا ہے۔

3۔ ولادت کے روز امام زمانہ کو عرش لے جایا گیا اور خدا کی جانب سے آواز آئی، مرحبا اے میرے خاص بندے، میرے دین کی مدد کرنے والے، میرے حکم کو جاری کرنے والے، اور میرے بندوں کی ہدایت کرنے والے۔

4۔ نام اور کنیت رسول ﷺ کے نام اور کنیت پر ہے۔

5۔ وصی کا سلسلہ امام زمانہ پر ختم ہے ،جس طرح پیغمبر اسلام خاتم الانبیاء ہیں اسی طرح امام زمانہ خاتم الا وصیاء ہیں۔

6۔ ابتدائے ولادت سے ہی روح القدس کے سپرد ہیں، مقدس فضا اور عالم انوار میں تربیت ہوئی اٹھنا بیٹھنا مقدس ارواح اور بلند ترین لوگوں کے ساتھ ہے۔

7۔ کسی ظالم وجابر کی بیعت نہ کی تھی، نہ کی ہے اور نہ کریں گے۔

8۔ امام زمانہ کے ظہور کی عجیب وغریب ،زمینی اور آسمانی نشانیاں ظاہر ہوں گی ،جو کسی حجت کے لئے نہیں تھیں۔

9۔ ظہور کے قریب آسمان سے ایک منادی آپ کے اسم گرامی کو پکارے گا۔

10 ۔ وہ قرآن جو امیرالمومنین نے پیغمبر کے انتقال کے بعد جمع کیا تھا اور محفوظ رکھا تھا وہ امام کے ظہور کے وقت ظاہر ہوگا۔

11۔ عمر کا طولانی ہونا یا شب و روز کی گردش سے آنجناب کے مزاج یا اعضاء وجوارح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ اور جب سرکار کا ظہور ہوگا تو آپ ایک چالیس سالہ جوان کی مانند نظر آئیں گے۔

12۔ ظہور کے وقت زمین اپنے تمام خزانے اور ذخیرے کو اگل دے گی۔

13 ۔ لوگوں کی عقل سرکار کے وجود کی برکت سے کامل ہوجائے گی ، اور آپ لوگوں کے سروں پر ہاتھ پھیریں گے جس سے لوگو نکے دل کا کینہ وحسد ختم ہوجائے گا اور لوگوں کے دل علم سے لبریز ہوں گے ۔

14۔ آپ کے اصحاب کی عمر کافی طولانی ہوگی ۔

15۔مرض ،بلاء ، مصیبت، کمزوری، غصہ، یہ تمام چیزیں آپ کے اصحاب کے جسم سے ختم ہوجائے گی اور ان کے اصحاب میں ہر ایک کی طاقت چالیس جوان کے برابر ہوگی ۔

16۔آپ کی حکمرانی اور سلطنت مشرق سے مغرب تک پوری دنیا پر ہوگی ۔

17۔پوری دنیا عدل وانصاف سے بھر جائے گی ۔

18۔بعض مردے زندہ ہوکر آپ کے ساتھ ہوجائیں گے منجملہ 27افراد اصحاب موسی سے اور 7 آدمی اصحاب کہف سے ۔یوشع بن نون ، سلمان ، ابوذر، مقداد مالک اشتریہ لوگ تمام شہروں میں حاکم ہوں گے ۔ اور جو بھی چالیس صبح دعائے عہد پڑھے گا اس کا شمار امام کے ساتھیوں میں ہوگا اوراگر حضرت کے ظہور سے پہلے انتقال کرگیا تو خداوند عالم اسے زندہ کرے گا تاکہ امام کی خدمت میں حاضری دی سکے۔

19۔ وہ تمام الٰہی احکام جو ابھی تک نافذ نہیں ہو سکے نافذ ہوں گے۔

20۔ علم کے تمام 27 حروف ظاہر ہوجائینگے۔ اور امام کے ظہور تک صرف دو حرف ظاہر ہوئے ہونگے۔

21۔ کفار و مشرکین سے تقیہ کا حکم، آپ کے زمانہ میں ہٹا لیا جائے گا۔

22۔ کسی سے گواہی یا دلیل نہیں مانگی جائے گی، امام خود حضرت داود کی طرح اپنے علم امامت سے فیصلہ کریں گے۔

23۔ بارش، درخت، ہریالی، میوہ جات اور دوسری نعمتیں بے شمار ہوں گی۔

24۔ آپ کی مدد کے لئے جناب عیسی آسمان سے اتریں گے اور آپ کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

25۔ ظالموں کی حکومت اور جابروں کی سلطنت کا خاتمہ ہوجائے گا۔

لِکلِّ أُناس دولة یرقبونھا
ودولتنا فی آخر الدَّھر تظھر

روایت میں ہے کہ امام صادق ہمیشہ اس شعر کو زمزمہ کیا کرتے تھے۔

ترجمہ: (تمام لوگوں کے لئے ہر زمانہ میں حکومت ہے جس پر وہ نظر جمائے ہیں اور ہماری حکومت آخری زمانہ میں ہوگی) امام زمانہ کی حکومت آنے پر تمام ائمہ معصومین رجعت فرمائیں گے۔ [1]

---

(1) یہ ان خصوصیات کا خلاصہ ہے جنہیں محدث قمی نے منتھی الاما ل میں نقل کیا ہے۔

سوالات

1۔پیغمبر اسلام ﷺ سے ایسی روایت بیان کریں جو آپ کے ظہور اور آفاقی عدالت پر دلالت کرتی ہے ؟

2۔ امام زمانہ کی ولادت مخفی کیوں تھی ؟

3۔ امام زمانہ کی خصوصیات بطور خلاصہ بیان کریں ؟

امام زمانہ کے شکل وشمائل (دوسری فصل)

روایت میں ہے کہ امام زمانہ رسول اللہ سے بہت زیادہ مشابہ ہوں گے اور آپ کے شکل وشمائل کے حوالے سے جو کچھ تاریخ میں درج ہے وہ یہ ہیں۔

1۔ سفیدی وسرخی کا سنگم نورانی چہرہ۔

2۔ رخسار مبارک گندمی لیکن شب زندہ داری کے باعث زردی مائل۔

3۔ کشادہ اور تابناک پیشانی۔

4۔ بھویں آپس میں متصل اور ناک ستواں۔

5۔ دلکش چہرہ۔

6۔ ریش مبارک اور سر کے بالوں کی سیاہی پر رخ زیبا کا نور غالب ہوگا۔

7۔ داہنے رخسار پر ایک تل ہوگا۔

8۔ سامنے کے دندان مبارک میں (رسول خدا کی مانند) شگاف ہوگا (جو حسن کو دوبالا کردے گا)۔

9۔ آنکھیں سیاہ وسرمئی اور سر پر ایک نشان ہوگا۔

10۔ بھرے اور کشادہ شانے۔

11۔ روایت میں ہے کہ "المھدِ طاووس اَھلَ الجَنَّۃِ وجھہ کالقمر الدری علیہ جلابیب النور" امام زمانہ اہل بہشت کے لئے طائووس (مور) کی طرح ہیں آپ کا چہرہ چاند کی طرح منور اور جسم پر نورانی لباس ہوگا۔

12۔ نہ دراز نہ پستہ بلکہ میانہ قد ہونگے۔

13۔ قدوقامت ایسا اعتدال وتناسب کے سانچہ میں ڈھلا ہوگا کہ چشم عالم نے اب تک نہ دیکھا ہوگا۔"صلی اللہ علیہ وعلی آبائہ الطاہرین"

امام زمانہ کی غیبت صغریٰ

غیبت صغریٰ کا آغاز آپ کے پدر بزگوار کی شہادت اور ان پر نماز پڑھنے کے بعد ہوا۔ اس غیبت میں امام زمانہ نے اپنے لئے خصوصی نائب چنے جن کے ذریعہ شیعوں کی ضروریات اور ان کے سوالات کا جواب دیتے تھے کچھ دن تک چار نمایندے ایک کے بعد ایک آپ کا حکم اور جواب لے کر شیعوں تک پہنچاتے تھے۔

امام کے پہلے نائب خاص: ابو عمر عثمان بن سعید العمری الاسدی تھے جن کی نیابت 260ھ سے شروع ہو کر 280ھ پر ختم ہو گئی۔

دوسرے نائب: ان کے بیٹے محمد بن عثمان العمری تھے جو باپ کے انتقال کے بعد 280ھ سے 205ھ تک نائب تھے۔

تیسرے نائب: ابو القاسم الحسین بن روح نو بختی جن کی نیابت 305ھ سے لے کر 326ھ تک تھی۔

چوتھے نائب: ابو الحسن علی بن محمد سمری 326ھ سے لے کر 329ھ تک تھے اور اسی سال 15 شعبان کو انتقال کر گئے۔

ان حضرات کے نیابت کی جگہ بغداد تھی اور یہ سب بغداد میں ہی مدفون ہیں اس کے بعد غیبت کبریٰ کا آغاز ہو جاتا ہے۔

امام زمانہ کی غیبت کبریٰ

امام زمانہ کی غیبت کبری علی بن محمد سمری کے انتقال سے چھ دن قبل امام زمانہ کی جانب سے توقیع شریف جاری ہوئی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا عليِّ بن محمّد ا لسّمری أعظم الله أجر اخوانک فیک فإنّک میت ما بینک وبین ستة أیام فاجمع أمرک ولا توص اِلیٰ أحد فیقوم مقامک بعد وفاتک فقد وقعت الغیبة التامة فلا ظهور اِلاّ بعد اِذن الله تعالیٰ ذکره و ذلک بعد طول الأمد وقسوة القلوب وامتلاء الأرض جوراً وسیاتی من شیعتيِ مَن یدعيِ المشاهدة الا فمن ادعیٰ المشاهدة قبل خروج السّفیانيِ والصیحة فهوکذّاب مفترّ ولا حول ولا قوة اِلّا بالله العَلِی العظیم.

اے علی بن محمد سمری! "خدا تمہاری موت پر تمہارے بھائیوں کو صبر اور اجر عظیم عطا کرے اب سے چھ دن کے اندر تمہارا انتقال ہوجائے گا، لہذا اب تم اپنے امور کو مرتب کرلو اور آئندہ کے لئے کسی کو اپنا وصی مقرر نہ کرنا، جو تمہارے انتقال کے بعد تمہارا جانشین قرار پائے کیونکہ اب غیبت تامہ (کبری) کا سلسلہ شروع ہو رہا ہے اور اب اس وقت ظہور ہوگا جب خدا کا حکم ہو گا اور یہ ایک طویل مدت اور دلوں کے سخت ہوجانے اور زمین کے ظلم سے بھر جانے کے بعد ہی ہو گا۔ آئندہ زمانے میں ہمارے شیعوں میں سے بعض اس بات کا دعوی کریں گے کہ ہم نے امام زمانہ کو دیکھا ہے لیکن جو شخص سفیانی کے خروج اور آسمانی آواز سے پہلے مجھے دیکھنے کا دعوی کرے وہ جھوٹا اور افترا پرداز ہے اور کوئی طاقت وقوت نہیں سوائے بلند و عظیم خدا کے"۔ (1)

لہذا اب لوگ غیبت کبری میں علماء مجتہدین کی طرف رجوع کریں جیسا کہ خود امام زمانہ نے اسحاق بن یعقوب کے مسئلہ کے جواب میں جو محمد بن عثمان بن سعید سمری کے ذریعہ امام تک پہنچا تھا۔ آپ نے فرمایا: "وأمّا الحوادث الواقعة فارجعوا فيهااِلیٰ رواة أحَاديثنا فإنّهُم حُجَّتِي عليكم وأنا حُجّة اللهِ عليهم" اب اگر کوئی نیا مسئلہ درپیش ہوجائے تو اس میں راویان حدیث کی جانب رجوع کرنا کیونکہ یہ ہماری طرف سے تم پر حجت ہیں اور ہم خدا کی طرف سے ان کے لئے حجت ہیں۔

"اللّٰهمَّ عَجّل فَرَجه واجعلنا من أعوانه وأنصاره" (آمین) (2)

---

(1) منتھی الامال نقل از شیخ طوسی وصدوق۔ (2) بحث امامت کی تدوین و ترتیب میں حسب ذیل کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے؛ بحار الانوار، حق الیقین مرحوم مجلسی؛ اثبات الھدی، شیخ الحر عاملی؛ المراجعات شرف الدین، بررسی مسائل کلی امامت ابراہیم امینی اصول اعتقادرا این گونہ تدریس کنیم، امامی، آشتیانی، حسنی) کتابھا، عقائد آقایان مکارم شیرازی، سبحانی استادی ری شہری، قرأتی کلمۃ الطیب، مرحوم طیب۔

سوالات

1۔ امام زمانہ کے شمائل کو مختصر طور پر بیان کریں ؟

2۔ غیبت صغری کسے کہتے ہیں اور یہ کب تک جاری رہی ؟

3۔نواب اربعہ کے نام بتائیں ؟

انتیسواں سبق

ولایت فقیہ

عربی میں ولایت کے دو معنی بیان کئے گئے ہیں 1۔رہبری اور حکومت 2۔ سلطنت [1]جب ولایت کسی فقیہ کے لئے استعمال ہو تو اس کے معنی معاشرہ کی راہنمائی اور ان کی رہبری ہے اگر اسلام کے سیاسی نظام کی شرح کی جائے اور اس کے سیاسی پہلوئوں کو اجاگر کیاجائے تو اس صورت میں ولایت فقیہ غیبت امام زمان میں اس مذہب کا ایک اہم رکن ہوگا ۔

اہل تشیع کے نزدیک عصر غیبت میں ولایت فقیہ ائمہ معصوین کی ولایت کی تکمیل واستمرار ہے جس طرح ائمہ کی امامت رسول کی ولایت کا دوام ہے اس عقیدہ کا اصل مقصد یہ ہے کہ اسلامی حکومت کی کلید باگ ڈور سنبھالنے کے لئے ایک صدر مقام ہو اور وہ ایک ایسے شخص کے ہاتھوں میں ہوجو اسلام کی صحیح شناخت رکھتا ہو اگر عصر معصوم ہے تو خود معصوم اس کی نظارت فرمائیں اور ان کی عدم موجودگی میں فقیہ جامع الشرائط اس عہدہ کو ذمہ دار ہو گا۔چونکہ اسلام کی نظرمیں حکومت کا اصل کام ضروریات اسلام اوراحکام اسلامی کو لوگوں کے درمیان نافذ کرنا ہے۔اور اس مقصد تک پہنچنے کے لئے ضروری ہے کہ حکم کوقطعی اور حتمی صورت دینے والا شخص دین کی مکمل شناخت رکھتاہو ۔

---

(1) قاموس المحیط ص،1732 مصباح المنیر ج،2 ص 396 تاج العروس ج،10 ص 398 ۔

ولایت فقیہ پر دلیل

ولایت فقیہ پر عقلی دلیل

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر سماج اور ہر حکومت کے لئے رہبر کا ہونا ضروری ہے، اگر کسی سماج میں اسلامی حکومت وسلطنت ہو تو عقل کا تقاضا ہے کہ اس حکومت کی باگ ڈور ایسے ہاتھ میں ہو جو احکام وقوانین اسلامی کو مکمل طور سے جانتا ہو، اب اگر امام معصوم لوگوں کے درمیان ہے تو وہ اس منصب کا حقیقی حقدار ہے ۔

لیکن زمانہ غیبت میں معاشرہ کی رہبریت کی صلاحیت رکھنے والا فقیہ عادل اس مقام کا مستحق ہے۔دوسرے لفظوںمیں یوں کہاجائے کہ اسلامی قوانین اوراحکام اسلامی کوجاری کرنے والے کے لئے تین شرطوں کاہونا ضروری ہے ۔

1۔"بہترین قانون شناس ہو" 2۔" قوانین اسلام کابہترین مفسر ہو"

3۔"قوانین اسلام کا بہترین عالم اور نافذ کرنے والاہو اور کسی قسم کے اغراض ومقاصد کے تحت مخالفت کاقصدنہ رکھتا ہو"۔

اس خصوصیت کا حامل اس زمانہ غیبت میں ولی فقیہ ہے ۔

ولایت فقیہ :یعنی ایسے اسلام شناس عادل کی طرف رجوع کرناجو سب سے زیادہ امام معصوم سے قریب ہو ۔

دلیل نقلی:

ولایت فقیہ کے اثبات کے لئے بہت ساری روایتیں پائی جاتی ہیں جن میں بعض کی جانب اشارہ کرتے ہیں ۔

1۔ توقیع شریف جیساکہ صدوق نے اسحاق بن یعقوب سے نقل کیاہے کہ امام زمانہ نے ان کے سوال کے جواب میں جوخط لکھا تھا وہ یہ حکم تھا۔

"وأمّا الحوادث الواقعة فارجعوا فيها اِلیٰ رواة أحَادیثنا فأِنّھُم حُجَّتِی علیکم وأنا حُجّة اللہِ علیھم"اگر کوئی مسئلہ درپیش ہوتو ہمارے راویان حدیث کی طرف رجوع کریں کیونکہ وہ ہماری طرف سے تم پر حجت ہیں اور ہم اللہ کی طرف سے ان پر حجت ہیں۔[1] مرحوم شیخ طوسی نے بھی کتاب "الغیبۃ" میں اس حدیث کونقل کیا ہے فقط "اَنَا حُجّۃُ اللہِ علیھم"کی جگہ" اناحجۃ اللہ علیکم" کالفظ استعمال کیاہے کہ (میں تم پر حجت خداہوں)اس حدیث سے اس طرح استدلال کیاجائیگاکہ اس حدیث میں امام زمانہ نے دوجملوں"فأِنّھُم حُجَّتِی علیکم وأنا حُجّة اللہِ" اس طرح بیان فرمایا جو بالکل روشن ہے راویان حدیث جویہی فقہاء ہیں ان کا حکم امام کے حکم کے مانند ہے یعنی فقہاء لوگوں کے درمیان امام کے نائب ہیں۔

2۔وہ حدیث جو امام صادق سے نقل ہوئی ہے اور مقبولہ محمد بن حنظلہ کے نام سے مشہور ہے"مَنْ کا ن منکم قَد روَیٰ حدیثنا ونظر فيِ حلالنا وحرامنا وعرف أحکامنا فلیرضوا بہ حکماً فاِنّی قد جعلتہ علیکم

---

(1)اکمال الدین صدوق ج،2ص 483

حاکماً فإذا حَکم بحکمنا فلم یقبله منه فانما استخف بحکم الله وعلینا ردّ والرّاد علینا کالرّاد علیٰ الله وهو علیٰ حدّ الشِّرک باللهِ"[1]

تم میں جو بھی ہماری حدیثیں بیان کرے اور جو ہمارے حلال وحرام میں صاحب نظر ہو اور ہمارے احکام کو صحیح طریقہ سے جانتا ہو اس کی حاکمیت سے راضی ہو کیونکہ ہم نے ان کو تم سب پر حاکم قرار دیا ہے اگر انھوں نے ہمارے حکم کے مطابق حکم کیا اور قبول نہیں کیا گیا تو حکم خدا کو ہلکا سمجھنا ہے اور ہمارے قول کی تردید ہے اور ہماری تردید حکم خدا کی تردید ہے اور یہ شرک کے برابر ہے ۔آج کی اصطلاح میں فقیہ اس شخص کو کہتے ہیں جو حدیث کی روشنی میں حلال وحرام کو درک کرسکے ۔اس حدیث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جب امام معصوم کی موجودگی میں امام تک پہنچنا ممکن نہ ہو اور امام معصوم کی حکومت نہ ہو تو ایسی صورت میں لوگوں کاکام فقیہ جامع الشرائط کی طرف رجوع کرنا ہے اس زمانہ غیبت امام میں جبکہ کوئی امام موجود نہیں ہے تو لوگوں کی یہی ذمہ داری ہوتی ہے کہ فقیہ جامع الشرائط کی طرف رجوع کریں ۔

3۔ شیخ صدوق امیر المومنین ؑسے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول خدا نے فرمایا:"اللّٰهمَّ ارحم خُلفاءِ الّذین یأ تون مِن بعدِي یرون حدیثي وسنتي" [2]خدایا!ہمارے خلفاء پر رحم فرما آپ سے پوچھا گیا آپ کے جانشین کون ہیں ؟تو آپ نے فرمایا جو ہمارے بعد آئیں گے اورہماری سنت واحادیث کو نقل کریں گے ۔اس حدیث سے ولایت فقیہ کے اثبات میں دو نکتہ پر غور کرنا ضروری ہے ۔

---

(1) اصول کافی ج1، ص67(2) من لا یحضرہ الفقیہ ج،4ص 420 وسائل الشیعہ ج ،18 ص 65

الف) رسول اسلام تین چیزوں کے لئے مبعوث کئے گئے تھے۔

1۔ آیات الٰہی کی تبلیغ احکام شرعی کی توضیح وتفسیر اور لوگوں کی ہدایت کے لئے۔

2۔ اختلافات اور تنازع کے وقت قضاوت کے لئے۔

3۔ حکومت اسلامی کی تشکیل اور اس کی حسن تدبیر یعنی ولایت کے لئے۔

ب) جو رسول کے بعد آئیں گے اور ان کی سنت واحادیث کو بیان کریں گے ان سے مراد فقہاء ہیں ۔راویان ومحدثین مراد نہیں ہیں کیونکہ راویان حدیث فقط حدیث نقل کرتے ہیںؓاور ان کو اس بات کا علم نہیں ہوتا کہ یہ حدیث یا سنت خود رسول اکرم ﷺ کی ہے بھی یا نہیں ؟کون سی حدیث میں تعارض (ٹکرائو) ہے اور کون سی مخصصؐ ہے ان تمام چیزوں کو وہی جانتا ہے جو مقام اجتہاد اور درجہ فقہاہت تک پہنچ چکا ہوتا ہے ان دو نکتوں کی جانب توجہ کرنے کے بعد اس حدیث سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ فقہا پیغمبر ﷺ کے جانشین ہیں اور وہ تمام چیزیں جو پیغمبر اسلام ﷺ کے لئے تھیں (جیسے تبلیغ دین ، فیصلہ، حکومت وولایت) ان کے لئے بھی ہیں ۔

ولی فقیہ کے شرائط

1۔ اجتہاد وفقاہت: دینی و اسلامی حکومت میں سماج ومعاشرہ کی زمامداری اسلامی قوانین کی بناء پر ہوتی ہے لہٰذا جو شخص اس منزل و مقام پر ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ اسلامی قانون کو اچھی طرح جانتا ہو تاکہ معاشرہ کی رہبری کے وقت اس کے قانون کی مخالفت نہ ہو۔ اور ان قوانین کا علم اجتہادی منزل میں ہونا چاہیئے۔

2۔ عدالت وتقوی: اگر عالم وفقیہ عدالت وتقوی سے دور ہوگا تو اقتدار ومسند نشینی اس کو تباہ کردے گی بلکہ اس بات کا امکان ہے کہ ذاتی یا خاندانی منفعت کو سماجی وملی منفعت پر مقدّم کردے۔ ولی فقیہ کے لئے پرہیزگاری، امانتداری، اور عدالت شرط ہے تاکہ لوگ اعتماد اور اطمینان کے ساتھ مسند ولایت اس کے حوالے کردیں۔

3۔ سماجی مصلحت کی شناخت اور اس کی درجہ بندی: یعنی مدیر ومدبر ہو۔ قال علی :"أَيُّها النّاس اِنَّ أحقّ النَّاس بهذا الأمر أقواهم عليه وأعلمهم بأمرِ الله فيه"[1] اے لوگو! حکومت کا مستحق وہ شخص ہے جو تم میں سب سے زیادہ شجاع ہو اور احکام الٰہیہ کا تم میں سب سے زیادہ جاننے والا ہو۔ [2]

---

(1) نہج البلاغہ خطبہ 173(2) ولایت فقیہ کی بحث کو مصباح یزدی ہادوی تہرانی ، کی بحثوں سے اقتباس کیا ہے۔

سوالات

1۔ ولایت عربی لغت میں کن معنوں میں مستعمل ہوا ہے اور ولایت فقیہ سے مراد کون ہیں؟

2۔ ولایت فقیہ کے لئے عقلی دلیل بیان کریں ؟

3۔ امام زمانہ کی توقیع مقدس جو فقہاء کے طرف رجوع کے سلسلہ میں ہے بیان کریں ؟

4۔ مقبولہ عمر وبن حنظلہ سے کس طرح استدلال کیا جائے گا ؟

5۔ حدیث "اللّٰھم اِرحم خلفائی" میں ولی فقیہ کا امتیاز کیا ہے ؟

6۔ولی فقیہ کے شرائط کیا ہیں ؟

تیسواں سبق

معاد

توحید کے بعد اعتقادی امور میں قیامت سے اہم کوئی مسئلہ نہیں ہے، قرآن میں تقریبا بارہ سو آیتیں صرف معاد کے لئے ہیں ،اس طرح تقریبا ہر صفحہ پر معاد کا تذکرہ ہے اور تیس مقامات پر خداپر ایمان کے بعد اس دوسری دنیا پر ایمان کا تذکرہ ہے جیسے"و یؤمنون باللہ َوالیوم الاخر" خدا اوراس کی حکمت وعدالت اور قدرت پر ایمان ،معاد کے ایمان کے بغیر ناممکن ہے ۔

اعتقاد معاد کے آثار

1۔ معاد پر ایمان و اعتقاد انسانی زندگی کو ایک مفہوم عطا کرتا ہے اوراس دنیا کی کھوکھلی زندگی سے رہائی دلاتا ہے ۔2۔ معاد کا عقیدہ انسان کو کمال کے راستے پر گامزن کرتا ہے اوراسے ادھر ادھر حیران وسرگردان ہونے سے بچاتا ہے۔ 3۔ معاد پر ایمان تمام احکام الٰہی کے اجراء کی ضمانت ،حقدار کو ان کا حق ملنے کا سبب اور انسان کو مشکلات سے مقابلہ کرنے کا حوصلہ دیتا ہے ۔4۔ معاد پر ایمان کا اصلی مقصد پاکیزگی نفس ،احکام شرعی پر عمل پیرا ہونا اورایثار وقربانی ہے ۔5۔ معاد کا عقیدہ دنیاداری کے اس جڑکو اکھاڑ پھینکتاہے جس پر خطا ومظالم کی بنیاد ہے اوریہ فعل خود تمام گناہوں سے دوری کا سبب ہے ۔

خلاصہ کلام یہ کہ معاد پر ایمان کے نتیجہ میں انسان کے اعمال میں بہت زیادہ فرق آجاتا ہے او راس کا گہرا اثر پڑتا ہے، کیونکہ انسان کے اعمال کی بازگشت اس کے اعتقاد کی طرف ہوتی ہے دوسرے لفظوں میں یوں سمجھیں کہ ہر انسان کے کردار اوراعتقاد کا رابطہ دوسری دنیا سے براہ راست ہوتا ہے جو بھی معاد پر اعتقاد رکھتا ہے اپنی اوراپنے اعمال کی اصلاح میں حد سے زیادہ سخت اور حساس ہوتا ہے وہ جب بھی کوئی کام کرتا ہے اس کا قطعی نتیجہ اپنی آنکھو سے دیکھ لیتا ہے اسی لئے وہ ہمیشہ اپنے اعمال پر نظر رکھتا ہے ان لوگو ں کے بہ نسبت جو مرنے کے بعد والی زندگی کی طرف توجہ نہیںکرتے، انکی دنیاوی زندگی عبث ،بیکا راور تکراری ہے اگر دنیا کی زندگی کو آخرت پر ایمان رکھے بغیر دیکھیں تو بالکل ویسے ہے جیسے وہ بچہ جو بطن مادر میں ہے اور اس کے لئے یہ دنیا نہ ہو تو وہ ایک تاریک قید خانہ کے سوا کچھ نہیں ہے ۔

درحقیقت اگراس دنیا کا اختتام فقط فنا ونابودی ہے تو کتنا خوفناک اور بھیانک ہےیہاں تک آرام دہ زندگی بھی عبث اور بے فائدہ ہوجائے گی کچھ دن تک سادہ لوح اورنا تجربہ کار پھر ہر طرح سے آمادہ کچھ دن غم وآلام کی زندگی پھر پیری وبڑھاپا اورموت ونابودی یہ سب کیا معنی رکھتا ہے تو پھر کس کے لئے زندہ ہیں ؟صرف کھانے لباس زحمات کامقابلہ کرنے کے لئے ؟

اس تکراری زندگی کو دسیوں سال کھینچنے سے کیا فائدہ؟ کیا واقعاً اتنا وسیع آسمان اور یہ زمین اور یہ حصول علم کی زحمت اور تجربات یہ اساتید اور مربی یہ سب فقط چند دن کی زندگی کے لئے تھے پھر ہمیشہ کے لئے فنا ونابودی ہے اس جگہ قیامت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے لئے زندگی کا عبث وبیکار ہونا قطعی ہوجاتا ہے لیکن جو لوگ معاد پر اعتقاد رکھتے ہیں دنیا کو آخرت کی کھیتی سمجھتے ہیں اس کسان کی مانند ہے جو فصل اس لئے اگاتا ہے کہ اس سے ایک مدت تک بلکہ ہمیشہ اپنی زندگی بسر کرئے گا۔زندگی ایک پل اور صراط مستقیم کی مانند ہے جس پر چل کرانسان ایک مقصد تک پہنچتا ہے جیسا کہ قرآن نے فرمایا: (وَفِيهَا مَا تَشتَهِيهِ الأنفُسُ وَتَلذُّ الأعيُنُ) [1] وہاں ان کے لئے وہ تمام چیزیں ہونگی جس کی دل میں خواہش ہو اور جو آنکھوں کو بھلی معلوم ہوتی ہو اور تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو اس دنیا جیسی با عظمت ("لاعینُ رأت ولا أذنُ سَمِعت" نہ آج تک کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا اور نہ کسی کان نے سنا ہوگا) مقام کو پانے کے لئے سختیاں آسان، کوششیں شیریں ہوجاتی ہیں مشکلات کو برداشت کرنا اور سختیوں کو تحمل کرنا بہت آسان لگتا ہے کیونکہ اس کے نتیجہ میں ہمیشہ رہنے والا آرام وآسائش ہے قیامت پر ایمان رکھنے کا پہلا فائدہ بامقصد ہونا ہے کیونکہ قیامت پر اعتقاد رکھنے والوں کی نظر میں موت فنا ونابودی کا نام نہیں بلکہ ایک ابدی زندگی کے لئے ایک روشن دان کی مانند ہے۔

---

(1)سورہ زخرف آیۃ: 71

قیامت پر ایمان رکھنے کا فائدہ قرآن کی نظر میں

قیامت پر ایمان انسان کی تربیت کا اہم سبب ،اچھے کام انجام دینے اورمعاشرہ کی خدمت کرنے کامحرّک نیز گناہوں سے روکنے کاایک مضبوط ذریعہ ہے قرآن میں اہم تربیتی مسئلہ کو اسی راستہ سے پیش کیاگیا ہے جیساکہ بعض آیات میں ہے کہ نہ تنہا قیامت پرایمان اور اعتقاد بلکہ ظن واحتمال بھی مثبت آثار کا باعث ہے ۔

1۔ (ألا یَظُنُّ أُولئِک أَنَّهُم مَبعُوثُونَ لِیومٍ عَظیمٍ یومَ یَقُومُ النَّاسُ لربِّ العَالَمینَ) [1] کیا انہیں یہ خیال نہیں کہ یہ ایک روز دوبارہ اٹھائے جانے والے ہیں بڑے سخت دن کہ جس دن سب رب العالمین کی بارگاہ میں حاضر ہونگے ۔

2 ۔دوسری آیت میں اشارہ ہوا ہے کہ صرف اس دوسری دنیا کی امید وتوقع ہی گناہوں سے روکنے اورعمل صالح کرنے کے لئے کافی ہے (فَمَنْ کَانَ یَرجوا لِقَائَ رَبّهِ فَلیَعمَلْ عَمَلاً صَالحاً وَلا یُشرِک بِعبادَةِ رَبّه أَحداً) "لہٰذا جو بھی اس کی ملاقات کا امید وار ہے اسے چاہیئے کہ عمل صالح کرے اور کسی کو اپنے پروردگار کی عبادت میں شریک نہ بنائے"۔ [2]

3۔ قرآن کا صریحی اعلان ہے کہ انسان کے افعال وکردار ابدیت کا لباس پہن لیتے ہیں اورقیامت میں اس سے الگ نہیں ہوں گے (یَومَ تَجدُ کُلَّ نَفسٍ)

---

(1)سورہ مطففین آیۃ:4تا6

(2) سورہ کھف آخری آیت

(مَا عَمِلت مِنْ خَيرٍ مُحضَراً وَمَا عَمِلَتْ مِن سُوئٍ تَودُّ لوأَنَّ بَينَها وَبَينَهُ أَمَداً بَعيدا)[1]"اس دن کو یاد کرو جب انسان اپنے اعمال نیک کو بھی حاضر پائے گا اور اعمال بد کو بھی جن کو دیکھ کر یہ تمنا کرے گا کہ کاش ہمارے او ران برے اعمال کے درمیان طویل فاصلہ ہوجاتا"۔

4۔قیامت کا معتقد کسی اچھے یا برے کام کو چھوٹا نہیں سمجھتا ہے کیونکہ قرآن کے مطابق چھوٹی چیز کا بھی حساب ہوگا (فَمَنْ يَعمَلْ مِثقَالَ ذَرةٍ خَيراً يَرَهُ وَمَنْ يَعمَل مِثقالَ ذَرةٍ شَراً يَرَهُ)[2]پھر جس شخص نے ذرہ برابر نیکی کی ہے وہ اسے دیکھے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہے وہ بھی اسے دیکھے گا۔

ایک شخص مسجد نبوی میں آیا اورکہنے لگا یا رسول اللہ! ہمیں قرآن کی تعلیم دیں پیغمبر نے ایک صحابی کے حوالے کردیا تاکہ وہ اس کو قرآن کی تعلیم دے وہ مسجد کے کونے میں بیٹھ کراسی دن قرآن سیکھنے لگا ، معلم نے سورہ زلزال پڑھانا شروع کیا جب اس آیت پر پہنچا تو اس آدمی نے رک کر تھوڑا سونچا اور پوچھتا ہے کیا یہ وحی ہے؟ معلم نے کہا ہاں؛ اس نے کہا بس کیجئے ہم نے اس آیت سے سبق سیکھ لیا جب ہمارے ہر چھوٹے بڑے اچھے برے اعمال کا حساب ہوگا تو اب ہم کو اپنی ذمہ داریوں کا علم ہوگیا یہی جملہ ہماری زندگی کا یا پلٹنے کے لئے کافی ہے اس نے خدا حافظی کی اور چلا گیا۔ معلم،رسول کے پاس آیا سارا واقعہ بیان کیا ،حضرت نے فرمایا : "رجع فقیھاً"گو کہ وہ چلا گیا مگر سب کچھ سمجھ کرگیا ہے۔

---

(1)سورۂ آل عمران 30

(2) سورہ زلزال آخری آیۃ

قیامت کامعتقد خدا کی راہ میں تمام سختیاں اور مشکلات برداشت کرتا ہے اور اخروی زندگی کی خاطر اس دنیوی زندگی کو خیرباد کہہ دیتا ہے جیساکہ جادوگروں نے جب موسی کے معجزہ کو دیکھا اور سمجھ گئے کہ یہ خدا کی جانب سے ہے تو سب ان کی رسالت پر ایمان لے آئے فرعون نے کہا ہم سب کے ہاتھ پیر کاٹ دیں گے اور سولی پر لٹکا دیں گے ان لوگوں نے جواب میں کہا (فَاقضِ مَاأنتَ قَاضٍ اِنَّمَا تَقضِ هَذِهِ الحَیاة الدُّنیا اِنَّا أَمنَّا بِرَبِّنَا لِیَغفرَ لَنَا خَطَایَانَا وَمَا أُکرَهتَنا عَلیهِ مِنَ السِّحرِ وَاللَّه خَیر وَأبقَیٰ)[1] "اب تجھے جو فیصلہ کرنا ہے کرلے تو فقط زندگانی دنیا ہی تک کا فیصلہ کرسکتا ہے ہم اپنے پرور دگار پر ایمان لے آئے ہیںتکہ وہ ہماری خطائوں کو معاف کردے اور اس جادو کو بخش دے جس پر تونے ہمیں مجبور کیا تھا اور اللہ سب سے بہتر اور وہی باقی رہنے والا ہے ۔

---

(1)سورہ طہ آیۃ:72تا73

سوالات

1۔ قیامت پر ایمان رکھنے کے فوائد بیان کریں ؟

2۔ جو قیامت کا معتقد نہیں ہے اس کی زندگی کیسی ہے ؟

3۔ قیامت پر ایمان رکھنے کا فائدہ بطور خلاصہ بیان کریں ؟

اکتیسواں سبق

اثبات قیامت پر قرآنی دلیلیں

پہلی خلقت کی جانب یاد دہانی

(وَهوُ الّ ّذيِ يَبدؤُا الخَلَق ثُمَّ يُعيدُهُ وَهُوَ أَهوَنُ عَلِيه) [1] "اور وہی وہ ہے جو خلقت کی ابتداء کرتا ہے اور پھر دوبارہ بھی پیدا کرے گا اور یہ کام اس کے لئے بے حد آسان ہے" (كَما بدأَكُم تَعُودُونَ) [2] اس نے جس طرح تمہاری ابتداء کی ہے اسی طرح تم پلٹ کر بھی جائو گے (وَيَقولُ الِأنسانُ ذا مَا مِتُّ لسَوفَ اخرج حيّاً أولا يَذكُر الِأنسانُ اِنّاخَلقَناهُ مِنْ قَبلُ وَلَمْ يَكُ شَيئاً) [3] اور یہ انسان کہتا ہے کہ کیا ہم جب مرجائیں گے تو دوبارہ زندہ کرکے نکالے جائینگے کیا وہ اس بات کو یاد نہیں کرتا ہے کہ پہلے ہم نے اسے خلق کیاہے جب یہ کچھ نہیں تھا (فَسيقُولُونَ مَنْ يُعيدُنَا قُل الَّذِی فَطَرَكُم أَوّلَ مَرَةٍ) [4] عنقریب یہ لوگ کہیں گے کہ ہم کو کون دوبارہ واپس لاسکتاہے تو کہہ دیجئے جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا ہے ۔

---

(1) سورہ روم، آیۃ:27

(2) سورہ اعراف ،آیۃ:29

(3) سورہ مریم آیۃ:66۔67

(4) سورہ اسراء آیۃ:51

ایک صحرای عرب کو ایک انسان کی بوسیدہ ہڈی کا کوئی ٹکڑا ملا وہ اس کو لے کر دوڑتاہوا شہر کی جانب آیا اور پیغمبر کو تلاش کرتا ہوا حاضر خدمت ہوااور چیخ کر کہتا ہے کون اس پرانی ہڈی کودوبارہ زندہ کرے گا ؟۔

ارشاد ہوا:(قُلْ يُحيِيهَاالَّذِی أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَة وَهُوَبِكُلِّ خَلقٍ عَلِيمُ)[1] "آپ کہہ دیجئے جس نے پہلے خلق کیاہے وہی زندہ بھی کرے گا اوروہ ہر مخلوق کا بہتر جاننے والا ہے"۔

مذکورہ اور ان جیسی آیات کے پیش نظر انسانوں کو تخلیق کی ابتداء کی طرف توجہ دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں کو دوبارہ پلٹانا خدا کے لئے بہت آسان ہے یعنی قادر المطلق خدا کے لئے یہ ساری چیزیں بہت آسان ہے (تخلیق کی ابتداء اور دوبارہ قیامت میں واپس پلٹانا ایک ہی چیز ہے۔

قیامت اور خدا کی قدرت مطلقہ

خدا کی قدرت: خدا کی ایک صفت قادر مطلق ہونا ہے جوتوحید کے بحث میں گزر چکی ہے یہ وسیع آسمان یہ کہکشاں، منظومہ کثیر اور عظیم کواکب، مختلف النوع مخلوقات یہ سب کے سب اس کے قادر مطلق ہونے پر دلالت کرتے ہیں ان سب کو مان لینے کے بعد سوال کا کوئی مقام نہیں رہتا کہ انسان کیسے دوبارہ زندہ ہوگا (أَوَلَمْ يَرَوا أَنَّ اللّٰہَ الَّذِی خَلَقَ السَّمواتِ وَالأَرضَ وَلَمْ يَعيِ بِخَلقِهِنَّ)

---

(1)سورہ یس آیۃ۔79

(بِقَادرٍ علیٰ أَن یُحیالموتیٰ بَلیٰ اِنَّہُ علیٰ کُلِّ شَیئٍ قَدِیر)[1]"کیا انھوں نے نہیں دیکھا جس نے زمین وآسمان کو پیدا کیا اوروہ ان کی تخلیق سے عاجز نہیں تھا وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کر دے کہ یقینا وہ ہر شیٔ پر قدرت رکھنے والا ہے "(أَوَ لَیسَ الَّذِ خَلَقَ السَّمٰواتِ والأَرضَ بِقَادِرٍ علیٰ أَنْ یَخلُقَ مِثلَھُم بَلیٰ وَھُوَ الخَلَّاقُ العَلِیمُ)[2]"تو کیا جس نے زمین وآسمان کو پیدا کیا وہ اس بات پر قادر نہیں ہے کہ ان کا مثل دوبارہ پیدا کرے یقینا ہے اور وہ بہترین پیدا کرنے والااو رجاننے والا ہے "۔ (أَیَحسَبُ الِانسانُ أَنْ لَنْ نَجمَعَ عِظَامَہُ بَلیٰ قَادرِینَ علیٰ أن نُسوِّ بَنَانَہُ)[3]کیا انسان یہ خیال کرتاہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو جمع نہیں کرسکیں گے یقینا ہم اس بات پر قادرہیں کہ اس کی انگلیوں کے پورتک درست کردیں۔ (أَیَحسبُ الِأنسانُ أَنْ یُترَکَ سُدیً أَلَمْ یَکُ نُطفةً مِنْ مَنِیٍ یُمنیٰ ثُمَّ کَانَ عَلَقةً فَخَلقَ فَسویٰ فَجَعلَ مِنہُ الزَّوجَینِ الذَّکَرَ وَالأُنثیٰ أَلَیسَ ذَلِکَ بِقَادرٍ عَلیٰ أَن یُحی المَوتَی))[4]"کیا انسان کا خیال ہے کہ اسے اسطرح آزادچھوڑدیاجا ئے گا کیا وہ اس منی کاقطرہ نہیں تھا جسے رحم میں ڈالا جاتاہے پھر علقہ بنا پھر اس کو خلق کرکے برابر کیا پھر اس سے عورت اورمرد کوجوڑا تیار کیا ۔کیا وہ خدا اس بات پر قادر نہیں ہے کہ مردوں کو دوبارہ زندہ کرسکے"۔ (قُل سِیرُوا فِي الأَرضِ فَانْظُروا کَیفَ بَدأَ)

---

(1) احقاف آیہ: 33

(2) یس آیۃ: 81

(3) قیامت آیۃ:3۔4

(4) قیامت آیۃ:40۔36

(الخَلَقَ ثُمَّ اللّهُ ینُشِ النَّشأَةَ الأَخرِةَ إِنَّ اللّه عَلیٰ کُلِّ شَیئٍ قَدِیرُ) [1]

"آپ کہہ دیجئے کہ تم لوگ زمین پر سیر کرو اور دیکھو کہ خدا نے کس طرح خلقت کا آغاز کیا ہے اس کے بعد وہی آخرت میں دوبارہ ایجاد کرے گا بیشک وہی ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے"۔

مسئلۂ قیامت اوردلیل عدالت

قیامت اور خدا کی عدالت : خدا کے حکم کے مقابلہ میں دو طرح کے لوگ ہیں کچھ اس کے مطیع اور فرمانبردار کچھ عاصی اور گنہگار۔

اس طرح کچھ لوگ ظالم ہیں کچھ مظلوم (جو سختی کی زندگی گذار رہے ہیں) کچھ زندگی کی ہر آسائش وآرام سے لطف اندوز ہو رہے ہیں کچھ ایسے ہیں جو فقر وفاقہ اور تنگ دستی کی زندگی گذار رہے ہیں۔

لہٰذا خدا کی قدرت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اس دنیا کے بعد قیامت اور حساب وکتاب ہو تاکہ ان مسائل کی مکمل تحقیق ہوسکے ۔(أَمْ حَسِبَ الَّذِینَ اجتَرَحُوا السَّیِّئَاتِ أَنْ نَجعَلھُم کالَّذِینَ آمنُوا وَعَملوا الصَّالِحاتِ سَوَائً مَحیَاھُم وَمَماتُھُم سَائَ مَا یَحکُمُونَ وَخَلَقَ اللّٰہُ السَّمواتِ والأَرضَ بِالحقِ وَلتُجزَیٰ کُلُّ نَفسٍ بِما کَسَبت وَھُمْ لاَ یُظلَمُونَ)[2]"کیا برائی اختیار کرنے والوں نے یہ سونچ لیا ہے کہ ہم ان کو ایمان لانے والوں اورنیک کام

---

(1)سورہ عنکبوت آیۃ:20

(2)جاثیہ: 21۔22

انجام دینے والوں کے برابر قرار دیں گے سب کی موت وحیات ایک جیسی ہوگی یہ ان لوگوں نے نہایت بدترین فیصلہ کیا ہے اور اللہ نے زمین وآسمان کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے اور اس لئے بھی کہ ہر نفس کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جا سکے اور یہاں کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا "(أَفَمَن كَانَ مُؤمِناً كَمَنْ كَا نَ فَاسِقاً لَا يَستوُونَ)[1]" کیا وہ شخص جو صاحب ایمان ہے اس کے مثل ہوجائے گا جو فاسق ہے ہر گز نہیں ،دونوں برابر نہیں ہوسکتے". (أَفَنجَعلُ المسلمِين كالمجرِمِينَ مَالكُم كَيفَ تَحكُمُونَ)[2]"کیا ہم اطاعت گزاروں کو مجرموں جیسا بنادیں تمہیں کیا ہوگیا ہے تم کیسا فیصلہ کر رہے ہو" ۔ (اَم نَجعَلُ الَّذينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالحِاتِ كالمفسِدِينَ فيِ الأَرضِ أَم نَجعَلُ المتَّقِينَ كَالفُجَّار)[3]"کیا ہم ایمان لانے والے اورنیک عمل کرنے والوں کو زمین میں فساد برپا کرنے والوں جیسا قرار دیدینگے یا صاحبان تقوی کو فاسق وفاجر جیسا قرار دیدیں گے" (؟! (اِلَيهِ مَرجِعُكُم جَميعاً وَعدَ اللّهِ حَقَّاً اِنَّهُ يَبدؤا الخَلَق ثُمَّ يُعيدُهُ لِيَجزِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالحِاتِ بِالقسطِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُم شَرابُ مِنْ حَمِيمٍ وَعَذَابُ أَلِيمُ بِمَا كَانُوا يَكفُرُونَ)[4] اس کی طرف تم سب کی

---

(1) سورہ سجدہ آیت:18

(2) قلم :36،35

(3) سورہ ص: 28

(4) سورہ یونس آیت: 4

بازگشت ہے یہ خدا کا سچا وعدہ ہے وہی خلقت کا آغاز کرنے والا ہے اور واپس لے جانے والا ہے تاکہ ایمان اور نیک اعمال کو عادلانہ جزا دے سکے اور جو کافر ہو گئے ان کے لئے تو گرم پانی کا مشروب ہے اور ان کے کفر کے بنا پر دردناک عذاب بھی ہے۔

سوالات

1۔ پہلی خلقت قیامت پر کس طرح دلیل ہے ؟

2۔ خدا کی قدرت قیامت کے لئے کس طرح دلیل ہے ایک آیت پیش کریں ؟

3۔ دلیل عدالت ،قیامت کو کس طرح ثابت کرتی ہے ؟

بتیسواں سبق

معاد اور فلسفہء خلقت

قرآن کی تقریباً سو آیتوں میں خدا کو لفظ حکیم سے یاد کیا گیا ہے ۔اور ہم اس کی حکمت کی نشانیوں کو دنیا بھر میں دیکھتے ہیں ۔اگر ہم فرض کریں کہ موت زندگی کے خاتمہ کانام ہے اور مرنے کے بعد قیامت نہیں ہے تو خلقت بیکار و عبث ہو جا ئے گی اور حکیم خدا کبھی بھی بیکار کام انجام نہیں دیتا ،کیا کوئی سونچ سکتا ہے کہ وہ تمام حکمتیں جو خدا نے دنیا کی خلقت کے لئے قرار دی ہیں وہ سب عبث ہیں اور اس دنیا کا اختتام فنا ونا بودی ہے؟ کیا یہ یقین کرنے کے قابل ہے کہ خدا اس دنیا کے دستر خوان کو بچھائے اور دنیا کی تمام ضروریات زندگی کو مہیا کرے اور اس کے بعد موت کی وجہ سے یہ ساری چیزیں ختم ہوجائیں اور یہ دنیا کا بچھا ہو ا دستر خوان سمٹ جائے (رَبَّنَا مَاخَلقَتَ هذا بَاطِلاً)[1] خدایا! تو نے اس کائنات کو بیکار و عبث خلق نہیں کیا ہے ۔

لہٰذا حکیم و علیم خدا پر ایمان رکھنا موت کے بعد کی زندگی پر ایمان رکھنے کے برابر ہے یعنی اگر کوئی وحدانیت کاقائل ہے تو ضروری ہے کہ وہ قیامت پر بھی ایمان

---

(1) آل عمران 191

رکھتا ہو اس سلسلہ میں بہت ساری آیتیں ہیں جن میں سے بعض کو بطور نمونہ پیش کررہے ہیں ۔

(أَفَحَسِبتُم اِنَّمَا خَلَقنَاکُم عَبَثاً وَأَنَّکُم اِلَینا لَا تُرجعُونَ) "کیا تم نے یہ گمان کرلیا ہے کہ ہم نے تمہیں بیکار خلق کیا ہے اور تم ہماری طرف پلٹ کرنہیں آئوگے"۔[1] (وَمَاخَلقَنا السَّمائَ وَالأَرضَ وَمَا بَینَهُمَا بَاطِلاً ذٰلِک ظَنَّ الَّذِینَ کَفَرُوا فَوَیل لِلّذِینَ کَفَرُواْ مِنَ النّارِ) "میں نے آسمان وزمین اوراس کے درمیان کی چیزونکو بیکار خلق نہیں کیا ہے یہ ان لوگوں کا گمان ہے جو کافر ہوگئے ہیں پس کافروں کے واسطے جہنم کی آگ ہے"۔[2] (وَمَا خَلَقَنا السَّمَواتِ وَالأَرضَ وَمَا بَینَهُما اِلّا بِالحَقِّ واِنَّ السَّاعَة لآتِیَۃُ فَاصفَح الصَّفَح الجَمِیلَ) "میں نے آسمان وزمین او راس کے درمیان کی چیزوں کو خلق نہیں کیا مگر حق پر اور قیامت یقینی ہے"۔[3](أَیَحسَبُ الأَِنسانُ أَنْ یُترک سُدیً أَلَم یَکُ نُطفَةً مِنْ مَنِیٍ یُمنیٰ ثُمَّ کَانَ عَلَقةً فَخَلق فَسوَّیٰ فَجَعلَ مِنهُ الزَّوجِین الذَّکَرَ وَالأُنثیٰ أَلَیسَ ذَلِک بِقادرٍ علیٰ أَن یُحیِی المِوتی) [4]"کیا انسان کا خیال ہے کہ اسے اس طرح آزاد چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا وہ اس منی کا قطرہ نہیں تھا جسے رحم میں ڈالا جاتا ہے ۔پھر علقہ بنا پھر اس کو خلق کر کے برابر کیا پھر اس سے عورت اور مرد کا جوڑا تیار کیا ۔کیا وہ خدا اس بات پر قادر نہیں ہے کہ مردوں کو دوبارہ زندہ کرسکے ۔؟

---

(1) مومنون آیۃ: 115

(2) سورہ ص آیۃ: 27

(3) سورہ حجر آیۃ: 85

(4) سورہ قیامت آیۃ: 36۔40

قرآن میں قیامت کے عینی نمونہ

عزیر یا ارمیا ی پیغمبر کا قصہ :

((أَوكالَّذِ مَرَّعلیٰ قَریۃٍ وَھِیَ خَاویۃُ علیٰ عُرُوشِھا قاَلَ أَنّی یُحیِی ھذہِ اللّہُ بَعَدَ مَوتِھا فأَماتہُ اللّہ مِائۃَ عام ثُمَّ بَعَثہُ قَالَ کَم لَبِثتَ قَالَ لَبِثتُ یَوماً أَوبَعضَ یَومٍ قَالَ بَل لبِثتَ مِائۃَ عامٍ فَانظُر اِلیٰ طَعامِک وَشَرَابِک لَمْ یَتسنَّہ وَأَنظُر اِلیٰ حِمَارِک وَلِنَجعَلک آیۃً للنَّاسِ وَانظُر اِلیٰ العِظَامِ کَیفَ نُنشزُھَا ثُمَّ نَکَسُوھَا لَحَمًا فلمَّا تَبَیّنَ لَہُ قَالَ أَعلمُ أَنَّ اللّہَ عَلیٰ کُلِّ شَیئٍ قَدیرُ) [1]"جناب عزیر کا ایک دیہات سے گزر ہوا آپ نے دیکھا کہ وہ تباہ وبرباد پڑا ہو اہے ۔ کہا خدا ان مردوں کو کیسے زندہ کریگا خدانے انہیں سوسال کی موت دیدی پھر انہیںزندہ کیا پوچھا کتنے دن تک سوئے رہے کہا ایک دن یا اس سے کم خدا نے کہا تم یہا ں سو سال تک سوتے رہے ہو ذرا اپنے کھانے اورپینے کی طرف دیکھو جو ختم ہوچکا ہے اپنے گدھے کی طرف دیکھو جو خاک میں مل چکا ہے تاکہ میں تمہیں لوگوں کے لئے نشانی قرار دوں اپنی ہڈیوں کیطرف دیکھو کہ انہیں جمع کرکے ان پر گوشت چڑھایا چونکہ یہ بات ان کے واسطے واضح ہوچکی تھی کہا: جانتا ہو ں خدا ہر چیز پر قدرت وطاقت رکھتا ہے "وہ برباد شہر جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ (بیت المقدس) تھا اور یہ تباہی بخت النصر کے ذریعہ ہوئی ہے۔

---

(1)سورہ بقرہ آیۃ:259

حضرت عزیر جب کھانا پانی لے کر اپنے گدھے پر سوار اس شہر سے گذرے دیکھا گھر تباہ اور ان کے رہنے والے مٹی میں مل چکے ہیں ان کی ہڈیاں پرانی ہوکر زمین میں بکھری پڑی ہیں اس المناک منظر نے پیغمبر کو سونچنے پر مجبور کردیا اور خود سے کہنے لگے خدایا! انہیں کب اور کیسے زندہ کرے گا؟۔

خدا نے انہیں عملی جواب دیا انہیں اوران کے گدھے کو سوسال تک کے لئے موت دی اس کے بعد پہلے انہیں زندہ کیاتاکہ خد اکی طاقت کا وہ خود اندازہ لگائیں کہ کھانا جو جلدی خراب ہوجاتا ہے تبدیل نہیںہوا اور مردوں کو زندہ ہوتے وہ خود دیکھ لیں ۔

حضرت عزیر نے جیسے ہی اپنی سواری کو زندہ ہوتے دیکھا کہا کہ جانتا ہوں خدا ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے یہ آیۃ اور یہ پیغمبر کا قصہ معاد جسمانی کو ثابت کرنے کے لئے بہترین دلیل ہیں ۔

حضرت ابراہیم کاقصہ : (وِاِذ قَالَ اِبراھیمُ رَبِّ أَرنِی کَیفَ تُحیِي المو تیٰ قَالَ أَولَم تُؤمِن قَالَ بَلیٰ وَلَکِن لِیَطمَئِنَّ قَلبِی قالَ فَخُذْ أَربعةً مِنَ الطَّیرِ فَصُرھُنَّ اِلیک ثُمَّ اجعَلْ علیٰ کُلِّ جَبَلٍ مِنھُنَّ جُزأً ثُمَّ ادعُھُنَّ یَأتِینَک سَعیًا وَأَعلمْ أَنَّ اللَّہَ عَزَیزُحَکیمُ) [(1)] "جناب ابراہیم نے عرض کیا بارالہا! مجھے دکھا دے کیسے مردوں کو زندہ کرے گا؟ خدا نے کہامگر تمہیں

---

(1) سورہ بقرہ:260

ہم پر ایمان نہیں ہے کہا ہے تو مگر چاہتا ہو ں دل کو سکون مل جائے کہا چار طرح کے پرندوں کو جمع کرو (مرغ، مور، کبوتر، کوا،)انہیں ذبح کرکے گوشت پہاڑ پر رکھد و او ر ان کے ہر جزء کو اللہ کے نام پر بلا ئو وہ دوڑے چلے آئیں گے اورجان لو کہ خدا بڑی حکمت والا ہے"۔

مفسرین نے اس آیۃ کے ذیل میں لکھا کہ حضرت ابراہیم دریا کے کنارے سے گذر رہے تھے ایک مردے کو دیکھا کہ جو دریا کے کنارے پڑا ہے مردہ خور جانور اس کے چاروںطرف جمع ہیں اورکھا رہے ہیں جب حضرت ابراہیم نے اس منظر کودیکھا تو مردوں کے زندہ ہونے کے بارے میں سوچنے لگے کہ وہ کس طرح زندہ کئے جائیں گے (کیونکہ اس مردہ کا گوشت دوسرے کا جزء بن چکا تھا) جبکہ جناب ابراہیم کو علم الیقین تھا کہ خدا مردوں کو زندہ کرے گا لیکن اسے آنکھوں سے زندہ ہوتے دیکھنا چاہتے تھے ۔

مقتول بنی اسرائیل کاقصہ:

(وإذَ قَتَلتُم نَفسًا فَادَّارَأتُم فِيهَا واللّهُ مخرِجُ مَاكُنتُم تَكتُمُونَ فَقُلنَا اَضرِبُوهُ بِبَعضِهَا كَذَلِک يُحيِى اللّهُ المَوتىٰ وَيُرِيكُم آياتِهِ لَعلَّكُم تَعقِلُونَ)[1]"جب تم لوگوں نے ایک شخص کو قتل کرکے اس کے سلسلے میں اختلاف کیا کہ کس نے قتل کیا ہے جسے تم چھپانا چاہتے تھے خدااسے ظاہر کرتاہے پس

---

(1) سورہ بقرہ آیۃ72تا73

ہم نے کہا اس گائے کا کچھ حصہ اس مقتول کے بدن پر مارو خدا مردوں کو اس طرح زندہ کرتا ہے آیت خود تمہیں دکھا رہی ہے شاید عقل سے کام لو "۔

بنی اسرائیل کا ایک آدمی مخفیانہ طور پر قتل کردیا گیا تھا اس کے قاتل کے سلسلے میں اختلاف ہوا ہر قبیلہ دوسرے قبیلے پر الزام لگا رہا تھا قریب تھا کہ ایک جنگ چھڑ جائے ان لوگوں نے جناب موسی سے مدد چاہی جناب موسی نے لطف خدا سے ان کی مدد کی حکم خدا کے مطابق گائے کو ذبح کرکے اس کے گوشت کو مقتول کے جسم پر مارا وہ شخص تھوڑی دیر کے لئے زندہ ہوگیا اور قاتل کی شناخت کی یہ معاد اور مردوں کے زندہ ہونے کے لئے بھی دلیل ہے ۔

قوم موسیٰ سے ستر آدمیونکا زندہ ہونا : (وَإِذ قُلتُم يَامُوسىٰ لَن نُؤمِنَ لَک حتىٰ نَرَىٰ اللَّهَ جَهَرةً فَاَخذتكُم الصَّاعِقَةُ وَأَنتُم تَنظُرُونَ ثُمّ بَعَثناكُم مِن بَعدِ مَوتِكُم لَعلَّكُم تَشكُرُونَ) جب تم لوگو ں نے موسی سے کہا کہ ہم اس وقت تک خدا پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک اپنی آنکھو ں سے دیکھ نہ لیں پھر بجلی نے (موت) تم سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور تم دیکھتے رہے پھر ہم نے تم سب کو موت کے بعد دوبارہ زندہ کیا تاکہ تم شکر گذار بن جائو ،بنی اسرائیل کے سر کردہ افراد جناب موسی کے ساتھ کوہ طور پر گئے تھے اور خدا کو اپنی آنکھو ں سے دیکھنے کی بات دہرائی موت کی بجلی چمکی پہاڑ ریزہ ریزہ ہوا حضرت موسیٰ بے ہو ش ہو گئے بنی اسرائیل کے نمائندوں کو موت نے اپنی آغوش میں لیا پھر خدا نے انہیں زندہ کیا تاکہ اس کی نعمت کا شکریہ ادا کریں۔ [1]

قیامت کو ثابت کرنے کے لئے قرآن کی دوسری دلیل ہے جس میں مردے کو زندہ کیا گیا ہے ۔

---

(1) سورہ بقرہ آیۃ55

سوالات

1۔ فلسفہ خلقت کے ذریعہ کس طرح قیامت کو ثابت کریں گے ؟

2۔ جناب عزیر یا ارمیا پیغمبر کا واقعہ بیان کریں ؟

3۔ جناب ابراہیم کا قصہ بیان کریں ؟

4۔ مقتول بنی اسرائیل کا واقعہ بیان کریں ؟

تیتیسواں سبق

بقاء روح کی دلیل

روح باقی اور مستقل ہے: (وَلَا تَحسَبَنّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِی سَبِيل اللّهِ أَمواتاً بَلْ أَحيائُ عِندَ رَبِّهِم يُرزَقُونَ) "جو اللہ کی راہ میں قتل ہوتے ہیں انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھنا بلکہ وہ زندہ ہیں اور اللہ کی طرف سے انہیں رزق ملتا ہے"[1] (وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقتلُ فِی سَبِيلِ اللّهِ أَمواتُ بَل أَحيائُ ولکِن لَا تَشعُرُونَ) جو اللہ کی راہ میں قتل ہو گئے ہیں انہیں مردہ ہرگز نہ کہنا بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم انہیں نہیں سمجھ سکتے ہو۔[2] (قُلْ يَتَوفاکُم مَلَکُ الموتِ الَّذي وکِّلَ بِکُم ثُمَّ اِلیٰ رَبِّکُم تُرجَعُونَ) کہدو کہ موت کا فرشتہ جو تم پر معین کیا گیا ہے وہ تمہاری روح قبض کر کے تمہارے رب کی طرف پلٹا دے گا۔[3]

مذکورہ آیات بقاء روح کی بہترین دلیل ہے اگر موت زندگی کے خاتمہ کا نام ہوتا تو شہداء کے لئے حیات کا مختلف انداز میں ذکر کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا پہلے کی دو آیتیں اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کے لئے ہیں اور ان کی روح کی بقاء کے حوالے سے ہیں۔

---

(1)آل عمران آیۃ169

(2) بقرہ آیۃ154

(3) سجدہ آیۃ11

تیسری آیت عام ہے کہ تمام لوگ خدا کی طرف پلٹ کر جائیں گے جو تمام انسانوں کے باقی رہنے پر دلیل ہے ۔ کتاب مفردات میں راغب کے بقول وافی کے اصل معنی کمال تک پہونچنے کے ہیں لہٰذا توفی کے معنی مکمل گرفت کے ہیں اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ موت فنا کا نام نہیں بلکہ مکمل طور پر دسترسی ہے ۔

(وَیسئلُونَکَ عَنِ الرُّوح قُلْ الرِّوحُ مِن أمرِرَبِّی وَمَا أُوتِیتُم مِنَ العِلمِ اِلاَّ قَلِیلاً) اے رسول! تم سے روح کے بارے میں سوال ہوتا ہے کہدو روح امر خدا ہے اس کا تھوڑا سا علم آپ کو عطا کیا گیا ہے ۔ (1)

انسان خواب و موت کو دیکھتا ہے کہ جسمانی کمی وبیشی کے علاوہ ایک خاص قسم کی تبدیلی پیدا ہوتی ہے یہیں سے پتہ چلتا ہے کہ انسان کے پاس جسم کے علاوہ بھی کوئی جوہر ہے ۔ کسی نے بھی روح کے وجود کا انکار نہیں کیا ہے یہاں تک کہ مادی حضرات نے بھی اس کے وجود کو قبول کیا ہے اسی بناء پر نفسیات ان علوم میں سے ہے جس پر دنیا کی بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں تحقیق ہو رہی ہے ۔

وہ واحد بحث جو خدا کے ماننے والوں اور مادی حضرات کے درمیان چل رہی ہے وہ روح کے مستقل ہونے یا نہ ہونے کے سلسلے میں ہے اسلامی مفکرین اسلام کی بھرپور مدد سے اس بات کے قائل ہیںکہ روح باقی ہے اور مستقل ہے روح کے مستقل ہونے پر بہت سی دلیلیں ہیں ۔

---

(1) اسراء آیۃ:85

پہلے عقلی دلیل پھر نقلی دلیل پیش کریں گے اگرچہ قرآن پر اعتقاد رکھنے والے بہترین دلیل کلام خدا کو تسلیم کرتے ہیں اور اسی کو اصل مانتے ہیں۔

روح کے مستقل ہونے پر دلیل

1۔ ہم اپنے اندر یہ محسوس کرتے ہیںکہ ہم متفکر ومدرک ومرید ہیں یہ چیز فکر اورارادہ اور ادراک سے الگ ہے دلیل یہ ہے کہ بولا جاتاہے میری فکر میرا ارادہ میرا ادارک اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم فکر سے الگ ہیں ہم ارادہ سے ہٹکرہیں درک اور ہے ہم اور ہیں یہ سب ہم سے ہے اورہم اسے اپنی ذات میں پاتے ہیں ہم دماغ، دل اور اعضاء سے الگ ہیں یہ (ہم) وہی روح ہے۔

2۔ جب بھی انسان اپنے کو جسم سے جدا فرض کرتاہے اورتمام اعضاء بدن کا ناطہ اپنے آپ سے توڑدیتاہے پھر بھی اپنے کو زندہ محسوس کرتاہے جبکہ اجزاء بدن نہیں ہیں اوریہ وجود وہی روح ہے جو مستقل رہ سکتی ہے۔

3۔پوری عمرمیں شخصیت ایک ہے۔ یہ "ہم" ابتداء زندگی سے آخر عمر تک ایک ہے یہ "ہم" دس سال پہلے بھی ہے اور پچاس سال بعد بھی، اگرچہ علم وقدرت زندگی کی کمال تک پہونچ جائے لیکن "ہم" اپنی جگہ برقرار ہے جبکہ آج کے علم نے ثابت کردیا کہ انسان کے عمرمیں کئی بار جسم میں ،رگوں میں ،یہاں تک کہ دماغ کی شریانوں میں تبدیلی ہوتی ہے چوبیس گھنٹے کے اندر کروروں رگیں ختم ہوتی ہیں اور کروڑوں ان کی جگہ پیدا ہوتی ہیں جیسے بڑے حوض میں پانی ایک جگہ سے جاتاہے اوردوسری طرف سے آتاہے ظاہر ہے بڑے حوض کاپانی ہمیشہ بدلتاہے اگرچہ لوگ اس پرتوجہ نہیں دیتے ہیں اور اس کوایک ہی حالت میں دیکھتے ہیں۔

نتیجہ:

اگر انسان صرف اجزاء بدن کا نام ہوتا اورصرف دل و دماغ ہوتا یعنی روح نہ ہوتی تواپنے اعمال کا ذمہ دار نہیں قرار پاتا ، مثلا اگر کوئی دس سال پہلے کسی جرم کا مرتکب ہوتا ہے تو اس وقت اسے سزا نہیں دے سکتے اس لئے کہ جسم کے تمام خلیئے تبدیل ہوگئے ہیں گویا اب وہ دس سال پرانا جسم نہیں ہے۔اگر انسان ہمیشہ ذمہ دار ہے یہاںتک کہ وہ خوداس کا اعتراف کررہا ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے اگرچہ تمام اعضاء بدل چکے ہیں مگر وہ خود باقی ہے اوریہ وہی روح ہے۔

روح کی بقاء اور استقلال پر نقلی دلیل

تاریخ اسلام میں بہت سی جگہ موت کے بعد روح سے مربوط چیزیں آئی ہیں جن میں سے بعض یہاں پیش کی جارہی ہے جنگ بدر کے بعد پیغمبر اسلام ﷺ نے حکم دیا کہ دشمن کی لاشوں کو ایک کنویں میں ڈال دیا جائے اس کے بعد پیغمبر ﷺ نے کنویں کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا :"هل وجد تم ماوعدكم ربكم حقاً فِانّى قَد وجدت ماوعدنى رَبّى حقاً"کیا تم لوگو ںنے وعدہ خدا کے مطابق سب کچھ پایا ہے ؟ہم نے تو اللہ کے وعدہ کو حق دیکھا) بعض افراد نے عرض کیا :کیا آپ بے جان لوگوں سے باتیں کمر رہے ہیں، وہ سب توایک لاش کی شکل میں پڑے ہیں پیغمبر اسلام نے فرمایا: وہ لوگ تم سے بہتر میری آواز سن رہے ہیں دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ تم لوگ ان سے بہتر میری بات نہیں سمجھ رہے ہو۔ (1)

سلمان فارسی مولا امیر المومنین کی طرف سے والی مدائن تھے اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں : ایک دن سلمان فارسی کی عیادت کوگیا، جب وہ مریض تھے اورمرض میں اضافہ ہوتاجارہاتھا یہاںتک کہ موت کی جانب قدم بڑھا رہے تھے مجھ سے ایک دن فرمایا اے اصبغ! رسول خدا نے مجھ سے فرمایا ہے جب موت قریب ہوگی تو مردہ تم سے باتیں کرینگے ہمیں قبرستان کی طرف لے چلو حکم کے مطابق انہیں قبرستان میں لے جایاگیا کہامجھے قبلہ رخ کرو اس وقت بلند آواز سے کہا :

"السلام عليكم يا اهلَ عرصة البلا ء السلام عليكم يامحتجبين عن الدُّنيا"میرا سلام ہو تم پر اے بلاء کی وادی میں رہنے والومیرا سلام ہو اے اپنے کو دنیا سے چھپا لینے والو۔ اسی وقت روحوں نے سلام کا جواب دیااورکہا جو چاہتے ہو سوال کرو جناب سلمان نے پوچھا تم جنتی ہویا جہنمی؟مردہ نے کہا خدا نے مجھے دامن عفو میں جگہ عنایت کی ہے اورمیں جنتی ہو ں جناب سلمان نے موت کی کیفیت اورموت کے بعد کے حالات دریافت کئے اس نے

---

(1) سیرہ ابن ہشام ج ،1 ص 639

سب کا جواب دیا اس کے بعد جناب سلمان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی [1]

مولا امیر المومنین ّجنگ صفین سے واپسی پر شہر کوفہ کے پیچھے قبرستان کے کنارے کھڑے ہوئے اور قبروں کی طرف رخ کر کے فرمایا: اے حولناک او رتاریک قبروں کے رہنے والو تم اس قافلہ کے پہلے افراد ہو ہم بھی تمہارے پیچھے آرہے ہیں لیکن تمہارے گھر دوسروں کے ہاتھوں میں چلے گئے ہیں اور تمہاری بیویوں نے شادی کر لیں اور تمہارے مال واسباب تقسیم ہو چکے ہیں یہ سب میری خبر تھی تمہارے پاس کیا خبر ہے؟"ثُمَّ التفت اِلیٰ أَصحابه فقال أمّا لوأذِن فيِ الکلام لأخبروکم أَنَّ خیر الزاد التقویٰ" [2]

پھر اصحاب کی طرف رخ کیا اور فرمایا جان لو اگر انہیں بولنے کی اجازت ہوتی تو یہ تمہیں بتا تے کہ بہترین زاد راہ تقوی وپرہیزگا ری ہے۔

---

(1) بحار الانوار ج1، معاد فلسفی 315

(2) نہج البلاغہ، کلمات قصار 125

سوالات

1۔ قرآن بقاء روح کے لئے کیا کہتا ہے آیت کے ذریعہ بیان کریں ؟

2۔ استقلال روح کے لئے عقلی دلیل بیان کریں ؟

3 بقاء روح کے لئے ایک نقلی دلیل بیان کریں ؟

چونتیسواں سبق

معاد جسمانی اورروحانی ہے

کیاموت کے بعد زندگی روحانی ہے ؟یعنی جسم کہنہ ہو کر بکھر جائے گااور آخرت کی زندگی فقط روح سے مربوط ہے یافقط جسمانی ہے اور روح کاشمار جسم کے آثاروخواص میں ہے ؟یا یہ کہ آدھی روحانی اور آدھی جسمانی ہے جسم لطیف اس دنیا وی جسم سے افضل ہے یاموت کے بعد زندگی مادی او رروحانی ہے اور دوبارہ دونوں جمع ہو کر حاضر ہونگے، ان چاروں نظریوں کے حامی اور طرفدار موجودہیں لیکن شیعوں کا نظریہ (عقیدہ) یہ ہے کہ قرآن کی بہت سی آیتیں اور حدیثیں معاد جسمانی اور روحانی پر دلالت کرتی ہیں اور اس مسئلہ میں کوئی شک وتردید کی گنجائش نہیں ہے ۔

1۔ بہت سی جگہو ں پر قرآن نے منکرین معاد کو جو یہ سوال کرتے ہیں کہ "جب ہم خاک میں مل جائیں گے او رہماری ہڈیاں پرانی ہوکر پھر زندہ ہونگی" جواب دیا ہے ، اور انہیں اس بحث میں .بیان کیا جاچکا ہے جہاں معادپر قرآن کی دلیل پیش کی گئی ہے جیسے (سورہ یس آیۃ80) میں واضح طورپر معاد جسمانی اور روحانی کو.بیان کیاگیا ہے ۔

2۔ دوسری جگہ (سورہ قیامت آیۃ4،3) میں فرمایا :کیاانسان یہ خیال کرتاہے کہ ہم اس کی ہڈیو ں کو جمع نہیں کرینگے بلکہ ہم قادرہیں کہ انگلیو ں کے نشانات کو بھی ترتیب دیدیں ،ہڈیو ں کو جمع کرنا انگلیوں کے نشانات کو دوبارہ مرتب کرنا یہ معا د جسمانی اورروحانی کی ایک او ر دلیل ہے ۔

3۔ تیسری مثال وہ آیتیں جو کہتی ہیں کہ انسان قبر سے اٹھے گا اس سے ظاہر ہے کہ قبر انسانی جسم کے لئے گھر قرار دیا گیا ہے اور اسلامی منکرین کی نظر میں یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ جسم کے بغیر روح کا پلٹنا ممکن نہیں ہے جسم بغیر روح کے صرف لاش ہے خلاصہ یہ کہ اس طرح کی آیتیں معاد جسمانی اور روحانی کے لئے واضح دلیل ہے ۔ (وَأَنَّ السَّاعةَ آتِيةٌ لا رَيبَ فِيها وأَنَّ اللّهَ يَبعَثُ مَن فى القُبُورِ)قیامت کے سلسلے میں کوئی شک نہیں او رخدا وند عالم ان تمام افراد کو جو قبروں میں ہیں دوبارہ زندہ کرے گا ۔[1]

سورہ یس کی آیۃ: 151 اور 152 اور دوسری آیات اس پر شاہد ہیں ۔

4۔ وہ آیتیں جو بہشتی نعمتوں کے سلسلے میں ہیں ۔ میوے ، غذائیں مختلف کپڑے اوردوسری جسمانی لذتیں وغیرہ ،جنت کی لذتیں اور نعمتیں صرف مادیت پر منحصر نہیں ہیں بلکہ معنوی اور روحی لذتیں بھی بہت ہیں جن کا تذکرہ جنت کی بحث میں آئے گا انشاء اللہ ...

لیکن سورہ رحمن اور اس جیسی آیتوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ معاد جسمانی اور روحانی دونوںہی اعتبار سے ہے اور جسم اور روح کے لئے لذتیں ہیں یہ

---

(1) سورہ حج آیۃ7

ہے کہ جنت کی نعمتیں دنیاوی نعمتوں سے الگ ہیں او ران سے بہتر ہیں مگر یہ سب معاد جسمانی اور روحانی کے لئے دلیل ہیں ۔

5۔ وہ آیتیں جو مجرموں کے لئے مختلف طرح کے عذاب اور سزا کو بیان کرتی ہیں ان میں سے بہت سی جسم سے مربوط ہیں یہ آیتیں قرآن میں بہت ہیں ان میں بعض کی جانب اشارہ کررہے ہیں (يَومَ يُحمَىٰ عَلَيها فِي نَارِجَهَنَّم فَتُكوىٰ بِها جِباهُهُم وَجُنُوبُهُم وَظُهُورُهُم)"جس دن انہیں دوزخ میں کھولایا جائے گا اورجلایا جا ئے گا اور ان کی پیشانیاں نیز ان کے پہلو اور پشت کوداغا جائے گا"[1] (يَومَ يُسحبُونُ فِي النّارِ عَلىٰ وُجُوهِهِم ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ) "جس دن دوزخ کی آگ ان کے چہرے پر ڈالی جا ئیگی او ران سے کہا جا ئے گا آج دوزخ کی آگ کا مزہ چکھ لو"[2] (تَصلىٰ نَاراً حَامِيةً تُسقىٰ مِن عَينٍ آنيةٍ لَيسَ لَهُم طَعَامُ اِلَّا مِن ضَرِيعُ لا يُسمن ولَا يُغنىٰ مِن جُوعٍ)[3] "بھڑکتی آگ میں داخل ہونگے کھولتے پانی سے سیراب کیا جائے گا ، خشک کانٹا کڑوا اور بدبو دار کھانے کے علاوہ کچھ میسر نہ ہو گا ایسا کھانا جو نہ انہیں موٹا کرے گا اور نہ بھوک سے نجات دلائے گا"۔ (كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهمُ بَدَّلنَاهُم جُلُوداً غَيرَها لِيَذُوقُوا العَذَابَ أِنَّ اللّهَ كَانَ عَزِيزاً حَكِيماً)[4] جیسے ہی کافر کی کھال جل کر ختم ہو جا ئے گی اس کی جگہ دوسری کھال کا اضافہ کیا جائے گا تاکہ عذاب

---

(1) سورہ توبہ آیۃ: 35

(2) سورہ قمر آیۃ:48

(3) غاشیہ آیۃ:4۔7

(4) سورہ نساء آیۃ56

کا مکمل مزا چکھ لیں بیشک خدا عزیز اور حکمت والا ہے۔

اس طرح کہ بہت سی آیتیں ہیں جن کا تذکرہ جہنم کی بحث میں آئیگا سب کے سب معاد جسمانی اور روحانی کے لئے دلیل ہیںٓاگر معاد فقط جسمانی ہوتی تو روحانی غذا کا کوئی مفہوم نہ ہوتا ؟۔

6۔ وہ آیتیں جو روز قیامت اعضاء وانسان کے بات کرنے کے بارے میں نازل ہوئی ہیں وہ معاد جسمانی اور روحانی پر واضح دلیل ہیںٓچونکہ ایسی آیتیں بھی بہت ہیں لہٰذا نمونہ کے طور پر کچھ کا یہاں ذکر کرتے ہیں (اليَومَ نَختِمُ عَلىٰ أَفوَاهِهِم وَتُكَلِّمُنَا أَيدِيهِم وَتَشهد أَرجلُهُم بِمَا كَانُوا يَكسِبُونَ)"آج ان کی زبانوں پر تالے لگ جائنگے ان کے ہاتھ باتیں کریں گے ان کے پائوں جو کئے ہونگے اس پر گواہی دیں گے"۔[1] (حَتىٰ اِذ مَا جَاءُ وهَا شَهِدَ عَلَيهِم سَمعُهم وَأَبصَارُهُم وَجُلُودُهُم بِمَا كَانُوا يَعمَلُونَ)" یہاںتک کہ جب پہونچیں گے ان کی آنکھیں اور گوشت وپوست جو عمل انجام دیئے ہیں انکی گواہی دیں گے"(وَقَالُوا لِجُلُودِهِم لِمَ شَهِدتُم عَلَينَا قَالُوا أنطَقَنا اللّهُ الَّذِى أنطَقَ كُلِّ شَيئٍ)" وہ اپنے جسم سے سوال کریں گے کیوں میرے خلاف گواہی دیتے ہو؟ وہ جواب میں کہینگے وہ خدا جس نے سب کو قوت گویائی عطا کی ہے اس نے ہمیں بولنے کے لئے کہا"۔[2]

---

(1) سورہ یس 65

(2) سورہ فصلت ،21

7۔وہ آیتیں جو معاد جسمانی اور روحانی کو بطور نمونہ اس دنیا میں ثابت کرتی ہیں جیسے حضرت ابراہیم کا قصہ او رچار پرندے جو زندہ ہو ئے (سورہ بقرہ آیہ260) مقتول بنی اسرائیل کا واقعہ جو زندہ ہوا (بقرہ آیہ73) جناب "عزیر" یا "ارمیا '' پیغمبر کا واقعہ (بقرہ 259)جناب حزقیل پیغمبر کاقصہ اور موت کے بعد بہت سارے لوگوں کا زندہ ہونا جیسا کہ سورہ بقرہ کی آیت 243 میں ملتا ہے ،جناب عیسی کا مردوں کو زندہ کرنا (مائدہ 110 آل عمران49) میں آیا ہے جناب موسی کے زمانے میں موت کے بعد ستر آدمیوں کا زندہ ہونا (بقرہ 5655) یہ سب کے سب واقعے معاد جسمانی اور روحانی پر محکم دلیل ہیں ۔

سوالات

1۔موت کے بعد کے حیات کی کیفیت کے بارے میں کیا نظریہ ہے ؟

2۔شیعہ موت کے بعد کی زندگی کو کس طرح جانتے ہیں ایک دلیل قرآن سے ذکر کریں ؟

3۔ معاد جسمانی اور روحانی کا نمونہ جو اسی دنیا میں واقع ہوا ہے بیان کریں ؟

پینتیسواں سبق

برزخ یا قیامت صغری

جو بھی اس دنیا میں آتا ہے ان چار مراحل کو اسے طے کرنا ضروری ہے ۔

1۔ پیدائش سے لے کر موت تک کیونکہ یہ دنیا کی زندگی ہے۔

2۔ موت کے بعد سے قیامت تک کی زندگی اسے عالم برزخ کہتے ہیں۔

3۔ قیامت کبری

4۔ جنت یا دوزخ

برزخ

برزخ؛ دو چیز کے درمیان کے فاصلے کا نام ہے یہاں برزخ سے مراد وہ دنیا ہے جو اس دنیا اور آخرت کے درمیان ہے جب روح قفس عنصری سے پرواز کرجاتی ہے (قبل اس کے کہ یہ روح قیامت کے لئے دوبارہ اصل بدن میں واپس آئے) ایک ایسے نازک جسم میں رہتی ہے جسے جسم مثالی کہتے ہیں تاکہ قیامت کے وقت وہ اسی کے ساتھ ہو ۔

موت کے وقت انسان دنیا او رآخرت کے درمیان ہوتا ہے مولا امیر المومنین نے فرمایا: لِکلِّ دار باب وباب دار الآخرة الموت ہر گھر کا ایک دروازہ ہوتا ہے او رآخرت کا دروازہ موت ہے [1] جیسا کہ بعض احادیث میں واضح طور پر ملتا ہے کہ موت کے وقت بہت سی چیزیں ہمارے لئے واضح اور روشن ہوجاتی ہیں ۔

1۔ملک الموت اور دوسرے فرشتوں کو دیکھنا

(2) پیغمبر اکرم ﷺ او ردوسرے ائمہ علیہم السلام کی زیارت

(3) جنت یا دوزخ میں اپنی جگہ کا دیکھنا

(4) اعمال کا مجسم ہونا او راپنے گذرے ہوئے اعمال کو دیکھنا

(5) دولت کا مجسم ہونا جو جمع کر رکھی ہے

(6) اولا د رشتہ دار اور دوستوں کا مجسم ہونا

(7) شیطان کا مجسم ہونا

یہ کیفیت جس سے اچھے اعمال انجام دینے والے بھی ڈرتے ہیں اور خدا سے پناہ مانگتے ہیں ۔اس وقت انسان بعض پس پردہ رموز واسرار کو دیکھتا ہے او راس کا اعمال اس کے سامنے ہوتا ہے اور اپنے ہاتھوں کو نیکیوں سے خالی اور گناہ کے بوجھ تلے محسوس کرتا ہے اپنے کئے پرنادم وپشیمان ہو کر پلٹنے کی التجا کرتا ہے تاکہ اپنے کئے کا جبران کر سکے ۔(حَتیٰ اِذَا جَائَ أَحَدَ هُمُ الموت قالَ رَبِّ ارجِعُونِ لَعلّیِ أَعمَلُ صَالِحاً فِیمَا تَرکتُ کَلَّا اِنَّهَا کَلِمةٌ هُوَ قَائِلُهَا)"جب ان

---

(1) شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید

میں سے کسی کے پاس موت آتی ہے فریاد کرتے ہیں بارالہا !مجھے پلٹادے تاکہ جو کچھ چھوٹ گیاہے اسے پورا کرلیں اور اچھے اعمال انجام دے لیں اس سے کہا جائے گا ایسا نہیں ہوسکتا یہ فریاد ہے جو وہ کریں گے"۔ (1)

یہ باتیں زبان پر ہونگی او راگر پلٹا دیا جائے تو اعمال پہلے کی طرح ہوں گے جس طرح جب مجرم گرفتار ہوتاہے او راسے سزادی جاتی ہے تو یہی کہتا ہے لیکن جیسے ہی اس کی گرفتاری اور سزا ختم ہو جاتی ہے اکثر پھر وہی اعمال دہراتا ہے ۔

قال لقمان لابنه: يَا بُنيِ اِنَّ الدُّنيا بحر عميق وقد هلكَ فيها عالم كثير فاجعل سفينتكَ فِيهَا الاِيمان بِاللّٰه واجعل زادک فیها تقویٰ اللّٰه واجعل شراعها التوکّل علیٰ اللّٰه فَاِنْ نجوّت فبرحمة اللہ وان هلكت فيه فبذنوبکَ وأشد ساعاته يوم يولد ويوم يموت ويوم يُبعث۔"جناب لقمان نے اپنے بیٹے سے فرمایا :اے میرے لخت جگر !یہ دنیا بہت گہرا سمندر ہے کتنے لوگ اس میں ڈوب چکے ہیں لذا تم خدا پر ایما ن، اپنے لئے کشتی نجات اور زاد راہ، پرہیز گاری نیز لنگر خدا پر بھروسہ کرو اب اگر ڈوبنے سے بچ گئے تو یہ خدا کی رحمت ہے اور اگر غرق ہوگئے تو یہ تمہا رے گناہ کے باعث ہوگا اور سخت ترین لمحہ زندگی انسان کے لئے وہ ہے جب وہ اس دنیا میں قدم رکھتا ہے یا وہ دن ہے جب اس دنیا کو خدا حافظ کہتاہے یا پھر وہ دن ہوگا جب پلٹایا جائے گا "۔(2)

---

(1) سورہ مومنون آیۃ، 99۔100

(2).بحارالانوار جلد،6 ص 250

عالم برزخ کے اثبات کے سلسلہ میں بہت سی آیتیں وروایتیں پائی جاتی ہیں اگرچہ یہ بات عقل ومحسوسات کے ذریعہ بھی ثابت ہو چکی ہے۔

برزخ کے سلسلے میں قرآنی آیات

(حَتیٰ اِذَا جَاۓَ أَحدَهُمُ الموتُ قالَ رَبِّ ارجِعُونِ لَعلّی أعمَلُ صَالِحاً فِیما تَرَکتُ کَلّا اِنَّهَا کَلِمَة هُوَ قَائِلُهَا وَمِن وَرائِهِم بَرزَخٌ اِلیٰ یَوم یُبعثُونَ)[1]یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت آگئی تو کہنے لگا کہ پروردگار مجھے پلٹا دے شاید میں اب کوئی نیک عمل انجام دوں ،ہرگز نہیں یہ ایک بات ہے جویہ کہہ رہا ہے اور ان کے پیچھے ایک عالم برزخ ہے جو قیامت کے دن تک قائم رہنے والاہے یہ آیت واضح طورپر برزخ کی طرف اشارہ کررہی ہے۔

(وَلَاتَحسَبَنّ الَّذِینَ قُتِلُوا فِی سَبِیل اللَّهِ أَمواتاً بَلْ أَحیاۓُ عِندَ رَبِّهِم یُرزَقُونَ)[2]خبردار راہ خدامیں قتل ہونے والوں کومردہ خیال نہ کرنا وہ زندہ ہیں اوراپنے پروردگار کے یہاں سے رزق پارہے ہیں۔ (وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ یُقتَلُ فِی سَبِیلِ اللَّهِ أَمواتُ بَل أَحیاۓُ ولکِن لَا تَشعُرُون)[3]"اور جو لوگ راہ خدامیں قتل ہو جاتے ہیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں ان کی زندگی کاشعورنہیں ہے"۔

یہ دو آیتیں برزخ کی زندگی اور شہداء کے رزق کوثابت کرتی ہیں۔

---

(1) سورہ مومنون۔99۔100

(2) آل عمران آیۃ،169

(3) بقرہ آیۃ:154

برزخ میں کافروں پر عذاب

(النَّارُ یَعرِضُونَ عَلیھا غُدُوّاً وَعَشِیّاً وَیَومَ تَقومُ السَّاعَة أَدخِلُوا آلَ فِرعَون أَشَدَ العَذَابِ) ہر صبح وشام آگ انہیں پیش کی جاتی ہے اور جب قیامت آئے گی اس وقت حکم دیا جائے گا کہ آل فرعون کو سخت ترین عذاب سے گذارا جائے۔ [1]

امام صادق سے روایت ہے کہ دنیا میں آل فرعون ہر صبح وشام آگ کے سامنے پیش کئے جائیں گے لیکن قیامت میں (یوم تقوم الساعۃ) ہے [2] آیت نے واضح طور پر عذاب کو دو حصوں میں آل فرعون کے لئے تقسیم کیا ہے۔

1۔برزخ میں صبح وشام آگ۔2۔ قیامت میں سخت ترین عذاب۔

قبر دوسری دنیا کی پہلی منزل

سوال قبر:

جب انسان کو قبر میں رکھ دیا جائے گا اور خدا کے دو فرشتے جنہیں نکیر و منکر یا ناکر ونکیر کہا جاتا ہے اس کے پاس آئیں گے اوراس سے خدا کی وحدانیت ،نبوت ، وولایت اور نماز وغیرہ کے بارے میں سوال کرینگے ۔

عن أب عبدالله قال:" مَن أَنكَر ثلا ثة أشياء فليس من شيعتنا المعراج والمسألة فى القبر و الشفاعة"

---

(1)غافر آیۃ:46

(2) بحا رالانوار ج6، ص285

امام صادق نے فرمایا جو شخص تین چیز کا منکر ہے وہ میرا شیعہ نہیں ہے معراج رسول ﷺ ، قبر میں سوال اور شفاعت۔

امام زین العابدین ہر جمعہ کو پیغمبر اکرم ﷺ کی مسجد میں لوگوں کو نصیحت کرتے تھے لوگ اسے حفظ بھی کرتے تھے اور تحریر بھی کرتے تھے، امام فرماتے ہیں:

أيُّها النَّاس اتقوا الله واعلموا أنَّكم اليه تُرجعون فتجد كُلِّ نفس ما عملت فى هذه الدنيا من خير محضراً وما عملت من سوء تودُّ لو أَنَّ بينها و بينه أمداً بعيداً و يحذّركم الله نفسه و يحک ابن آدم الغافل و ليس بمغفول عنه ابن آدم أَنَّ أَجلک أسرع شيءٍ اِليک قد أَقبل نحوکَ حثيثاً يطلبکَ و يوشکَ أنَّ يدرککَ وکان قد أُوفيت أجلکَ و قبض الملکَ روحکَ وصرت اِلىٰ منزل وحيداً فردَّ اِليکَ فيه روحکَ واقتحم عليکَ فيه ملکا کَمنکر ونکير لمسئلتکَ وشديد امتحانکَ أَلا وأَنَّ أوّل مايسئلا نکَ عن رَبّکَ الّذِى کنت تعبده وعن نبيّک الذى أرسل اِليکَ وعن دينکَ الّذِى کنت تدين به وعن کتابکَ الذِى کنت تتلوه وعن اِمامکَ الذى کنت تتولاه ثم عن عمرکَ فيما أَفنيته و مالکَ من أَين اکتسبته؟وفيما أتلفته فخذ حذرکَ و انذر لنفسکَ واعد للجواب قبل الامتحان والمسألة والاختبار"

اے لوگو! تقوی الٰہی اختیار کرو اور یہ جان لو کہ اسی کی طرف پلٹ کے جانا ہے اب جس نے اس دنیا میں نیک کام انجام دیا وہ اس کا صلہ پائے گا۔ اسی طرح برائیاں بھی ہیں کہ جس کے لئے تمنا کرے گا اے کاش! میرے اور ان گناہوں کے درمیان ایک لمبا فاصلہ ہوتا۔ اور خدا آپ کو ڈرا رہا ہے کہ اے غافل انسان تجھ سے غفلت نہیں برتی گئی ہے۔

اے فرزند آدم موت تجھ سے سب سے زیادہ قریب ہے اور عنقریب وہ تجھے اپنی آغوش میں لے لیگی گویا موت آچکی ہے او رفرشتہ نے تمہاری روح کو قبض کرلیا ہے او رتم ایک گوشہ تنہائی میں داخل ہو گئے ہو اور تمہاری روح پلٹا دی گئی ہے اور نکیر ومنکر تمہارے سوال او رسخت امتحا ن کے لئے حاضر ہوگئے ہیں جا گ جائو سب سے پہلا سوال جو تم سے کیا جائے گا ،اس خدا کے سلسلہ میں ہو گا جس کی تم عبادت کرتے تھے اور اس پیغمبر کے بارے میں پوچھا جائے گا جو تمہاری طرف بھیجا گیا تھا اس دین کے بارے میں ہوگا جس کے تم معتقد تھے او راس قرآن کے بارے میں ہوگا جس کی تم تلا وت کرتے تھے او راس امام کے بارے میں جس کی ولایت کو تم نے مانا تھاپھر تمہاری عمر کے سلسلہ میں سوا ل ہوگا کہ کس چیز میں گذاری اور مال کے بارے میں کہ تم نے اسے کہاں سے حاصل کیا اورکہا ں خرچ کیا ؟لہٰذا احتیاط کا دامن نہ چھوڑو اور اپنے سلسلہ میں سوچو ،امتحان اور سوالات سے پہلے اپنے کو تیار رکھو ۔[1]

---

(1) بحار الانوار جلد،6 ص 322

سوالات

1۔ انسان موت کے وقت کس چیز کا مشاہدہ کرے گا ؟

2۔ ہر شخص ولادت کے بعد کتنے مراحل طے کرتا ہے ؟

3۔ برزخ کیا ہے اور کس مرحلے کا نام ہے ؟

4۔ قرآن برزخ کے لئے کیا فرماتا ہے آیت لکھیں ؟

چھتیسواں سبق

صور کا پھونکنا ، اور نامۂ اعمال

اس دنیا کا اختتام اور دوسری دنیا کا آغاز ایک قیامت خیز چیخ کے ساتھ ہوگا قرآن کی بہت سی آیتوں میں صور پھونکنے کی طرف اشارہ ہے ان تمام آیتوں سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ دوبار صور پھونکا جائے گا۔

1۔ اس دنیا کے خاتمہ کے وقت جس سے تمام مخلوق خدا فنا ہوجائے گی یہ صور موت ہے ۔

2۔ قیامت کے وقت جب تمام مخلوق کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور یہ صور قیامت ہے ان دو اہم واقعہ کو قرآن نے مختلف طریقوں سے بیان کیا ہے "نفخ صور" صیحہ' نقر در ناقور" " صاخہ"،"قارعہ" "زجرۃ"۔ (وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصُعِقَ مَن فِي السَّموٰاتِ وَمَن فِي الأَرض اِلا مَن شاء اللّٰہ ثُمَّ نُفِخَ فيهِ أُخرىٰ فإذاهُم قِيَامُ يَنظُرونَ)"اور جب صور پھونکا جائے گا اس وقت تمام مخلوق جو آسمان و زمین میں ہیں سب کے سب فنا ہوجائیں گے مگر صرف وہ لوگ بچیں گے جنہیں خدا چاہے گا پھر دوبارہ صور پھونکا جائیگا کہ اچانک سبھی اٹھ کھڑے ہونگے اور حساب اور جزاء کے منتظر ہونگے"۔

سورۂ یس کی 53 آیت میں اس واقعہ کو "صیحہ "چنگھاڑ کے نام سے یاد کیا گیا ہے ۔

(اِنّ كَانَت اِلَّا صَيحَةً وَاحِدَةً فإذَا هُم جَمِيعُ لدَينا مُحضَرُونَ) یس:53) قیامت تو صرف ایک چنگھاڑ ہے اس کے بعد سب ہماری بارگاہ میں حاضر کردئے جائیں گے اور سورہ مدثر کی آیت 8 میں نقر وناقور کے نام سے جانا جاتا ہے(فَإذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ فَذلِک يَومَئذٍ يَوم عَسير) پھر جب صور پھونکا جائے گا تو وہ دن انتہائی مشکل دن ہوگا اور سورہ عبس کی آیۃ33 میں (فإذَا جاء ت الصَّاخَةُ) پھر جب کان کے پردے پھاڑنے والی قیامت آجائے گی ۔

اور سورہ قارعۃ کی ایک سے تین تک کی آیتوں میں اس اہم واقعہ کو قارعہ سے یاد کیا ہے۔ (القَارِعَةُ مَا القَارِعةُ وَمَا أدرَاک مَا القَارِعَةُ) کھڑکھڑانے والی اور کیسی کھڑکھڑانے والی اور تمہیں کیا معلوم کہ وہ کیسے کھڑکھڑانے والی ہے اور سورہ صافات کی آیۃ19میں زجر کے نام سے یاد کیاگیا ہے (فَاِنّما هِيَ زَجَرَةُ وَاحِدةُ فَاِذَا هُم يَنظُرُونَ) یہ قیامت تو صرف ایک للکار ہوگی جس کے بعد سب دیکھنے لگیں گے ان تمام آیات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس دنیا کا خاتمہ اور دوسری دنیا کا آغاز اچانک اور ایک چنگھاڑ "صیحہ " کے ذریعہ ہوگا یہ تمام عنوان جو ذکر کئے گئے ہیں

یہ سب کنایہ ہیں نفخ چاہے پھونکنے کے معنی میں ہو یا صور کے البتہ یہ بات ظاہر ہے کہ یہ واقعہ سخت ہوگا اور صور کا پھونکا جانا عام طرح سے نہیں ہوگا بلکہ ایک سخت دن ہوگا اور عجیب طریقہ کی چنگھاڑ ہوگی جس سے ایک سکنڈمیں تمام زمین اور آسمان والے نابود ہو جائیں گے خدا اپنے دوسرے حکم سے قیام قیامت کی خاطر سب کو دوبارہ زندہ کرے گا ان دو حکم کے درمیان کا فاصلہ ہمیں معلوم نہیں ۔

صحیفہ یانامۂ اعمال

قرآن اور احادیث معصومین علیہم السلام میں نامہ اعمال کے متعلق بہت طویل بحث ہے ایسانامہ اعمال جس میں انسان کے تمام اعمال ثبت ہوں گے اور قیامت کے دن ظاہر ہوں گے ۔

1۔ اعمال کا ثبت ہونا: (وَنَكتُبُ مَا قَدَّموا وَآثَارهم وكُلَّ شَيئٍ أَحصَينَاهُ فِى اِمامٍ مُبينٍ) اور ہم ان گزشتہ اعمال اور ان کے آثار کو لکھتے جاتے ہیں اور ہم نے ہر شی ٔکو ایک روشن امام میں جمع کردیا ہے۔[(1)] (وَكُلّ شَيئٍ فَعَلُوهُ فِى الزُّبُرِ وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبيرٍ مُستَطَرُ) اور ان لوگوں نے جو کچھ بھی کیا ہے سب نامۂ اعمال میں محفوظ ہے اور ہر چھوٹا اور بڑا عمل اس میں درج کردیا گیا ہے۔[(2)] (اِنَّ رُسُلُنا يَكتُبُونَ مَا تَمكُرُونَ) اور ہمارے نمایندہ تمہارے مکر کو برابر لکھ رہے ہیں۔[(3)] (أَم يَحسَبُونَ أَنَّا لَا نَسمعُ سِرَّهمُ و نَجوٰهم بَلىٰ وَ رُسُلَنَا لَديهِم يَكتبُونَ) یا ان کا خیال ہے کہ ہم ان کے راز اور خفیہ باتوں کو نہیں سن سکتے ہیں تم ہم کیا ہمارے نمایندہ سب کچھ لکھ رہے ہیں۔[(4)]

(فَمَنْ يَعمَل مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤمِنُ فلا كُفرانَ لِسَعيهِ وَاِنَّا لَهُ

---

(1)سورہ یس آیۃ: 12

(2) سورہ قمر آیۃ: 52۔53

(3) سورہ یونس آیۃ: 21

(4) سورہ زخرف آیۃ: 80

كَاتِبُونَ) پھر جو شخص صاحب ایمان رہ کر عمل کرے گا اس کی کوشش برباد نہ ہوگی اور ہم اس کی کوشش کو برابر لکھ رہے ہیں۔ [1]

اعمال کا ظاہر ہونا : (وَإذَا الصُحُفُ نُشِرَت عَلِمَت نَفسُ مَا أَحضَرت) اورجب نامۂ اعمال منتشر کردئے جائیں گے تب ہر نفس کو معلوم ہوگا کہ اس نے کیا حاضر کیا ہے۔ [2] (بَل بَداَ لَهُم مَا كَا نُوا يُخفُونَ مِن قَبلُ) بلکہ ان کے لئے وہ سب واضح ہوگیا جسے پہلے سے چھپا رہے تھے۔[3] (يُنبَّوا الأِنسَانُ يَومئِذٍ بِمَا قَدَّمَ و اخَّرَ) اس دن انسان کو بتایا جائے گا کہ اس نے پہلے اور بعد کیا کیا اعمال کئے ہیں۔ [4] (وَكُلَّ اِنسانٍ أَلزمنَاهُ طَائِرُهُ فِى عُنُقهِ وَنُخرِجُ لَهُ يَومَ القِيَامَةِ كِتَاباً يَلقيهُ مَنشُوراً)[5]اور ہم نے ہر انسان کے نامہ اعمال کو اس کی گردن میں آویزاں کردیا ہے اور روز قیامت اسے ایک کھلی ہوئی کتاب کی طرح پیش کردیں گے (وَوُضِعَ الكِتَابُ فَتَرىٰ المجرمِينَ مُشفِقِينَ مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ يا وَيلَتَنَا مَالِ هَذا الكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَاكَبِيرَةً اِلاَّ أَحصيٰها وَ وجدُوا مَا عَمِلوا حَاضِراً وَلاَ يَظلِمُ رَبُّكَ أَحَداً) اور جب نامہ اعمال سامنے رکھا جائے گا تو دیکھو گے کہ مجرمین اس کے مندرجات کو دیکھ کر خوفزدہ ہوں گے اور کہیں گے ہائے افسوس اس کتاب نے چھوٹا بڑا کچھ نہیں چھوڑا ہے اور سب کو جمع کرلیا ہے اور سب اپنے اعمال کو بالکل حاضر پائیں گے اور تمہارا پروردگار

---

(1) سورہ انبیاء آیۃ: 94

(2)تکویر آیۃ: 10۔14

(3) سورہ انعام آیۃ: 28

(4) سورہ قیامت آیۃ: 13

(5)سورہ اسراء آیت13

کسی ایک پر بھی ظلم نہیں کرتا ہے۔ [1]

نامۂ اعمال احادیث معصومین علیہم السلام کی نظر میں

امام محمدباقرں سورہ اسراء کی آیۃ14 کی تفسیر میں فرماتے ہیں ہر انسان کا نامہ اعمال اس کی گردن میں لٹکادیا جائیگا۔

(خیرہ وشرہ معه حیث کان لا یستطیع فراقه حتیٰ یعطیٰ کتابه یوم القیامة بما عمل) انسان کی اچھائیاں اور برائیاں نہ الگ ہونے والے ساتھی کی طرح ہمیشہ اس کے ساتھ ہیں یہاں تک(نامہ اعمال) وہ کتاب ان کے کئے ہوئے اعمال کے ساتھ اس کی خدمت میں پیش کی جائے گی۔ [2]

عن أَبی عبد اللہ علیه السلام: اذاکان یوم القیامة دفع الانسان کتابه ثم قیل له اقرأ فقال الراوی فیعرف ما فیه :فقال إِنَّ اللَّہَ یُذکّرہ ، فما من لحظة ولا کلمة ولانقل قدم ولا شیء فعله الاذکرہ کأنه فعله تلک الساعة فلذلک قالوا یا وَیلتَنا مالِ ھَذَا الکِتَابِ لَایُغادِرُ صَغیرةً ولا کَبیرةً اِلَّا أَحصیٰھَا.

امام جعفر صادق نے فرمایا :جب قیامت آئے گی انسان کے نامہ اعمال کو اس کے ہاتھ میں دیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا پڑھو راوی کہتا ہے کیا ان

---

(1)سورہ کہف آیۃ49

(2)نورالثقلین ج،3ص،144

مطالب کو وہ جانتا ہوگا ؟امام نے فرمایا : خدا وند عالم اسے یاددلا ئے گا اس طرح کہ جو بھی اس نے وقت گذار اجو کہا ،جو قدم اٹھایا ،یادوسری چیزیں جس پر عمل کیا ہوگا خدا اسے ان تمام لمحات کو اسے اس طرح یاددلائے گا جیسے اس نے اسی وقت انجام دیاہواور وہ کہیں گے ہائے افسوس یہ کیسی کتاب ہے کہ جس میں ہر چھوٹا ،بڑا سب کچھ لکھ دیا گیاہے ۔[1]

نامۂ اعمال کسے کہتے ہیں

جوچیز یقینی اور مسلّم ہے وہ یہ کہ انسان کے تمام اعمال اور کردار لکھے جاتے ہیں، اب کیا یہ کاغذ، ورق یا کتاب ہے یادوسری چیزہے ؟اس کی مختلف تفسیریں کی گئیں ہیں تفسیر صافی میں مرحوم فیض کاشانی کہتے ہیں نامہ اعمال روح انسان کے لئے کنایہ ہے کہ اس میں تمام اعمال کے آثار چھپ جاتے ہیں۔

تفسیر المیزان میں علامہ طباطبائی مرحوم فرماتے ہیں نامہ اعمال انسان کے تمام حقیقت کو اپنے اندر شامل کئے ہوگا اوراس کے خطوط دنیاوی کتاب سے مماثلت نہیں رکھتے ہونگے بلکہ وہ خود اعمال انسان ہے،کہ جس سے خدا باکل واضح طورپر انسان کو بتا دے گا اور مشاہدہ سے بڑھ کر کوئی دلیل نہیں ہے انھوں نے سورہ آل عمران کی آیت 30 سے استفادہ کیا جس میں ارشاد ہوا (جس دن انسان اپنے اچھے اوربرے اعمال کو سامنے دیکھے گا)[2] اور بعض نے نامۂ اعمال کو

---

(1)پیام قرآن ج،6ص 101

(2) المیزان ج، 13ص،58

ویڈیو کیسٹ کی تصویر یا ٹیپ کی کیسٹ سے مشابہ بتایا ہے بہر حال چونکہ نامۂ اعمال کا قرآن و احادیث میں کافی ذکر ہے ہم اس پر ایمان رکھیں ہر چند اس کی حقیقی کیفیت کا ہمیں علم نہیں ہے۔

سوالات

1۔ نفخ، صور سے کیا مراد ہے اور یہ کب واقع ہوگا ؟

2۔ امام محمد باقرؑ نے نامۂ اعمال کے سلسلے میں کیا فرمایا ہے ؟

3۔ نامہ اعمال کسے کہتے ہیں واضح کیجئے ؟

سیتیسواں سبق

قیامت کے گواہ اور اعمال کا ترازو

خدا وند عالم لوگوں کی تمام اچھائیاں اور برائیاں اچھی طرح سے جانتا ہے چاہے انہیں ظاہر میں انجام دیا ہو یا چھپ کر لیکن خدا کی مصلحت اور حکمت اس چیز پر قائم ہوگی کہ قیامت میں لوگوں سے سوالات ان کے اعمال کے کارنامہ اور گواہوں کی گواہی کے اعتبار سے ہوگی اور وہ گواہ یہ لوگ ہیں۔

1۔خدا وند عالم:

جو پہلا گواہ ہے (اِنَّ اللہَ علیٰ کُلِّ شَیئٍ شَہِیدُ) بیشک خدا ہر چیز پر گواہ ہے۔[1](اِنَّ اللہَ کَانَ عَلَیکُم رَقیباً) اللہ تم سب کے اعمال کا نگراں ہے۔[2] (فَاِلَینَا مَرجِعُھُم ثُمَّ اللّہ شَہِیدُ عَلیٰ مَایَفعَلُونَ)بہر حال پلٹ کر ہماری ہی بارگاہ میں آنا ہے اس کے بعد خدا خود ان کے اعمال کا گواہ ہے۔[3]

2۔انبیاء اور ائمہ علیہم السلام:

(وَ یَکُونَ الرَّسُولُ عَلَیکُم شَہِیداً) اور پیغمبر آپ پر گواہ ہونگے۔[4](وَجِئنَابِک عَلیٰ ھَولاِء شَہِیداً) اور پیغمبر آپ کو ان سب کا گواہ بنا کر بلائیں گے۔[5] (وَیَومَ نَبعَثُ مِن کُلِّ أُمَّۃٍ

---

(1) سورہ حج آیۃ:17

(2) سورہ نساء آیۃ: 1

(3) سورہ یونس آیۃ: 46

(4) سورہ بقرہ آیۃ:143

(5) سورہ نساء آیۃ:41

شَہِیداً) اور قیامت کے دن ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے۔ [1]

ابوبصیر کے بقول امام صادق سے اس قول خدا کی تفسیر میں :

(وَکَذٰلِکَ جَعَلنَاکُم أُمَّةً وَسَطاً لِتَکُونُوا شُهدَائَ عَلیٰ النَّاسِ وَیَکُونَ الرَّسُولُ عَلَیکُم شَہِیداً) فرماتے ہیں:"نحن الشهداء علیٰ الناس بما عند هم من الحلال والحرام وبما ضیعوا منه"(ہم لوگوں پر گواہ ہو نگے اس چیز کے لئے جو حلال اور حرام ان کے پاس ہے اور جو انھوں نے ضایع کیا ہے۔ [2]

او ردوسری روایت میں ہے کہ ہم امت وسط ہیں اور ہم خدا کی طرف سے امت کے گواہ ہیں اور خدا کی زمین پر حجت ہیں۔ [3]

3۔ فرشتے:

(وَجَائَتْ کُلُّ نَفسٍ مَعَها سَائِقُ وَ شَہِیدُ) اور ہر انسان آئے گا اس حال میں کہ فرشتے اسے لے جائیں گے اور فرشتے ان کے کاموں پر گواہ ہوں گے (ماَ یَلفَظ مِن قَول اِلّا لَدَیه رَقِیب عَتید) وہ کوئی بات منھ سے نہیں نکالتا ہے مگر یہ کہ ایک نگہبان اس کے پاس موجود رہتا ہے۔ [4]

امیر المومنین دعائے کمیل میں فرماتے ہیں:"وکلَّ سیئة أمرت بِاثباتها الکرام الکاتبین الذین وکلّتهم بحفظ مایکون منی وجعلتهم شهوداً علیِّ مع جوارحی"بارالہا ! میرے ان گناہوں کو معاف کردے جنہیں لکھنے کے لئے اپنے

---

(1) سورہ نحل آیۃ:89

(2) تفسیر نورالثقلین ج1،ص 134

(3) حوالہ سابق

(4) سورہ ق آیۃ:21، 18

محبوب فرشتوں کو حکم دیا ہے اور انہیں ہمارے اعضاء جسمانی کے ساتھ گواہ بنایا ہے۔

4۔ زمین:

(يَومئذٍ تُحَدّث أخبارَها) (زمین) اس دن وہ اپنی خبریں بیان کریگی [1] پیغمبر اسلام ﷺ نے جب اس آیت کو پڑھا فرمایا:" ا تدرون ما اخبارها؟ جاء ن جبرئيل قال خبرها اِذا كان يوم القيامة أخبرت بكلِّ عمل علىٰ ظهرها" جانتے ہو زمین کی خبریں کیا ہیں؟ جبرئیل نے مجھ سے بتایا ہے کہ زمین اس چیز کے بارے میں بتائے گی جو اس پر انجام دیا گیا ہے۔ [2]

مولائے کائنات فرماتے ہیں:"صلوا المساجد فی بقاع مختلفة فاِنَّ كُلَّ بقعة تشهد للمصلى عليها يوم القيامة" مسجد میں ہر جگہ نماز پڑھو چونکہ ہر جگہ قیامت کے دن نماز پڑھنے والے کے لئے گواہی دے گی۔ اسی طرح جب مولائے کائنات بیت المال کو مستحقین میں تقسیم کردینے کے بعد جب زمین خالی ہوجاتی تھی تو دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور بیت المال کی زمین سے خطاب کرکے کہتے تھے قیامت میں گواہ رہنا حق کے ساتھ یہاں مال جمع کیا اور حق کے ساتھ تقسیم کیا۔ [3]

5۔ زمان (رات ودن)

قال أبو عبدالله عليه السلام: ما مِن يوم يأتى علىٰ اِبن آدم اِلّا قال ذلک اليوم : يا بن آدم أنا يوم جديد وأنا عليک شهيد فقل فَىّ خَيراً أشهُد لَک يوم القيامة فاِنَّک لن ترانِى بعدها أبداً "امام صادق

---

(1) سورہ زلزال آیۃ:4

(2) درالمنثور ج،2 معاد فلسفی 334

(3) لئالی الاخبار ص462

نے فرمایا : کوئی دن انسان کے لئے نہیں گذرتا مگر وہ دن انسان سے کہتا ہے اے فرزند آدم! میں نیا دن ہوں اور ہم تمہارے اوپر گواہ ہیں لہٰذا آج اچھائی انجام دو تاکہ قیامت کے دن تمہارے لئے گواہی دیں اور اس کے بعد تم مجھے کبھی نہیں دیکھو گے ۔

وعنه عن أبیهں :قال اللّیل اِذا اقبل نادیٰ منادٍ بصوت یسمعه الخلائق اِلّا الثّقلین :یا ابن آدم !أنِّی علیٰ ما فیِّ شهید فخذ منی فأَنّی لوطلعت الشمس لم تزد فیّ حسنه ولم تستعتب فیِّ من سیئة وکذلک یقول النهار اِذَا ادبر اللَّیل"امام صادق اپنے والد بزرگوار امام باقر سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا جب رات آتی ہے تو آواز دینے والا آواز لگاتا ہے جس کو انسان اور جنات کے علاوہ سبھی سنتے ہیں کہتا ہے :اے فرزند آدم !جو کچھ ہم میں انجام پایا ہے اس پر گواہ ہیں لہٰذا زاد راہ کو مجھ سے حاصل کرلو کیونکہ اگر سورج نکل آیا تو پھر مجھ میں اچھائیوں کا اضافہ نہیں کرسکتے اور گناہ کو واپس نہیں لے سکتے اور یہی فریاددن کی ہوتی ہے جب رات گذر جاتی ہے۔ [1]

6۔ انسان کے اعضاء وجوارح :

(یَومَ تَشهَدُ عَلَیهِم ألسِنَتهُم وَ أَیدِیهِم وَ أَرجُلُهُم بِمَا کَا نُوا یَعملُون) قیامت کے دن ان کے خلاف ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ پائوں سب گواہی دیں گے کہ یہ کیا کررہے تھے۔[2](الیَومَ نَختِمُ عَلیٰ أَفوَاهِهِم وَ تُکَلِّمنَا أَیدِیهِم وَتَشهُد أَرجلُهُم بِمَا کَانُوا یَکسِبُونَ) آج

---

(1)بحا الانوار ج7، ص 325

(2)سورہ نور آیۃ24۔

ہم ان کے منھ پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ بولیں گے او ران کے پائوں گواہی دیں گے کہ یہ کیسے اعمال انجام دیا کرتے تھے۔[1] (شَھِدَ عَلَیھِم سَمعُھم و أَبصارُھُم وَ جُلُودُھُم بِمَا کَا نُوا یَعمَلُونَ) ان کے کا ن اور انکی آنکھیں اور جلد سب ان کے اعمال کے بارے میں ان کے خلاف گواہی دیں گے۔[2]

7۔ خود عمل کا حاضر ہونا: عمل کا مجسم ہوکر سامنے آنا سب سے بڑا گواہ ہے (یَومَئِذٍ یَصدُرُ النَّاسُ أَشتاتاً لِیُرَوا أَعَمَالَھُم فَمَنْ یَعمَلْ مِثقَالَ ذَرةٍ خَیراً یَرَہُ وَمَنْ یَعمَل مِثقالَ ذَرةٍ شَراً یَرَہُ) اس روز سارے انسان گروہ در گروہ قبروں سے نکلیں گے تاکہ اپنے اعمال کو دیکھ سکیں پھر جس شخص نے ذرہ برابر نیکی کی ہے وہ اسے دیکھے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہے وہ اسے بھی دیکھے گا۔[3] (وَوَجَدُوا مَاعَمِلوا حاَضِراً وَلَا یَظلِمُ رَبُّکَ أَحداً) او رسب اپنے اعمال کو بالکل حاضر پائیں گے او رتمہا راپرو ردگا رکسی ایک پر بھی ظلم نہیں کرتا ہے۔[4] (یَومَ تَجِدُ کُلَّ نَفَسٍ مَاعَمِلتْ مِنْ خَیرٍ مُحضَراً وَمَا عَمِلَتْ مِن سُوئٍ تَودُّ لوأَنَّ بَینَھا وَبَینَہُ أَمَداً بَعیدا) اس دن کو یاد کرو جب ہر نفس اپنے نیک اعمال کو حاضر پائے گا او راعمال بد کو بھی کہ جن کو دیکھ کر یہ تمنا کرے گا کہ کاش ہمارے اور ان برے اعمال کے درمیان طویل فاصلہ ہو جاتا۔[5]

---

(1) سورہ یس آیۃ: 65

(2) سورہ فصلت آیۃ: 20

(3)سورہ زلزال آیۃ: 6تا آخر۔

(4) سورہ کہف آیۃ49

(5)سورہ آل عمران آیۃ30۔

اعمال کے مجسم ہونے اور حاضر ہونے کے سلسلے میں بہت سی حدیثیں ہیں پائی جاتی ہیں جیسا کہ شیخ بہائی مرحوم کہتے ہیں:" تُجسّم الأعمال فى النشأة الأ خروية قد ورد فيِ أحاديث مُتكثرة من طرق المخالف والمؤالف"اعمال کا دوسری دنیا میں مجسم ہونا بہت سی حدیثوں میں سنی او ر شیعہ دونوں کے یہاں موجود ہے۔ (1)

نمو نہ کے طورپر پیغمبرکی ایک حدیث کی طرف اشارہ کرتے ہیں....و اِذا جاء أخرجوا من قبورھم خرج من کلّ اِنسان عملہ الذیِ کان عملہ فی الدنیا لأن عمل کلّ اِنسان یصحبہ فی قبرہ "جب تمام لوگ اپنی قبروں سے باہر آئیں گے ان کے اعمال بھی ان کے ساتھ آئیں گے کیونکہ ہرانسان کا عمل اس کی قبرمیں اس کے ساتھ رہتا ہے۔ (2)

قیامت میں میزان اعمال

قرآن اور احادیث معصومین میں قیامت کے ترازو کے بارے میں بہت زیادہ تذکرہ ہے ،ترازو تولنے کاذریعہ ہے ہرچیز کاترازو اسی کے لحاظ سے ہوتا ہے سبزی بیچنے کے لئے مخصوص ترازو ہے، لائٹ اور پانی کا ترازو مخصوص میٹر ہے، ٹھنڈی اورگرم ہواکا پتہ لگانے کے لئے تھرما میٹرہے اور قیامت کا ترازو اعمال کو تولنے کا ذریعہ ہوگا ۔

قبل اس کے کہ قیامت کے میزان (ترازو) کے معنی اور اس کی تفسیربیان کریں

---

(1) بحار الانوار ج7، ص 228

(2)تفسیر برہان ج4، ص 87

اس سلسلے میں قرآن کی آیتوں کو ملاحظہ فرمائیں (وَنَضعُ المِوَازِينَ القِسطَ لِيَومِ القِيَامَةِ فَلاَ تُظلَمُ نَفَسُ شَيئاً وَإِن كَان مِثقَالَ حَبَّةٍ مِن خَردَلٍ أتَينَابِهَا وَكَفیٰ بِنَا حَاسِبِين) او رہم قیامت کے دن انصاف کی ترازو قائم کریں گے او رکسی نفس پر ادنی ظلم نہیں کیا جائے گا اوراگر کسی کا عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہے تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم سب کا حساب کرنے کے لئے کافی ہیں۔ [1]

(وَالوَزنُ يومَئِذٍ الحَقُّ فَمَن ثَقُلَت مَوَازِينُهُ فَأُولئِک هُمُ المفلِحُونَ وَمَن خَفَّتْ مَوَازِينُهَ فَأُولئِک الَّذينَ خَسِرُوا أَنفسُهُم بِمَاكَانُوا بِآياتِنَا يَظلِمُونَ) آج کے دن اعمال کاوزن ایک برحق شیٔ ہے پھر جس کے نیک اعمال کا پلہ بھا ری ہوگا وہی لوگ نجات پانے والے ہیں ۔[2]

(فَأمَّا مَنْ ثَقُلَت مَوَازِينُهُ فَهُو فِی عِيشةٍ رَاضِيَةٍ وَ أمَّا مَن خَفَّت مَوَازِينُهُ فَأُمُّهُ هَاوِيَةُ)تو اس دن جس کی نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگا وہ پسندیدہ عیش میں ہوگا اور جس کا پلہ ہلکا ہوگا اس کا مرکز جہنم ہے۔ [3]

میزان قیامت کسے کہتے ہیں ؟

مرحوم طبرسی فرماتے ہیں : آخرت میں انصاف کا نام ترازو ہے او رو ہا ں کسی پر ظلم نہیں کیاجائے گا ، وزن سے مراد عظمت مومن اور اس کی فضیلت کا اظہار ہے اور کفار کو ذلیل اور رسوا کرنا ہے جیسا کہ سورہ کہف کی آیۃ105 میں مشرکین کے سلسلہ میں آیا

---

(1) سورہ انبیاء آیۃ47

(2) سورہ اعراف آیۃ8۔9

(3)سورہ قارعۃ آیت 6۔9

ہے "فلا نقیم لھم یَومئذٍ وزنا"او رہم قیامت کے دن ان کے لئے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے اور آیۃ" ثَقُلَت مَوازِینُہُ" سے مرادیعنی ان کی خوبیاںبھاری ہونگی اورنیکیاں زیادہ ہونگی اور "خفت موازینه"سے مرادیعنی خوبیا ں ہلکی او راطاعتیں کم ہونگی۔[1] اور جوچیزمرحوم طبرسی نے بیان کیا ہے اس روایت کے ذیل میں ہے جو ہشام بن حکم نے امام صادق نے نقل کیا ہے۔[2]

میزان قیامت کون لوگ ہیں ؟

بحاالانوارکی ساتویں جلد کے ص 242 کے ذیل میں جو بیان ہوا ہے او رتفسیر

صافی میں جو میزان کے معنی بیان کئے گئے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے آخرت میں لوگوں کا ترازو وہ چیز ہے جس کے ذریعہ ہر شخص کی قیمت ومنزلت کو اس کے عقیدہ اور اخلاق و عمل کے اعتبار سے تولا جائے گا تاکہ ہر انسان کو اس کی جزا مل سکے ،اور اس کے میزان انبیاء اور اوصیاء ہوں گے کیونکہ ہرانسان کی قدرو منزلت انہیں انبیاء کا اتباع اور ان کی سیرت سے قربت کے مطابق ہوگا اور اس کا سبک وہلکا ہونا انبیاء اور اوصیاء سے دوری کے باعث ہوگا ،کافی اور معانی الاخبار میں امام صادق نے اس آیت کی تفسیر میں "ونضعَ الموازین القِسطَ لیومِ القیامة" اور ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازو قائم کرینگے فرمایا:" ھُم الأ نبیاء والأوصیاۂ" یعنی میزان عمل انبیاء او راوصیاء ہو ں گے

دوسری روایت میں فرمایا: "نحن موازین القسط"ہم میزان عدالت ہیں۔[3]

---

(1) بحارالانوار ج،7 ص 247و 243

(2) بحار الانوار ج،7 ص

248(3) بحارالانوار ج،7 ص 247و 243

مرحوم علامہ مجلسی، شیخ مفید سے نقل فرماتے ہیں کہ روایت میں آیاہے کہ:"ان أمیرالمؤمنین والأئمةمِن ذریته هم الموا زین "بیشک امیر المومنین اوران کی آل پاک ائمہ اطہار علیہم السلام قیامت میں میزان عدالت ہو ں گے۔ (1)

امیر المومنین ں کی پہلی زیارت مطلقہ میں آیاہے:"السلام علیک یامیزان الاعمال"میرا سلام ہو آپ پر اے میزان اعمال ۔لہٰذا جو کچھ اب تک بیان کیا گیا ہے وہ میزان عدل الٰہی ہے پیغمبر اکرم ﷺ او ر ہمارے ائمہ معصومین علیہم السلام اس کی عدالت کے مظہر او رنمونہ ہیں، بعض محققین کے بقول معصوم امام ترازو کے ایک پلڑے کے جیسے ہیں اور تمام لوگ اپنے اعمال وعقیدہ کیساتھ ترازو کے دوسرے پلڑے کی مانند ہیں اب ایک دوسرے کے ساتھ تولا جائیگا اب ہما را عمل او ر عقیدہ جتنا ان کے عقیدہ اورعمل سے قریب او ر مشابہ ہوگا اتنا ہی ہمارا وزن بھاری ہوگا جیسا کہ مرحوم طبرسی مجمع البیان میں سورہ کہف کی آیۃ105 کے ذیل میں فرماتے ہیں روایت صحیحہ میں ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا :

"انه لیأ تِی الرجل العظیم السمین یوم القیامة لایزن جناح بعوضة"قیامت کے دن ایک فربہ اور بھاری بھرکم آدمی کولا یا جائیگا اور اس کا وزن مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہوگا۔یعنی وہ انتہائی معمولی اور ہلکا ہوگا کیونکہ اس کے اعمال افکاراور اس کی شخصیت اس کے ظاہری قیافہ کے با لکل خلا ف چھوٹی اور ہلکی ہوگی۔

---

(1) بحار الانوار ج،7 ص 248

سوالات

1۔ قیامت میں گواہ کون لوگ ہونگے بطور خلاصہ بیان کریں ؟

2۔ میزان کے کیا معنی ہیں اور قیامت میں میزان کیسا ہوگا ؟

3۔ قیامت میں میزان عمل کون لوگ ہوں گے ؟

اڑتیسواں سبق

قیامت میں کس چیز کے بارے میں سوال ہوگا ؟

روز قیامت سب سے پہلے اس چیز کے بارے میں پوچھا جائے گا جس کی طرف توجہ دینا بہت اہم اور زندگی ساز ہے عن الرِضا عن آبائہ عن عليِ علیہ السلام قال:"قال النَّبيِّ أوَّل ما يسأل عنه العبد حبنا اهل البيت"امام رضا ؑنے اپنے والد اور انھوں نے مولائے کائنات سے نقل کیا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: سب سے پہلا سوال انسان سے ہم اہل بیت کی محبت کے بارے میں ہوگا۔ [1]

عن أبی بصیر قال : سمعتُ أ با جعفر علیہ السلام یقول: "اوّل ما يُحاسب العبد الصلاة فاِنْ قُبِلت قُبِلَ ما سواها"ابو بصیر کہتے ہیں کہ امام صادق کو میں نے فرماتے سنا ہے کہ سب سے پہلے جس کا حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے اگر یہ قبول تو سارے اعمال قبول ہوجائیں گے۔ [2]

پہلی حدیث میں عقیدہ کے متعلق پہلا سوال ہے اور دوسری حدیث میں عمل کے متعلق پہلاسوال ہےعن أبی عبدالله عليه السلام فی قول الله:

---

(1) بحارالانوار ج،7ص 260

(2) بحارالانوار ج،7 ص 267

" (اِنّ السمع والبصروالفؤاد کُلّ أولئِک کان عنه مسئولا) قال یُسال السمع عمّا یسمع والبصر عما یطرف والفؤاد عمّا عقد علیه"امام صادق نے خدا وند عالم کے اس قول کی تفسیر میں جس میں کہا گیاہے کہ کان آنکھ اور دل سے سوال ہوگا فرمایا: جوکچھ کان نے سنا اورجو کچھ آنکھوں نے دیکھا اور جس سے دل وابستہ ہوا سوال کیا جائے گا [1]عن أبی عبداللّھ قال، قال: رسول اللہ أنا أوّل قادم علیٰ اللہ ثُمَّ یُقدّم علّکتاب اللہ ثُمَّ یُقدم علّ أهل بیتی ثُمَّ یقدم علّ أمت فیقفون فیسألهم ما فعلتم فی کتابی وأهل بیت نبیّکم؟امام صادق سے نقل کیا گیا ہے کہ رسول خدا نے فرمایا :میں وہ شخص ہوں جو سب سے پہلے خدا کی بارگاہ میں جائوں گا پھر کتاب خدا (قرآن) اس کے بعد میرے اہل بیت پھر میری امت آئے گی ،وہ لوگ رک جائیں گے اور خدا ان سے پوچھے گا کہ میری کتاب اور اپنے نبی کے اہل بیت کے ساتھ تم نے کیا کیا؟ [2]عن الکاظم عن آبائه قال : قال رسول اللہ: لا تزول قدم عبد یوم القیامة حتیٰ یسأل عن أربع عن عمره فیما أفناه وشبابه فیما ابلاه وعَن مالهِ من این کسبه وفیما أنفقه وعن حبنا اهل البیت۔امام کاظم نے اپنے آباء واجداد سے نقل کیاہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ روز قیامت کسی بندے کاقدم نہیںاٹھے گا مگر یہ کہ اس سے چار چیزوں کے بارے میں پوچھا جائے گا اس کی عمر کے بارے میں کہ

---

(1) بحارالانوار ج7ص،267

(2) بحارالانوار ج7، ص265

کس راہ میں صرف کی؟ اس کی جوانی کے متعلق کہ کس راہ میں برباد کیا ؟اور مال کے بارے میں کہ کہا ں سے جمع کیا اور کہاں خرچ کیا ؟اور ہماری کی محبت کے بارے میں ۔[1]

روز قیامت او ر حقوق الناس کا سوال

جس چیز کا حساب بہت سخت دشوار ہوگا وہ لوگوں کے حقوق ہیں جو ایک دوسرے پر رکھتے ہیں ا س حق کو جب تک صاحب حق نہیں معاف کر ے گا خدا بھی نہیں معاف کرے گا اس سلسلہ میں بہت سی روایتیں پائی جاتی ہیں ان میں سے بعض بطور نمونہ پیش خدمت ہے۔

قال علی ں :أمّا الذنب الذیِ لا یغفر فمظالم العباد بعضهم لبعض أنَّ اللّٰه تبارک وتعالیٰ اِذا برز لخلقه أقسم قسماً علیٰ نفسه فقال: وعزتِی وجلالِی لا یجوزنِی ظلم ظالم ولو کف بکف... فیقتص للعباد بعضهم من بعض حتیٰ لایبقی لأحد علیٰ أحد مظلمة مولائے کائنات نے فرمایا وہ گناہ جو قابل معافی نہیں ہیں وہ ظلم ہے جو لوگ ایک دوسرے پر کرتے ہیں خداوند عالم قیامت کے دن اپنے عزت وجلال کی قسم کھا کر کہے گا کہ آج کسی کے ظلم سے در گذر نہیں کیاجائے گا چاہے کسی کے ہاتھ پر ہاتھ مارنا ہی کیوںنہ ہو پھر اس دن لوگوں کے ضائع شدہ حقوق کو خدا واپس پلٹائے گا تاکہ کوئی

---

(1) بحا الانوار ج،7ص 258

مظلوم نہ رہ جائے۔ [1] مولا ئے کائنات نے فرمایا ایک دن رسول خدا ﷺ نے اصحاب کے ساتھ نماز پڑھی اور پھر فرمایا : یہاں قبیلہ بنی نجار کا کوئی ہے ؟ان کا دوست جنت کے دروازے پر روک لیاجائے گا اسے داخل ہونے کی اجازت نہیںدی جائے گی صرف ان تین درہم کے لئے جو فلاں یہودی کا مقروض ہے جبکہ وہ شہداء کے مرہون منت ہے۔ [2]قال ابو جعفر:"کُلُّ ذَنب یُکفرّہ القتل فی سبیل اللہ اِلّا الدین فانّہ لا کفّارۃ لہ اِلّا أدائہ أو یقضی صاحبہ أو یعفو الذی لہ الحق"امام محمد باقر نے فرمایا : اللہ کی راہ میں شہید ہونا ہر گناہ کے لئے کفارہ ہے سوائے قرض کے چونکہ قرض کا کوئی کفارہ نہیں ہے صرف ادا ہے چاہے اس کا دوست ہی ادا کرے یا قرض دینے والا معاف کردے۔ [3]

رسول خدا ﷺ نے ایک دن لوگوں کو مخاطب کرکے فرمایا: جانتے ہو فقیر کون ہے، مفلس کون ہے ؟ انھوں نے کہا جس کے پاس دولت وثروت نہ ہو ہم اسے مفلس کہتے ہیںآنحضرت نے فرمایا: میری امت میں مفلس وہ شخص ہے جو روزہ، نماز اور زکوۃ کے ساتھ محشر میں آئے گا لیکن کسی کو گالی دی ہو یا غلط تہمت لگایا ہو اور کسی کے مال کو غصب کیا ہو اور کسی کو طمانچہ مارا ہو اس کے گناہ کو ختم کرنے کے لئے اس کی اچھائیوں کوبانٹ دیاجائے گا اگر اس کی نیکیاں تمام ہو گئیں تو صاحبان حق کے گناہوں کو اس کے نامہ اعمال میں لکھ دیا جائے گا اور اسے جہنم میں ڈال دیاجائے گا۔ [4]

---

(1)معاد فلسفی ج3،ص 172 ازکافی

(2)معاد فلسفی ج2،ص 194 احتجاج طبرسی

(3) سابق حوالہ 195 از وسائل الشیعہ

(4) معاد فلسفی ج3 از مسند احمد و صحیح مسلم

قال أ بو عبدالله ن:"أما أنّه ما ظفر أحد بخير من ظفر بالظلم أما أن المظلوم يأخذ من دين الظالم أكثر مما يأخذ الظالم من مال المظلوم "امام صادق نے فرمایا: یہ جان لوکہ کوئی شخص ظلم کے ذریعہ
کامیاب نہیں ہو سکتا اور مظلوم ظالم کے دین سے اس سے زیادہ حاصل کرے گا جتنا اس نے مظلوم کے مال سے حاصل کیا ہے۔ (1)

صراط دنیا یا آخرت کیا ہے ؟

صراط کے معنی لغت میں راستہ کے معنی ہیں قران اور احادیث پیغمبر کی اصطلاح میں صراط دو معنی میں استعمال ہو اہے ایک صراط دنیا اوردوسرا صراط آخرت

صراط دنیا : نجات وکامیابی او ر سعادت کی راہ جیسا کہ قرآن میں آیا ہے (وأنّ هَذَا صِرَاطِي مُستقيماً فاتَّبِعُوه وَلاَ تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُم عَن سبِيلِهِ) اور یہ ہمارا سیدھا راستہ ہے اس کا اتباع کرو اوردوسرے راستوں کے پیچھے نہ جائوکہ راہ خدا سے الگ ہوجائو گے۔ (2) (وهَذَا صِرَاطُ رَبّکَ مُستَقِيماً) اوریہی تمہارے پروردگار کا سیدھا راستہ ہے۔ (3)

یہ صراط دنیا حدیثوں میں مختلف طریقوں سے آیا ہے من جملہ خدا کو پہچاننے کاراستہ اسلام ،دین ،قرآن ،پیغمبر ،امیرالمومنین ،ائمہ معصومین اور یہ سب کے سب ایک معنی کی طرف اشارہ ہیں وہ ہے سعادت اور کامیابی کاراستہ۔اس راستہ

---

(1)کافی جلد3، از مسند احمد و صحیح مسلم

(2) سورہ انعام آیۃ153

(3)سورہ انعام آیۃ126

کو پار کرنے کا مقصد عقائد حقہ کا حاصل کرنا ہے (خدا وند عالم کو پہچاننے سے لے کر اس کے صفات اور انبیاء اور ائمہ کی معرفت اورتمام اعتقادات کی شناخت نیز دین کے احکام پر عمل کرنا اور اخلاق حمیدہ کا حصول ہے) ۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ راستہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے او رجو بھی دقت اور غور وفکر کے ساتھ اس سے گزر جائے گا وہ راہ آخرت طے کرلے گا۔ صراط آخرت : اس پل اور راستہ کو کہا جاتاہے جو جہنم پر سے گذرا ہے اور اس پل کادوسرا سراجنت کوپہنچتا ہے جو بھی اسے طے کرلے گا وہ ہمیشہ کی کامیابی پالے گا اور جنت میں اس کا ٹھکانہ جاودانی ہوگا اور جو بھی اس سے عبور نہیں کرپائے گا آگ میں گر کر مستحق عذاب ہوجائے گا (وَاِن مِنکُم اِلَّا وَارِدُهَا کَانَ علیٰ رَبّک حَتَماً مَقضِیاً ثُمَّ نُنجِی الَّذینَ اِتَّقوا وَ نَذرُ الظَّالِمِینَ فِیهَا جَثِیاً) اور تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے مگر یہ کہ اسے جہنم میں وارد ہوناہے ہوکہ یہ تمہارے رب کا حتمی فیصلہ ہے اس کے بعد ہم متقی افراد کو نجات دے دیں گے اور ظالمین کو جہنم میں چھوڑ دیں گے۔ (1)

اس آیت کے ذیل میں پیغمبر اکرم ﷺ کی حدیث ہے جس میں فرمایا ہے: بعض لوگ بجلی کی طرح پل صراط سے گذر جائیں گے، بعض لوگ ہوا کی طرح اور بعض لوگ گھوڑے کی طرح اور بعض دوڑ تے ہو ئے اور بعض راستہ چلتے ہوئے اوریہ ان کیاعمال کے لحاظ سے ہوگا۔

---

(1) سورہ مریم آیۃ،72

جابر ابن عبداللہ انصاری کہتے ہیں: میں نے رسول خدا سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: کوئی نیک یا گنہگار نہیں بچے گا مگر یہ کہ اسے دوزخ میں ڈالا جائے گا لیکن مومن کے لئے ٹھنڈی اور سالم ہوگی جیسے جناب ابراہیم کے لئے آگ تھی پھر متقی اس سے نجات پا جائے گا اور ظالم وستم گر اسی آگ میں رہینگے۔[1]

جو بھی دنیا کے راستے پر ثابت قدم رہے گا وہ آخرت میں لڑکھڑائے گا نہیں

عن مفضل بن عمر قال :سألت أبا عبد اللهِ علیه السلام عن الصِّراط فقال:هو الطریق اِلیٰ معرفة الله عزَّوجلَّ وهما صراطان صراط فيِ الدّنیا وصراط فيِ الآخرة فَأمّا صراط الذیِ فی الدنیا فهو الأمام المفروض الطاعة من عرفه فی الدنیا واقتدیٰ بهداه مرّ علیٰ الصّراط الذی هو جسر جهنم فی الا خرة ومن لم یعرفه فی الدنیا زلت قدمه علیٰ الصّراط فِي الآخرة فتردیٰ فی نار جهنم۔

مفضّل بیان کرتے ہیں میں نے امام صادق سے صراط کے بارے میں پوچھا: امام نے فرمایا: وہی خدا کو پہچاننے کا راستہ ہے اوریہ دو راستے ہیں ایک دنیا میں اور ایک آخرت میں لیکن دنیامیں صراط امام ہے جس کی اطاعت واجب ہے اور جو بھی اسے پہچان لے او راس کی اتباع کرے تو اس پل سے جو جہنم پر ہے آسانی سے گذر جائے گا اور جس نے بھی اسے نہیں پہچانا اس کے قدم صراط آخرت پہ

---

(1) تفسیر نورالثقلین ج،3 ص353

لڑکھڑائیں گے اور جہنم میں گرجائے گا۔[1]

سورہ الحمد کے اِھدنا الصِراط المُستقیمَ کے ذیل میں بہت سے حدیثیں تفسیر روائی میں بیان کی گئی ہیں، تفسیر نورالثقلین سے، ان میں سے بعض کی طرف اشارہ کرتے ہیں "قال رسول اللہ: اِھدنا الصَّراط المستقیمَ صراط الأنبیّاء و ھم الّذین أنعم اللہ علیھم"رسول اللہ نے فرمایا صراط مستقیم انبیاء کا راستہ ہے اور یہ وہی لوگ ہیں جن پر خدا نے نعمت نازل کی ہے۔

امام صادق نے فرمایا: صراط مستقیم امام کو پہچاننے کا راستہ ہے اور دوسری حدیث میں فرمایا :واللّٰہ نحن الصّراط المستقیم خدا کی قسم ہم ہی صراط مستقیم ہیں۔ (صِراط الّذین أنَعمتَ عَلیھم) کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے محمد اور ان کی ذریۃ(صلوات اللہ علیہم) مراد ہے۔

امام محمد باقر نے آیت کی تفسیر میں فرمایا: ہم خدا کی طرف سے روشن راستے اور صراط مستقیم ہیں اور مخلوقات خدا کے لئے نعمات الٰہی ہیں۔[1]

دوسری حدیث میں امام جعفر صادق نے فرمایا :الصَّراط المستقیم أمیرُ المؤمنین امیر المومنین صراط مستقیم ھیں قال النبّی :اِذاکان یوم القیامۃ ونصب الصّراط علیٰ جھنم لم یجز علیہ اِلّا مَن کان معہ جواز فیہ ولایۃ علی بن أبی طالب علیہ السلام وذلک قولہ:

---

(1) تفسیر نورالثقلین ج1،ص20 تا 24

(وَقِفُوهُم أَنَّهُم مَسئُولُونَ) یعنی عن ولایۃ علی بن ابی طالب ؛پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا جب قیامت آئے گی اور پل صراط کو جہنم پر رکھا جائے گا کوئی بھی اس پر سے گذر نہیں سکتا مگر جس کے پاس اجازت نامہ ہوگا جس میں علی ں کی ولایت ہوگی اور یہی ہے قول خدا: کہ روکو انہیں ان سے سوال کیا جائے گا یعنی علی ابن ابی طالب کی ولایت کے سلسلے میں سوال کیا جائے گا۔

دوسری حدیث میں پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: پل صراط پر وہ اتنا ہی ثابت قدم ہوگا جو ہم اہل بیت سے جتنی محبت کرے گا۔ [1]

---

(1) بحارالانوار ج 8، ص 68۔69

سوالات

1۔قیامت میں کس چیز کے بارے میں سوال ہوگا ؟

2۔ پیغمبر کی نظر میں فقیر اور مفلس کون ہے ؟

3۔ صراط دنیا اور صراط آخرت کسے کہتے ہیں ؟

4۔ امام صادق نے صراط کے سلسلے میں مفضل سے کیا فرمایا ؟

انتالیسواں سبق

بہشت اور اہل بہشت ، جہنم اور جہنمی

انسان کا آخری مقام جنت یا دوزخ ہے یہ قیامت کے بعد اور ابدی زندگی کی ابتداء ہے جنت یعنی جہاں تمام طرح کی معنوی اورمادی نعمتیں ہوں گی دوزخ یعنی تمام طرح کی مصیبت سختی اور شکنجہ کا مرکز۔ بہت سی آیتیں اور روایتیں جنت کی صفات ونعمات اور جنتی لوگوں کے بارے میں آئی ہیں یہ نعمتیں روحانی بھی ہیں اور جسمانی بھی، پہلے جیسا کہ بیان کیاجاچکا ہے کہ معاد جسمانی بھی ہے اور روحانی بھی لہٰذا ضروری ہے جسم اور روح دونوں مستفیض ہوں یہاں فقط ان نعمتوں کی فہرست بیان کر رہے ہیں ۔

جسمانی نعمتیں

1۔ جنتی باغ : قرآن مجید کی 100 سے زیادہ آیتیں ہیں جس میں جنت اور جنات وغیرہ جیسے الفاظ استعمال ہوئے ہیں ایسے باغ جن کا دنیا کے باغات سے تقابل نہیں کیا جاسکتا اور وہ ہمارے لئے بالکل قابل ادراک نہیں ہے ۔

2۔ بہشتی محلات : مساکن طیبہ کے لفظ سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ بہشتی محل میں تمام سہولتیں مہیا ہوں گی ۔

3۔ مختلف النوع تخت اور بستر : جنت کی بہترین نعمتوں میں سے وہاں کے بہتریں بستر ہیں جو انسان کے دلوں کو موہ لیں گے اوردل کو لبھانے والے ہیں جنکے لئے مختلف لفظ استعمال ہوئے ہیں ۔

4۔ جنتی خوان : تمام آیتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جنت میں طرح طرح کے کھانے ہو نگے جملہ مِمَّا یَشْتَھُونَ(من چاہا) کے بہت وسیع معنی ہیں اور اس کی بہترین تعبیر رنگ برنگ کے پھل ہیں ۔

5۔ پاک مشروب :جنت میں مشروب مختلف النوع اور نشاط آورہو گی اور قرآن کے بقول " لَذۃٌ لِلشّاربینَ" پینے والوں کے لئے لذت وسرور کا باعث

ہوگا ہمیشہ تازہ، مزہ میں کوئی تبدیلی نہیں شفاف او رخوشبو دار ہوگا ۔

6۔ لباس اور زیورات :انسان کے لئے بہترین زینت لباس ہے قرآن وحدیث میں اہل بہشت کے لباس کے سلسلے میں مختلف ا لفاظ استعمال ہوئے ہیں جس سے ان کے لباس کے خوبصورتی او رکشش کا پتہ چلتا ہے ۔

7۔ جنتی عورتیں : شریف عورت، انسان کے سکو ن کاباعث ہے بلکہ روحانی لذت کا سرچشمہ ہے قرآن اور احادیث معصومین میں مختلف طریقہ سے اس نعمت کا ذکر ہوا ہے اور اس کی بہت سے تعریف کی گئی ہے یعنی جنتی عورتیں تمام ظاہری اور باطنی کمالات کی مظہر ہونگی ۔

8۔ جو بھی چاہئے" (فِيها مَاتشتهيِهِ الأنفُس وتَلَذَ الأعيُن") جو بھی دل چاہے گا اور جو بھی آنکھونکی ٹھنڈک کا باعث ہوگا وہ جنت میں موجود ہوگا یہ سب سے اہم چیز ہے جو جنت کے سلسلہ میں .بیان کی گئی ہے یعنی تمام جسمانی او رروحانی لذتیں پائی جائیں گی ۔

روحانی سرور

جنت کی روحانی نعمتیں مادی اور جسمانی لذتوں سے بہتر او رافضل ہوں گی چونکہ ان معنوی نعمتوں کا ذکر پیکر الفاظ میں نہیں سماسکتا : یعنی کہنے اور سننے والی نہیں ہیں، بلکہ درک کرنے والی او رحاصل کرنے والی اوربراہ راست قریب سے لذت بخش ہیں ،اسی لئے قرآن او رحدیث میں زیادہ ترکلی طورپر او رمختصر بیان کیاگیاہے۔

1۔ خصوصی احترام : جنت میں داخل ہوتے وقت فرشتوں کے استقبال اور خصو صی احترام کے ذریعہ آغاز ہوگا اورجس دروازہ سے بھی داخل ہوگا فرشتے اسے سلام کریں گے اور کہیں گے صبر اور استقامت کے باعث اتنی اچھی جزاملی ہے ۔

2۔سکون کی جگہ:جنت سلامتی کی جگہ ہے سکون واطمینان کاگھر(أُدخُلُوا الجَنَّةَ لَا خَوفُ عَلَيكُم وَلَا أَنتُم تَحزَنُونَ) جائو جنت میں داخل ہو جائو۔جہاں نہ کسی طرح کا خوف ہوگا نہ حزن وملا ل پایا جائے گا۔ [1]

---

(1)سورہ اعراف آیۃ49

3۔ باوفا دوست اور ساتھی : پاک اور باکمال دوستوں کا ملنا یہ ایک بہترین روحانی لذت ہے جیسا کہ قرآن میں آیا ہے (وَحَسُنَ أُولئِکَ رَفِيقاً) کتنے اچھے دوست ہیں یہ فضل ورحمت خدا ہے۔

4۔ شیریں لہجہ میں گفتگو : جنت میں بے لوث اور اتھاہ محبت فضا کو اور شاداب وخوشحال کردے گی وہا ں لغو اور بیہودہ باتیں نہیں ہوں گی فقط سلام کیاجائیگا "في شغل فاکھون"خوش وخرم رہنے والے کام ہو ں ۔

5۔ بیحد خوشحالی او رشادابی : (تَعرِفُ فِي وُجُوهِهِم نَضرَةَ النَّعِيمِ) تم ان کے چہروں پر نعمت کی شادابی کامشاہدہ کروگے [1] (وَوُجُوهُ يَومئِذٍ مُسفِرَةُ ضاحِکةُ مُستبشِرَةُ) مسکراتے ہوئے کھلے ہوئے ہونگے۔ [2]

6۔ خدا کی خوشنودی کا احساس : محبوب کی رضایت کاادراک سب سے بڑی معنوی لذت ہے جیسا کہ سورہ آل عمران کی آیۃ15 میں جنت کے سرسبز باغ او رپاک وپاکیزہ عورتوں کے ذکر کے بعد ارشاد ہوتاہے وَرِضوان مِن اللہ(خداکی خوشنودی)" (رَضِيَ اللّهُ عَنهُم وَرَضُوا عَنهُ ذَلِک الفَوزُ العَظِيمَ") خدا ان سے راضی ہوگا اور وہ خدا سے اوریہی ایک عظیم کامیابی ہے۔ [3]

7۔ بہشتی نعمتوں کاجاویدانی اور ابدی ہونا : خوف اورہراس ہمیشہ فنا اورنابودی سے ہوتا ہے لیکن جنت کی نعمتیں ابدی او رہمیشہ رہنے والی ہیں فنا کاخوف

---

(1) سورہ مطففین آیۃ: 24

(2) سورہ عبس آیۃ:38۔ 39

(3) سورہ مائدہ آیۃ: 119

نہیں ہے یہ بہترین اورابدی خاصیت کے حامل ہیں: (أُكُلُهَا دَائِمٌ وَظِلُّهَا) ۔[1]
اس کے پھل دائمی ہوں گے اور سایہ بھی ہمیشہ رہے گا ۔

8۔ پرواز فکر کی رسائی جہاں ممکن نہیں: (فَلَا تَعلمُ نَفس مَاأخفیٰ لهُم مِّن قُرَّةِ أعيُن) کوئی نہیں جانتا کہ اس کے لئے ایسی مخفی جزاء ہے جو اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہوگی۔[2] پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا :جنت میں ایسی چیزیں ہوں گی جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا اور نہ کان نے سنا ہوگا اور نہ ہی قلب کی رسائی وہاںتک ہوئی ہوگی۔ [3]

جہنم اور جہنمی لوگ

جہنم، الٰہی قہر وغضب کانام ہے جہنم کی سزا جسمانی اور روحانی دونوںہے، اگرکوئی شخص انہیں فقط روحی اور معنوی سزا سے مخصوص کرتا ہے تو یہ قرآن کی بہت سی آیتوں پر توجہ نہ کرنے کے سبب ہے، قیامت کی بحث میں ذکر کیا گیاہے کہ قیامت جسمانی اور روحانی دونوںہے لہٰذا جنت اور جہنم دونوں میں یہ صفت ہے ۔

جہنمیوں کی جسمانی سزا

1۔ عذاب کی سختی :

جہنم کی سزا اس قدر سخت ہوگی کہ گنہگار شخص چاہے گا کہ بچے ،بیوی ،بھائی

---

(1)سورہ رعد آیۃ:35

(2) سورہ سجدہ آیۃ: 17

(3) المیزان و مجمع البیان

دوست ،خاندان یہانتک کہ روی زمین کی تمام چیزوں کو وہ قربان کردے تاکہ اس کے نجات کاباعث قرار پائے ۔(يَوَدُّ المجرِمُ لويَفتَدِ مِن عَذَابِ يَومَئِذٍ بِبَنِيهِ وَصَاحِبته وأَخِيهِ وَفَصِيلتِه التِ تُؤيهِ وَمَن فيِ الأَرضِ جَميعاً ثُمَّ يُنجِيهِ) مجرم چاہے گا کہ کاش آج کے دن کے عذاب کے بدلے اس کی اولاد کو لے

لیا جائے اور بیوی اوربھائی کو اور اس کے کنبہ کو جس میں وہ رہتا تھا اورروی زمین کی ساری مخلوقات کو اور اسے نجات دے دی جائے۔ [1]

2۔ جہنمیوںکا خورد ونوش :(اِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُومِ طَعَامُ الأَثِيمِ كَالمهلِ يَغل فيِ البُطُونِ كَغلِ الحَمِيمِ) بے شک آخرت میں ایک تھوہڑ کادرخت ہے جوگنہگا رونکی غذاہے وہ پگھلے ہوئے تانبے کی مانند پیٹ میں جوش کھائے گا جیسے گرم پانی جوش کھاتاہے۔ [2]

3۔ جہنمی کپڑے :(وَتَرىٰ المجرِمِينَ يَومئِذٍ مُقَرَّنِينَ فيِ الأَصفَادِ سَرَابِيلُهُم مِن قَطِرانٍ وَتَغشىٰ وُجُوهَهم النَّارُ) اور تم اس دن مجرموں کو دیکھو گے کہ کسی طرح زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں ان کے لباس قطران (بدبودار مادہ کے) ہونگے اوران کے چہروں کو آگ ہرطرف سے ڈھا نکے ہوئے ہوگی[3] (فَالَّذِينَ كَفَرُوا قُطِعَت لَهُم ثِيَابُ مِن نَارٍ يُصبُّ مِن فَوقِ رُؤُوسِهِم الحَمِيمُ يُصهَرُ بِهِ مَا فيِ بُطُونِهِم وَالجُلُودُ) جولوگ کافرہیں ان کے واسطے آگ کے

(1) سورہ معارج 11۔14

(2) سورہ دخان 43۔46

(3)سورہ ابراہیم 49۔ 50

کپڑے قطع کئے جائیں گے او ران کے سروں پر گرما گرم پانی انڈیلا جائے گا جس سے ان کے پیٹ کے اندر جو کچھ ہے او ران کی جلدیں سب گل جائیں گی ۔[1]

4۔ ہر طرح کا عذاب : جہنم میں ہر طرح کا عذاب ہوگا کیونکہ جہنم خدا کے غیظ و غضب کانام ہے (اِنَّ الَّذِینَ کَفَرُوا بِآیاتِنا سَوفَ نُصلِیهِمَ نَاراً کُلَّما نَضِجَت جُلُودُهُم بَدَّلنَا هُم جُلُوداً غَیرَها لِیَذُوقُوا العَذَابَ اِنَّ اللّهَ کَانَ عَزِیزاً حَکِیما) اور بے شک جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا انکا رکیاہے ہم انہیں آگ میں بھون دیں گے اور جب ایک کھال پک جائے گی تو دوسری بدل دینگے تاکہ عذاب کامزہ چکھتے رہیں خدا سب پر غالب اور صاحب حکمت ہے[2]

روحانی عذاب

1۔ غم والم اور ناامیدی : (کُلَّما أَرادُوا أَنْ یَخرُجُوا مِنها مِن غَمٍّ أُعیدُوا فِیهَا وَذُوقُوا عَذَابَ الحَرِیقِ) جب یہ جہنم کی تکلیف سے نکل بھاگنا چاہیں گے تو دوبارہ اسی میں پلٹا دیے جائیں گے کہ ابھی اور جہنم کا مزہ چکھو ۔[3]

2۔ذلت ورسوائی (وَ الَّذِینَ کَفَرُوا وَکَذَّبُوا بِآیاتِنَا فَأُولئِک لَهُم عَذَابُ مُهِینُ) اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اورہماری آیتوں کی تکذیب کی ان کے لئے نہایت درجہ رسواکن عذاب ہے۔[4]

قرآن میں متعدد جگہ اہل جہنم کی ذلت اور رسوائی کو بیان کیا گیا ہے جس

---

(1) سورہ حج 19تا20

(2) سورہ نساء آیۃ56

(3) سورہ حج آیۃ22

(4) سورہ حج آیۃ57

طرح وہ لوگ دنیا میں مومنین کو ذلیل سمجھتے تھے ۔

3۔ تحقیر وتوہین :جب جہنمی کہیں گے بار الہا! ہمیں اس جہنم سے نکال دے اگر اس کے بعد ھم دوبارہ گناہ کرتے ہیں تو ہم واقعی ظالم ہیں ان سے کہا جائیگا۔ (أخسئوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونَ) اب اسی میں ذلت کے ساتھ پڑے رہو اور بات نہ کرو [1]

اخساء کا جملہ کتے کو بھگانے کے وقت کیا جاتا ہے اوریہ جملہ گنہگا روں اور ظالموں کو ذلیل کرنے کے لئے استعمال ہوا ہے ۔

4۔ ابدی سزا اور امکانات :(وَمَنْ يَعصِ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ فَأِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَداً) اور جو اللہ اور رسول کی نافرمانی کرے گا اس کے لئے جہنم ہے اور وہ اسی میں ہمیشہ رہنے والا ہے۔ [2]

دائمی اور ابدی ہونا جو جہنمیو نکے لئے ہے بہت دردناک اور سخت ہوگا چونکہ ہر پریشانی اور سختی میں نجات کی امید ہی خوشی کا سبب ہوتی ہے لیکن یہاں سختی اور بے چینی اس لئے زیادہ ہوگی،کہ نجات کی کوئی امید نہیں ،اس کے علاوہ رحمت خدا سے دوری سخت روحی بے چینی ہے ۔

سوال؟ یہ کیسے ہوگا کہ وہ انسان جس نے زیادہ سے زیادہ سوسال گناہ کئے اسے کروڑوں سال بلکہ ہمیشہ سزادی جائے البتہ یہ سوال جنت کے دائمی ہونے پر بھی

---

(1) سورہ مومنون آیۃ:108

(2)سورہ جن آیۃ23

ہے لیکن وہاں خداکا فضل وکرم ہے لیکن دائمی سزا عدالت الٰہی سے کس طرح سازگار رہے ؟۔

جواب : بعض گناہ جیسے(کفر)کا فر ہونا اس پر دائمی عذاب یہ قرین عقل ہے بطور مثال اگر ڈرائیور کا ٹرافیک کے قانو ن کی خلاف ورزی کے باعث ایکسیڈنٹ میں پیر ٹوٹ جائے تو اس کی خلاف ورزی ایک سکنڈ کی تھی مگر آخری عمر تک پیر کی نعمت سے محروم رہے گا ۔

ماچس کی ایک تیلی پورے شہر کو جلانے کے لئے کافی ہے انسان کے اعمال بھی اسی طرح ہیں، قرآن میں ارشاد رب العزت ہے (وَلَا تُجزَونَ اِلَّا مَاکُنتُم تَعملَونَ) اورتم کو صرف ویسا ہی بدلہ دیا جائے گا جیسے اعمال تم کررہے ہو[1] دائمی ہونا یہ عمل کے باعث ہے ۔

---

(1)سورہ یس آیۃ54

سوالات

1۔ جنت کی پانچ جسمانی نعمتوں کو بیان کریں ؟

2۔جنت کی پانچ روحانی نعمتونکا بیان کریں ؟

3۔ اہل جہنم کی تین جسمانی سزائیں بیان کریں ؟

4۔ اہل جہنم کی تین روحانی عذاب کو بیان کریں ؟

چالیسواں سبق

شفاعت

شفاعت ایک اہم دینی اور اعتقادی مسائل میں سے ہے قرآن اور احادیث معصومین میں اس کا متعدد بار ذکر آیا ہے اس کی وضاحت کے لئے کچھ چیزوں پر توجہ ضروری ہے !

1۔ شفاعت کے کیا معنی ہیں ؟ لسان العرب میں مادہ شفع کے یہ معنی ہیں : "الشّافعُ الطالب لغیره یتشفع به الیٰ المطلوب" (شافع اسے کہتے ہیں جو دوسرے کے لئے کوئی چیز طلب کرے) مفردات راغب میں لفظ شفع کے یہ معنی بیان کئے گئے ہیں :"الشفاعة الانضمام الیٰ آخر ناصراً له وسائلاً عنه" شفاعت ایک دوسرے کا ضم ہونا اس لحاظ سے کہ وہ اس کی مدد کرے اور اس کی طرف سے اس کی ضروریات کا طلبگار ہو ۔

مولا ئے کائنات نے اس سلسلے میں فرمایا : الشفیع جناح الطالب شفاعت کرنے والا محتاج کے لئے اس کے پر کی مانند ہے جس کے مدد سے وہ مقصد تک پہنچے گا ۔ (1)

---

(1) نہج البلاغہ حکمت 63

2۔ ہماری بحث کا مقصد وہ شفاعت ہے جس کے ایک طرف خدا ہو یعنی شفاعت کرنے والا، خالق اور مخلوق کے درمیان واسطہ بنے، دو مخلوق کے درمیان شفاعت میرا مقصد نہیں ہے دوسرے لفظوں میں یوں سمجھ لیں کہ قوی اور مضبوط شخص کا کمزور کے کنارے ہونا اور اس کی مدد کرنا تاکہ وہ کمال کی منزل تک پہنچ سکے اور اولیاء خدا کا لوگوں کے واسطے شفاعت کرنا، قانون کی بناء پر ہے نہ کہ تعلقات کی بناء پر اسی سے پتہ چلتا ہے کہ شفاعت اور پارٹی بازی میں فرق ہے۔

اثبات شفاعت

3۔ شفاعت مذہب شیعہ کی ضروریات میں سے ہے اور اس پر بہت سی آیات ور روایات دلالت کرتی ہیں (وَلَا تَنفَعُ الشَّفٰاعَةُ عِندَهُ اِلَّا لِمَن اَذِنَ لَهُ) اس کے یہاں کسی کی بھی سفارش کام آنے والی نہیں ہے مگر وہ جس کو خود اجازت دے دے[1] (یَومَئِذٍ لا تَنفَعُ الشَّفٰاعَةُ اِلَّا مَن أَذِنَ لَهُ الرَّحمَٰنُ وَ رَضِیَ لَهُ قَولا) اس دن کسی کی سفارش کام نہیں آئے گی سوائے ان کے جنہیں خدا نے خود اجازت دی ہے ہو اور وہ ان کی بات سے راضی ہے[2](مَا مِن شَفِیعٍ اِلَّا مِن بَعدِ اِذنِهِ) کوئی اس کی اجازت کے بغیر شفاعت کرنے والا نہیں ہے)[3] (مَنْ ذَا الّذِ یَشفعُ عِندُه اِلّا بِاِذنِهِ) کون ہے جو اس کی بارگاہ میں اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے؟[4](وَلا یَشفَعُونَ أِلّا لِمَنِ ارتَضیٰ) اور

---

(1) سورہ سبائ 23

(2) سورہ طہ 9،10

(3) سورہ یونس 3

(4) سورہ بقرہ 255

فرشتے کسی کی سفارش بھی نہیں کر سکتے، مگر یہ کہ خدا اس کو پسند کرے [1] ان مذکورہ تمام آیتوں میں کہ جن میں شفاعت کے لئے خدا کی رضایت اور اجازت شرط ہے یہ تمام کی تمام آیتیں شفاعت کو ثابت کرتی ہیں اور واضح ہے کہ پیغمبر اکرم اور دوسرے معصومین کا شفاعت کرنا خدا کی اجازت سے ہے۔

سوال: بعض قرآنی آیتوں میں شفاعت کا انکار کیونکیا گیا ہے ؟جیسے سورہ مدثر کی آیت 48 (فَمَا تَنفَعُهُم شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ) تو انہیں سفارش کرنے والوں کی سفارش بھی کوئی فائدہ نہ پہنچائے گی (وَاتَّقُوا يَوماً تَجزِ ِ نَفسُ عَن نَفسٍ شَيئاً وَلَا يُقبلُ مِنها شَفاعةُ وَلَا يُؤخَذُ مِنها عَدلُ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ) اس دن سے ڈرو جس دن کوئی کسی کا بدل نہ بن سکے گا اور کسی کی سفارش قبول نہ ہوگی نہ کوئی معاوضہ لیا جائے گا اور نہ کسی کی مدد کی جائے گی۔ [2]

جواب: پہلی آیت ان لوگوں کے بارے میں ہے کہ جنہوں نے نماز اور خدا کی راہ میں کھانا کھلانے کو چھوڑ دیا اور قیامت کو جھٹلاتے ہیں، آیت میں ارشاد ہے کہ ان لوگوں کے لئے شفاعت کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی اس میں بھی ضمنی طور پر شفاعت کا ہونا ثابت ہے یعنی پتہ چلتا ہے کہ قیامت میں شفاعت ہے ہرچند کہ بعض لوگوں کے لئے نہیں ہے۔

اور دوسری آیت کے سیاق وسباق سے پتہ چلتا ہے کہ یہ قوم یہود کے

---

(1)سورہانبیاء 28

(2) سورہ بقرہ آیۃ48

بارے میں ہے کہ انہوں نے کفر اور دشمنی کو حق کے مقابلے قرار دیا ہے یہا ں تک کہ انبیاء الٰہی کو قتل کیا ، لہٰذا ان کے لئے کوئی شفاعت فائدہ نہ دے گی ۔ اوپر کی آیت کلی طور پر شفاعت کی نفی نہیں کر رہی ہے اس کے علا وہ اس کے پہلے کی آیتیں اور متواتر روایات اور اجماع امت سے شفاعت کا پایا جانا ثابت ہوتا ہے ۔

سوال : بعض آیتوں میں شفاعت کو کیوں فقط خدا سے مخصوص کردیا ہے ؟

جیسے (ما لَكُم مِنْ دُونهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا شَفِيعٍ) اور تمہارے لئے اس کے علاوہ کوئی سرپرست یا سفارش کرنے والا نہیں ہے۔[1] (قُلْ لِلّٰهِ الشَّفاعَةُ جَميعاً) کہہ دیجئے کہ شفاعت کا تمام تر اختیار اللہ کے ہاتھوں میں ہے۔[2]

جواب : واضح رہے کہ بالذات اور مستقل طور پر شفاعت فقط خدا سے مخصوص ہے اور دوسروں کا خدا کی اجازت سے شفاعت کرنا یہ منافی نہیں ہے ان مذکورہ آیتوں کے مطابق کہ جن میں شفاعت کو خدا کی اجازت کے ساتھ جانا ہے اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بعض شرائط کے تحت دوسروں کے لئے بھی شفاعت ثابت ہے۔

فلسفۂ شفاعت

شفاعت ایک اہم تربیتی مسئلہ ہے جو مختلف جہتوں سے مثبت آثار کا حامل اور زندگی ساز ہے ۔

1۔ اولیاء خدا اور شفاعت کئے جانے والے لوگوں کے درمیان معنوی رابطہ

---

(1) سورہ سجدہ آیة4

(2) سورہ زمر آیة44

واضح سی بات ہے جو قیامت کے خوف سے مضطرب اور بے چین ہو ایسے کے لئے ائمہ اور پیغمبر اسلام ﷺ سے شفاعت کی امید اس بات کا باعث بنے گی کہ وہ کسی طرح ان حضرات سے تعلقات بحال رکھے۔

اور جوان کی مرضی ہو اسے انجام دے اور جوان کی ناراضگی کا سبب ہو اس سے پرہیز کرے کیونکہ شفاعت کے معنی سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ شفاعت کرنے والے اور شفاعت پانے والے کے درمیان معنوی رابطہ ہونا ضروری ہے۔

2۔ شرائط شفاعت کا حاصل کرنا وہ آیت اور احادیث جو پہلے ذکر کی گئیں ان میں شفاعت کے لئے بہت سی شرطیں قرار دی گئی ہیں یہ بات مسلّم ہے کہ جو شفاعت کی امید میں اور اس کے انتظار میں ہے وہ کوشش کرے گا کہ یہ شرطیں اپنے اندر پیدا کرے سب سے اہم ان میں خدا کی مرضی حاصل کرنا ہے یعنی لازم ہے ایسا کام انجام دے جو خدا کو مطلوب ہو اور جو شفاعت سے محرومیت کا باعث بنے اسے چھوڑ دے۔

شفاعت کے بعض شرائط

الف) بنیا دی شرط ایمان ہے جو لوگ با ایمان نہیں ہیں یا صحیح عقیدہ نہیں رکھتے ہیںشفاعت ان کو شامل نہیں ہوگی ۔

ب) نماز چھوڑنے والا نہ ہو یہاں تک کہ امام صادق کی روایت کے مطابق نماز کو ہلکا بھی نہ سمجھتا ہو ۔

ج) زکات نہ دینے والوں میں سے نہ ہو ۔

د) حج چھوڑنے والوں میں سے نہ ہو ۔

ھ) ظالم نہ ہو (وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِن حَمِيم وَلَا شَفِيع يُطَاع) کیوں کہ ظالموں کے لئے کوئی مہربان دوست یا کوئی شفاعت فائدہ نہیں دے گی ، سورہ مدثر میں ارشاد ہوا ہے کچھ چیزیں ایسی ہیں جو شفاعت سے انسان کو محروم کردیتی ہیں۔

1۔ نماز کی طرف دھیان نہ دینا۔

2۔ معاشرہ میں محروم لوگوں کی طرف توجہ نہ کرنا۔

3 ۔باطل امور میں لگ جانا۔

4 ۔قیامت سے انکار کرنا۔

یہ تمام چیزیں سبب بنتی ہیں کہ وہ انسان جو شفاعت کا خواہاں ہے اپنے اعمال میں نظر ثانی کرے اپنے آئندہ کے اعمال میں سدھار لائے لہذا شفاعت زندگی ساز اور مثبت آثار کا حامل ہے اور ایک اہم تربیتی مسئلہ ہے [1]

والحمدُ للهِ ربِّ العالمينَ

---

(1) قیامت کی بحث میں ان کتابوں سے نقل یا استفادہ کیا گیا ہے ، نہج البلاغہ ،بحارالانوار ، تسلیۃ الفوائد مرحوم شبر، کلم الطیب (مرحوم طیب) ، محجۃ البیضاء (مرحوم فیض) ، معاد آقای فلسفی ، معاد آقای مکارم ، معاد آقای قرائتی معاد آقای سلطانی ، تفسیر نمونہ اور سب سے زیادہ جس سے استفادہ کیا گیا ہے وہ ہے پیام قرآن ج،5 و 6۔

سوالات

1۔ شفاعت کسے کہتے ہیں اور شفاعت کرنے والے کون ہیں ؟

2۔ شفاعت کے زندگی ساز اور مثبت آثار بیان کریں ؟

3 ۔ شفاعت کے شرائط بیان کریں ؟

منابع وماخذ

1۔ قرآن

2۔ نہج البلاغہ

3۔ توحید صدوق

4۔ تفسیر پیام قرآن

5۔ بحارالانوار............. محمدباقر مجلسی

6۔ تفسیر نورالثقلین...................عبد علی بن جمعہ عروسی الحویزی

7۔ تفسیر برہان .... سیدہاشم بحرانی

8۔ تفسیرالمیزان..........علامہ سید محمد حسین طباطبائی

9۔ تفسیر نمونہ.......آیۃ اللہ مکارم شیرازی

10۔ اصول کافی .... محمد بن یعقوبی کلینی

11۔ المراجعات............. مرحوم سید شرف الدین عاملی

12۔ الغدیر ....مرحوم علامہ امینی

13۔ اثبات الھداۃ ....مرحوم حر عاملی

14۔ کلم الطیب ....مرحوم طیب اصفہانی

15۔ غایۃ المرام ....مرحوم علامہ بحرانی

16۔ غررودرر................مرحوم آمدی

17۔ منتھی الامال ....مرحوم محدث قمی

18۔ بررسی مسائل کلی امامت ....آیۃ اللہ ابراہیم امینی

19۔ تسلیۃالفواد...............مرحوم شبّر

20ـ سلسله بحثهای اعتقادی ....آیة الله مکارم شیرازی

21ـ سلسله بحثهای اعتقادی ....آیة الله سبحانی

22ـ سلسله بحثهای اعتقادی ....آیة الله استادی

23ـ سلسله بحثهای اعتقادی.......... حجة الاسلام و المسلمین محمدی ری شهری

24ـ درسهای از قرآن ....حجة الاسلام و المسلمین قرآئتی

25هستی بخش و رهبران راستین ....شهید هاشمی نژاد

26ـ گمشده شما ....آیة الله یزدی

27ـ اصول عقائد را اینگونه تدریس کنیم ....آقایان (آشتیانی ـ امامی ـ حسنی)

28ـ خدا شناسی در کلاس درس .... استاد هریسی

29ـ معاد..................حجة الاسلام و المسلمین فلسفی

30ـ معاد..............حجة الاسلام و المسلمین سلطانی

فہرست

حرف اول 4

انتساب 7

مقدمہ 8

کچھ اپنی بات 10

پہلا سبق 12

اعتقادی مباحث کی اہمیت 12

علم عقائد 12

دینی عقیدے کے آثار 13

دین اور معاشرتی عدالت کی حفاظت 15

بیشمار مسلمان دین کے والا مقام تک کیوں نہیں پہونچ سکے؟ 16

سوالات 18

دوسرا سبق 19

توحید فطری 19

فطرت یا معنوی خواہشات 19

فطرت، روایات کی روشنی میں 20

مذہبی فطرت اور دانشوروں کے نظریات! 22

امیدوں کا ٹوٹنا اور ظہور فطرت 24

سوالات 26

تیسرا سبق 27

وجود انسان میں خدا کی نشانیاں 27
انسان کا جسم 28
جسم انسان ایک پر اسرار عمارت 29
دماغ کی حیرت انگیز خلقت 31
روح انسان مخلوقات عالم کی عجیب ترین شئ 31
روح انسان کی سرگرمیاں 32
اپنی پہچان 33
سوالات 35
چوتھا سبق 36
آفاق میں خدا کی نشانیاں (فصل اول) 36
زمین: 36
چاند اور سورج 38
سوالات 40
پانچواں سبق 41
آفاق میں خدا کی نشانیاں (فصل دوم) 41
آسمانوں کی خلقت میں غور وخوض 41
خلقت آسمان اور معصومین کے نظریات واقوال 44
مطالعہ آسمانی کے وقت امیر المومنین کی مناجات 44
سوالات 48
چھٹا سبق 49

برہا ن نظم........ 49
برہان نظم کی بنیا د........ 50
خلقت، خالق کا پتہ دیتی ہے........ 50
نیوٹن اور ایک مادی دانشمند کا دلچسپ مباحثہ........ 51
مو حد وزیر کی دلیل منکر بادشاہ کے لئے........ 52
برہا ن نظم کا خلا صہ اور نتیجہ........ 53
سوالات........ 53
ساتواں سبق........ 54
توحید اور خدا کی یکتائی........ 54
توحید اوریکتائی پر دلیلیں........ 54
مراتب توحید........ 57
قرآن او رتوحید در عبادت........ 60
سوالات........ 61
آٹھواں سبق........ 62
صفات خدا (فصل اول)........ 62
صفات ثبوتیہ و سلبیہ :........ 63
صفات ثبوتیہ یا جمالیہ........ 63
صفات سلبیہ یا جلالیہ........ 63
صفات ذات و صفات فعل........ 63
علم خداوند........ 64

سوالات........ 65
نواں سبق 66
صفات خداوند (فصل دوم) 66
قدرت خدا کے متعلق ایک سوال........ 68
خدا حی وقیوم ہے........ 69
ذات خدا میں تفکر منع ہے 72
سوالات 73
دسواں سبق........ 74
صفات سلبیہ 74
صفات سلبی کی وضاحت 75
خدا جسم نہیں رکھتا اور دکھائی نہیں دے گا 75
سوال: خدا کو دیکھنا کیوں ناممکن ہے؟........ 76
وہ لا مکاں ہے او رہر جگہ ہے........ 77
وہ ہر جگہ ہے........ 77
خدا کہاں ہے؟........ 79
سوالات........ 82
گیارہواں سبق 83
عدل الٰہی........ 83
عدل الٰہی پر عقلی دلیل 84
ظلم کے اسباب اور اس کی بنیاد........ 84

عدالت خدا کے معانی 85
سوالات........................ 88
بارہواں سبق........................ 89
مصیبتوں اور آفتوں کا راز(پہلا حصہ) 89
اجمالی جواب:........................ 89
تفصیلی جواب :........................ 90
ناپسند واقعات اور الٰہی سزائیں........................ 91
عذاب اور سزا کے عمومی ہونے پر کچھ سوال........................ 93
سوالات........................ 95
تیرہواں سبق 96
مصائب وبلیات کا فلسفہ (حصہ دوم)........................ 96
فلسفہ مصائب کا خلاصہ اور نتیجہ 99
سوالات........................ 99
چودہواں سبق........................100
اختیار اور میانہ روی 100
عقیدۂ اختیار........................101
عقیدہ اختیار اور احادیث معصومین علیہم السلام 102
جبر واختیار کا واضح راہ حل 103
سوالات 104
پندرہواں سبق 105

نبوت عامہ (پہلی فصل)........ 105
وحی اور بعثت انبیاء کی ضرورت 105
نتیجہ بحث........ 109
سوالات........ 110
سولھواں سبق........ 111
نبوت عامہ (دوسری فصل)........ 111
ہدایت تکوینی اور خواہشات کا اعتدال 111
بعثت انبیاء کا مقصد........ 112
پیغمبروں کے پہچاننے کا طریقہ 113
سوالات........ 115
سترہواں سبق........ 116
نبوت عامہ (تیسری فصل)........ 116
جادو، سحر، نظربندی اور معجزہ میں فرق!........ 116
ہر پیغمبر کا معجزہ مخصوص کیوںتھا؟........ 118
خلاصہ........ 120
سوالات........ 120
اٹھارواںسبق 121
نبوت عامہ (چوتھی فصل)........ 121
عصمت انبیاء........ 121
فلسفہ عصمت 122

انبیاء اور ائمہ کی عصمت اکتسابی ہے یا خدا دادی..................................123
معصومین کا فلسفہ امتیاز 124
امام صادق اور ایک مادیت پرست کا مناظرہ..................................125
سوالات..................................127
انیسواںسبق 128
نبوت عامہ (پانچویں فصل) 128
کیا قرآن نے انبیاء کو گناہ گار بتایا ہے ؟..................................128
آدم کا عصیان کیا تھا ؟..................................129
ظلم کیا ہے اور غفران کے کیا معنی ہیں ؟ 131
سوالات 132
بیسواں سبق..................................133
نبوت عامہ (چھٹی فصل)..................................133
سورہ فتح میں ذنب سے کیا مراد ہے ؟ 133
انبیاء اور تاریخ 135
انبیاء کی تعداد..................................135
سوالات..................................137
اکیسواں سبق..................................138
نبوت خاصہ (پہلی فصل) 138
نبوت خاصہ اور بعثت رسول اکرم ﷺ 138
رسالت پیغمبر پر دلیلیں..................................139

قرآن رسول اکرم ﷺ کا دائمی معجزہ.......... 139
اعجاز قرآن پر تاریخی ثبوت 141
سوالات.......... 145
بائیسواں سبق.......... 146
نبوت خاصہ (دوسرا باب).......... 146
خاتمیت پیغمبر اسلام ﷺ 146
فلسفہ خاتمیت.......... 149
سوالات.......... 151
تیئسواں سبق 152
امامت 152
امامت کا ہونا ضروری ہے 153
امامت عامہ 153
مناظرہ ہشام بن حکم.......... 153
ہدف خلقت 154
مہربان ودردمند پیغمبر اور مسئلہ امامت : 155
سوالات.......... 156
چوبیسواں سبق.......... 157
عصمت اور علم امامت نیز امام کی تعیین کا طریقہ.......... 157
قرآن اور عصمت امام 157
ظالم اور ستمگر کون ہے ؟.......... 158

نتیجہ: چار طرح کے لوگ ہیں..........159
علم امام..........161
امام کے تعیین کا طریقہ..........161
امام کیسے معین ہوگا؟..........162
سوالات..........164
پچیسواں سبق..........165
امامت خاصہ..........165
مولائے کائنات ں کی امامت اور ولایت پر عقلی دلیل..........165
دو مقدمہ ایک نتیجہ..........165
نتیجہ..........166
دوسری دلیل..........166
عصمت اور آیہ تطہیر..........166
اہل بیت سے مراد؟..........167
اعتراض:..........169
جواب..........169
آیۃ تطہیر اور مولائے کائنات اور انکے گیارہ فرزندوں کی عصمت و امامت..........170
عصت کے متعلق دو حدیث..........171
سوالات..........172
چھبیسواں سبق..........173
قرآن اور مولائے کائنات کی امامت..........173

آیۃ ولایت 173

آیۃ کا شان نزول 173

دو اعتراض اور انکا جواب 175

جو اب : 175

جواب: 176

آیت اطاعت اولی الامر: 177

علی کی امامت اورآیت انذار وحدیث یوم الدار 179

حدیث یوم الدار 179

سوالات 180

ستائسواں سبق 181

مولائے کائنات کی امامت اور آیۃ تبلیغ 181

مولائے کائنات کی امامت اور حدیث غدیر 182

لفظ مولا کے معنی پر اعتراض اور اس کا جو اب 185

جو اب : 185

سوالات 187

اٹھائیسواں سبق 188

حضرت مہدی ں (قسم اول) 188

حضرت مہدی ں کی مخفی ولادت 189

امام زمانہ کی خصوصیت 191

سوالات 194

امام زمانہ کے شکل و شمائل (دوسری فصل) 195
امام زمانہ کی غیبت صغریٰ........ 196
امام زمانہ کی غیبت کبریٰ........ 196
سوالات........ 198
انتیسواں سبق........ 199
ولایت فقیہ........ 199
ولایت فقیہ پر دلیل 200
ولایت فقیہ پر عقلی دلیل........ 200
دلیل نقلی:........ 200
ولی فقیہ کے شرائط........ 204
سوالات........ 205
تیسواں سبق 206
معاد........ 206
اعتقاد معاد کے آثار........ 206
قیامت پر ایمان رکھنے کا فائدہ قرآن کی نظرمیں 209
سوالات........ 212
اکتیسواں سبق........ 213
اثبات قیامت پر قرآنی دلیلیں........ 213
پہلی خلقت کی جانب یاددہانی 213
قیامت اورخدا کی قدرت مطلقہ 214

مسئلۂ قیامت اور دلیل عدالت 216

سوالات.. 218

بتیسواں سبق 219

معاد اور فلسفہء خلقت.. 219

قرآن میں قیامت کے عینی نمونہ 221

عزیر یا ارمیا ی پیغمبر کا قصہ : 221

مقتول بنی اسرائیل کا قصہ:.. 223

سوالات.. 225

تیتیسواں سبق.. 226

بقاء روح کی دلیل.. 226

روح کے مستقل ہونے پر دلیل 228

نتیجہ:... 228

روح کی بقاء اور استقلال پر نقلی دلیل 229

سوالات.. 231

چوتیسواں سبق 232

معاد جسمانی اور روحانی ہے.. 232

سوالات.. 236

پینتیسواں سبق.. 237

برزخ یا قیامت صغری.. 237

برزخ... 237

برزخ کے سلسلے میں قرآنی آیات..240
برزخ میں کافروں پر عذاب 241
قبر دوسری دنیا کی پہلی منزل 241
سوال قبر: 241
سوالات..244
چھتیسواں سبق..245
صور کا پھونکنا، اور نامۂ اعمال 245
صحیفہ یا نامۂ اعمال..246
نامۂ اعمال احادیث معصومین علیہم السلام کی نظر میں 248
نامۂ اعمال کسے کہتے ہیں..249
سوالات..250
سیتیسواں سبق 251
قیامت کے گواہ اور اعمال کا ترازو 251
1۔ خداوند عالم: 251
2۔ انبیاء اور ائمہ علیہم السلام: 251
3۔ فرشتے: 252
4۔ زمین: 253
5۔ زمان (رات ودن) 253
6۔ انسان کے اعضاء وجوارح: 254
قیامت میں میزان اعمال 256

میزان قیامت کسے کہتے ہیں ؟........ 257
میزان قیامت کون لوگ ہیں ؟........ 258
سوالات........ 260
اڑتیسواں سبق........ 261
قیامت میں کس چیز کے بارے میں سوال ہوگا ؟........ 261
روز قیامت اور حقوق الناس کا سوال........ 263
صراط دنیا یا آخرت کیاہے ؟........ 265
سوالات........ 270
انتالیسواں سبق........ 271
بہشت اور اہل بہشت ، جہنم اور جہنمی........ 271
جسمانی نعمتیں........ 271
روحانی سرور........ 272
جہنم اور جہنمی لوگ........ 274
جہنمیوں کی جسمانی سزا........ 274
1۔ عذاب کی سختی :........ 274
روحانی عذاب........ 276
سوالات........ 279
چالیسواں سبق........ 280
شفاعت........ 280
اثبات شفاعت........ 281

فلسفۂ شفاعت.......... 283
شفاعت کے بعض شرائط.......... 285
منابع وماخذ.......... 287